وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے ۔ کہ عدو کے سینہ میں غار ہے

معرکۂ حق و باطل

رودادِ مناظرہ بجرڈیہہ بنارس

۲۰ تا ۲۳ ذوقعدہ ۱۳۹۸ھ / ۲۳ تا ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۸ء

مناظر اہلسنت

علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری

ناشر

دائرۃ المعارف الامجدیہ

گھوسی ضلع مئو (یوپی)

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے

معرکۂ حق و باطل

روداد مناظرہ بجرڈیہہ بنارس

۲۰/تا ۲۳/ذوقعدہ ۱۳۹۸ھ/۲۳/تا ۲۶/اکتوبر ۱۹۷۸ء

مناظر اہل سنت	**غیر مقلد مناظر**
علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری	مولوی صفی الرحمٰن مبارکپوری

ترتیب جدید وتحشیہ

مفتی آل مصطفیٰ مصباحی

استاذ و مفتی جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی

ناشر

دائرۃ المعارف الامجدیہ۔ گھوسی ضلع مئو (یوپی)

نام کتاب:۔	معرکۂ حق وباطل
ترتیب جدید وتحشیہ وپیش لفظ:	مفتی آل مصطفیٰ مصباحی
ناشر:	دائرۃ المعارف الامجدیہ۔گھوسی ضلع مئو(یوپی)
طابع:	مولانا علاء المصطفیٰ قادری
پروف ریڈنگ:	مولوی سید عبدالرحمٰن، مولوی محمد طیب علی
باراول:	دوہزار ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء
باردوم:	دوہزاردوسو (۲۲۰۰)
سن طباعت:	۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء
کمپوزنگ:	دانش کمپیوٹرسینٹر بڑا گاؤں (امجدی روڈ) گھوسی ضلع مئو
صفحات:	۲۶۴
قیمت:	....

ملنے کے پتے

(۱) دائرۃ المعارف الامجدیہ۔گھوسی ضلع مئو(یوپی)
(۲) قادری کتاب گھر۔نومحلہ مسجد بریلی شریف
(۳) مکتبہ امجدیہ۔مدھوبن روڈ گھوسی ضلع مئو(یوپی)
(۴) کتب خانہ امجدیہ۔مٹیا محل جامع مسجد دھلی ۶
(۵) مدرسہ حنفیہ غوثیہ۔بجرڈیہہ بنارس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً و مصلیاً

پیش لفظ

احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ ایک اہم اور مقدس فریضہ ہے، یہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت بھی ہے اوران کی بعثت کا اساسی مقصد بھی، اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی پوری زندگی اسی بنیادی مقصد کی تبلیغ واشاعت میں گذری، اور یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ حق کا آفتاب ہمیشہ روشن وتاباں رہااور باطل سرنگوں، جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ ہوا، تو قرآن کریم نے اس کا یہی نتیجہ بیان فرمایا "فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ" (بقرہ: ۲۵۸) ابراہیم کے دلائل وبراہین کے آگے کافر مبہوت ہوگیا۔ مختلف ادوار میں اہل حق اورارباب باطل کے درمیان علمی معرکہ آرائی کی ایک تاریخ ہے، اوراس تاریخ کا اہم پہلو یہ حقیقت ہے کہ اہل حق نے قرآن وسنت اور دیگر اصول شرع کی روشنی میں اپنی خداداد ذہانت اور بصیرت وبصارت کے ذریعہ احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ انجام دیا، باطل کی ظاہر فریبی اور فکر وعقیدے کی خامی کو واضح اور واشگاف فرمایا، اس میں بنیادی مقصد یہی کارفرما رہا کہ گندے عقائد اور اس کے اثرات خبیثہ کی جوتخم ریزی ہوچکی ہے، اس کی جڑیں مضبوط نہ ہونے پائیں اوروہ اپنے برگ وبارنہ پھیلاسکیں، اور یہ بلاشبہہ دین حق کی بہت بڑی خدمت ہے۔

امت محمدیہ کے ۷۳ر فرقوں میں بٹنے کی غیبی خبرسید الانبیاء حضور اقدس صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت پہلے دے دی ہے، نگاہ نبوت نے قیامت تک ہونے والے گمراہ فرقوں کے عقائد کے بطن سے جنم لینے والے مفسدہ کا تفصیلاً ادراک فرمالیا تھا، جس کے نتیجے میں آپ نے ایک فرقے کے علاوہ سب کے جہنمی ہونے کی صراحت فرمائی اور"ما انا علیه و اصحابی" (مشکوٰۃ شریف ص:۳۰) فرماکر جنتی فرقے کی واضح نشان دہی بھی کی، یہ وہی طائفۂ ناجیہ ہے جس کے بارے میں علامہ سید احمد طحطاوی مصری فرماتے ہیں "وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فی مذاهب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم الله، ومن كان خارجاً عن هذه الاربعة فی هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار" (طحطاوی علی الدر ج:۴،ص:۱۰۳)

"یہ نجات والا گروہ (یعنی اہل سنت وجماعت) آج چار مذہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی میں جمع ہوگیا ہے، اب جوان چاروں سے باہر ہے وہ بدمذہب جہنمی ہے"۔

یہ انتہائی الم ناک حقیقت ہے کہ خود مسلمان کہلانے والوں میں ایسے فرقے پیدا ہوئے جنھوں نے حرمت اسلام کو پامال کیا، اور اپنے گستاخ تیرونشتر کا ہدف انبیا علیہم السلام اور اولیائے کرام کو بنایا، اور بزرگان دین پر تبرابازی کی انتہا کردی، یہی وجہ ہے کہ آج عقیدے کے حوالے سے کھلے دشمنان اسلام سے اتنا نقصان نہیں، جتنا انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ کے بدگوئیوں سے ہے، جن کے اثرات بد سے معاشرہ متعفن ہورہا ہے۔

مناظرۂ بجرڈیہہ کا اصل سبب بھی یہی ہے کہ وہابیہ غیر مقلدین جو۷۲ گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے اور جو اپنے عقائد ومعمولات میں سواد اعظم اہل سنت وجماعت سے سخت مخالفت رکھتا ہے اس گروہ سے متعلق بعض مولویوں نے اپنے سلفی جلسے میں انبیا علیہم السلام واولیائے کرام کی جناب میں ایسی دریدہ دہنی وگستاخی کی کہ الامان والحفیظ،

اہل سنت و جماعت کی طرف سے جوابی جلسہ ہوا مگر یہ سلفی وہابی غیر مقلدین اپنی سرشت و فطرت سے باز نہیں آئے۔

حقیقت یہ ہے کہ وہابیوں نے اپنی ولادت سے لے کر ہر دور میں اعتقادی و عملی فتنہ انگیزی کی ہے، اور امت مرحومہ کو زبردست انتشار و افتراق میں مبتلا کیا ہے، حرمین طیبین پر تغلب کے لیے وہابی فکر نے کیا کچھ قیامت نہیں ڈھائی، ہر تاریخ داں اس سے واقف ہے، اعتقادی و فکری فتنہ انگیزی کا یہ طوفان جب غیر مقلدین کے ادارہ سلفیہ سے شروع ہوا تو بجرڈیہہ بنارس کے عوام و خواص نے اس کا سخت نوٹس لیا، اور بات مناظرے تک جا پہنچی۔

مولیٰ تعالیٰ سلامت رکھے عالم اسلام کی مشہور و معروف درسگاہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کو جس نے ہر مرحلے میں اہلسنت و جماعت کی نمائندگی کا حق ادا کیا، میدان مناظرہ میں بھی اس نے نہ صرف اپنے فارغین بلکہ اپنے اساتذہ و مفتیان کرام کو میدان مناظرہ میں بھیج کر احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ انجام دیا۔

مناظرہ بجرڈیہہ کے صدر حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن اڑیسوی قدس سرہ تھے، مناظر ممتاز الفقہا محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری دام ظلہ العالی اور معاون خصوصی شارح بخاری فقیہ اسلام علامہ مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ تھے، اول الذکر بزرگ اشرفیہ کے محسنین میں تھے، وہاں کے دکھ درد میں شریک، اور عقیدہ باطلہ کے حوالے سے جب بھی گمراہ فرقوں کی بیخ کی ضرورت محسوس ہوئی، آپ بغیر کسی مصلحت کا شکار ہوئے، یا صلے کی پرواہ، یا ستائش کی تمنا کیے بغیر اس کے لیے تیار ہو جاتے، اپنے علم سے، اپنے مال سے، اپنی فکر سے مجلسوں کا انعقاد کرتے اور لوگوں کو بدعقیدگی سے بچاتے، اور ثانی الذکر عالم دین، اہل سنت کے فاضل مناظر اشرفیہ کے ممتاز مدرسین میں رہے اور تقریباً ۲۵ رسال تک اشرفیہ کی درسگاہ سے منسلک رہے اور بعد میں صدر المدرسین، شیخ الحدیث کے عہدے کو زینت بخشی، ہزاروں طلبہ نے آپ کی درسگاہ

علم وفن سے فیض پایا۔

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے آپ کی جواں سالی کے باوجود آپ کو غیر مقلدین کے بالمقابل مناظرے کے لیے منتخب کیا، یہ دلیل ہے کہ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی نظر میں آپ کتنے معتمد تھے، مناظرہ بجرڈیہہ کی کامیابی نے اس اعتماد کو مزید جلا بخشی، بحث ومناظرہ اور اصول مناظرہ کے مطابق بحث ونظر کے اعتبار سے یہ اپنی نوعیت کا منفرد مناظرہ تھا، جس کی جھلکیاں آپ آئندہ سطروں میں ملاحظہ فرمائیں گے، اس لیے شارح بخاری نے مجھ سے کئی بار فرمایا: ”مولانا ضیاء المصطفٰے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے صحیح جانشیں ہیں“۔

اور مؤخر الذکر بزرگ، اشرفیہ کے شعبۂ دارالافتا کے صدر تھے، اشرفیہ کے ناظم تعلیمات تھے، تفقہ فی الدین میں ممتاز ومنفرد تھے، اور اہل سنت وجماعت کے عقائد ومعمولات کے اثبات واحقاق میں فائق الأقران تھے، آپ نے ایک طویل عرصے تک فقہ وافتا کی ایسی شاندار خدمت انجام دی کہ آنے والی نسلوں تک یہ علمی وفقہی فیضان جاری رہے گا۔

آپ ایک زبردست محقق وقلم کار بھی تھے، مناظرۂ بجرڈیہہ میں آپ کا بہت اہم رول رہا ہے، اور اس کتاب میں جو نوٹس ہیں وہ شارح بخاری کی تحریر کردہ ہیں، آپ نے یہ نوٹس ایسے وقت میں برجستہ لکھوائے تھے جب آپ کو درد گردہ کی شکایت تھی اور آپ مرض کی وجہ سے بظاہر اس پوزیشن میں نہ تھے، اس مناظرے میں آپ کی غیر معمولی محنت شامل ہے، مناظرے میں دوسرے اہل علم کی بھی شرکت رہی اور اپنے اپنے اعتبار سے سب نے مناظرہ کو کامیاب بنانے اور غیر مقلدین کی بدعقیدگی ظاہر کرنے میں دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ مولیٰ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

فریقین کی باہمی قرارداد کے مطابق مناظرہ تحریری ہونا طے پایا تھا اور اس کے لیے دو عناوین منتخب کیے گئے تھے۔

(۱) آج کل کے غیر مقلدین ''گمراہ، گمراہ گر، جہنمی ہیں''۔

(۲) وسیلۂ مروجہ۔

اول الذکر عنوان اہل سنت و جماعت کی طرف سے رکھا گیا تھا، تا کہ غیر مقلدین وہابی کے عقائد باطلہ واضح طور پر عوام کے سامنے آجائیں، اور انبیائے کرام واولیائے عظام کے تعلق سے ان کی دریدہ دہنی کے مناظر بھی سامنے لائے جاسکیں، جبکہ دوسرا عنوان وہابیوں کی جانب سے تھا، غیر مقلدین وہابیہ کا دعویٰ تھا کہ ''وسیلۂ مروجہ شرک ہے، اور اس کے مرتکب مشرک ہیں'' مناظرہ کا آغاز وسیلۂ مروجہ کے عنوان سے ہوا۔ یہ تقدیم وتاخیر کیوں ہوئی؟ اس کی بھی ایک روداد ہے، یہاں اسے ذکر کر کے ہم گفتگو کو طول دینا نہیں چاہتے۔

غیر مقلد مناظر کی تحریروں کا جائزہ

اصول مناظرہ کے مطابق عنوان مذکور (وسیلۂ مروجہ شرک ہے) میں غیر مقلد وہابی مناظر ''مُدَّعِی'' تھے، جب کہ اہل سنت کے فاضل مناظر ''سائل'' اور ''مُدَّعیٰ علَیہ''۔ اس عنوان پر جانبین سے پانچ تحریریں پیش کی گئی ہیں، دو تحریر غیر مقلدین کی طرف سے، تین تحریریں اہل سنت کے فاضل مناظر کی جانب سے، جبکہ پہلے عنوان (آج کل کے غیر مقلدین گمراہ، گمراہ گر، جہنمی ہیں) پر کل چار تحریریں پیش ہوئیں، دو اور دو۔

پہلے ''مُدَّعِی'' اپنا دعویٰ پیش کرتا ہے، دعویٰ کی وضاحت کے بعد اس پر دلیلیں قائم کرتا ہے پھر سائل و منکر اپنے سوالات (منع، نقض، معارضہ) کے حق کا استعمال کرتا ہے، غیر مقلد مناظر کی پہلی تحریر ہی پڑھ لیجیے۔

اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ وہابیہ غیر مقلدین میدان مناظرہ میں ابھی طفل مکتب ہیں جنھیں یہ بھی پتہ نہیں کہ مناظرے میں مدعی پہلے اپنا دعویٰ اپنے مدمقابل مناظر کے سامنے پیش کر کے اس کے تسلیم ہونے نہ ہونے کی بات دریافت کرتا ہے، جب

مدعیٰ علیہ کل دعویٰ یا جزء دعویٰ کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے تو اس کے انکار کی بقدر دلائل پیش کیے جاتے ہیں، مگر یہاں غیر مقلد مناظر نے ایسا کچھ نہیں کیا، لگتا ہے کہ رات کو جتنا کچھ لکھا تھا وہ ایک ہی فرصت میں سناڈالنا ضروری سمجھا، خواہ وہ اصول مناظرہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، مگر سخت محنت وجدوجہد کے بعد بھی جو تحریر اول غیر مقلد مناظر نے پیش کی ہے اگر اس کا سرسری بھی جائزہ لیا جائے تو اس تحریر کی کمزوری اور اس کا پُرفریب ہونا واضح ہو جائے گا۔

مثلاً اس تحریر میں جتنی بھی آیتیں پیش کی گئی ہیں وہ بطور دلیل ذکر کی گئی ہیں، یعنی اس دعویٰ کے ثبوت میں کہ ''وسیلۂ مروجہ شرک ہے، اور اس کا مرتکب مشرک ہے''۔ لیکن آپ محو حیرت ہوں گے کہ غیر مقلد مناظر کی اس تحریر میں جو آیتیں ذکر کی گئی ہیں ان میں سے کسی ایک کا تعلق بھی اس دعوے سے نہیں، غور فرمائیں کہ پہلی چھ آیتوں میں مشرکین کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا اقرار کرتے تھے، اسے خالق و مالک ورزاق مانتے تھے، ان آیتوں میں صراحتاً یا ضمناً منطوقاً یا مفہوماً وسیلہ اور اس کے شرک ہونے کا کہیں کوئی پتہ نہیں، تو پھر ان آیتوں کو پیش کرنے کا سوائے اس کے اور کیا مقصد ہوسکتا ہے کہ عوام پر اپنی دھونس جمائی جائے، ورنہ ان کا محل استدلال میں پیش کرنا سراسر جہالت ہے، باقی جو آیتیں پیش کی گئی ہیں ان کا بھی دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں، یہ آیتیں مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، مشرکین کے تعلق سے نازل ہونے والی آیتوں کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا گمراہوں کا طریقہ اور اپنے دعویٰ پر دلیل پیش کرنے سے عاجز ہونے کی علامت ہے ورنہ کون نہیں جانتا کہ فریقین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت شرک ہے۔

اس بات پر بھی فریقین کا اتفاق ہے کہ شیاطین اور بت سے مدد مانگنا ناجائز وحرام ہے، اختلاف صرف یہ ہے کہ انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو مدد کے لیے پکارنا جائز ہے یا شرک، اہل سنت اس کو جائز کہتے ہیں اور غیر مقلدین اس میں مدعی ہے کہ یہ شرک ہے،

اور اس کا مرتکب مشرک ہے، اس دعوے پر غیر مقلد مناظر کی پیش کردہ آیتوں میں سے ایک آیت بھی دلیل نہیں۔

اگر مطلقاً مدد مانگنا شرک ہے تو پھر آیت کریمہ "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (مائدہ: ۲) وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ (الانفال: ۷۲) "نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو، اور اگر وہ دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر مدد دینا واجب ہے" کا کیا مطلب ہوگا، کوئی کسی سے کسی بھی معاملے میں مدد مانگے گا، مشرک ہوجائے گا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف مدد مانگنا شرک نہیں، ورنہ دنیا کا کوئی مسلمان، مسلمان نہ رہے گا، مشرک ہوجائے گا، اس لیے ماننا پڑے گا کہ مشرکین کا شرک کچھ اور تھا اور وہ غیر خدا کو معبود ماننا اور معبود مان کر اس سے مدد مانگنا تھا، ورنہ معبود مانے بغیر مدد مانگنا، شرک کے زمرے میں نہیں آتا، اگر ایسا ہو تو کوئی وہابی شرک سے نہیں بچ سکے گا، یا تو پیش کردہ آیتوں سے متعلق غیر مقلد مناظر کا یہ تاثر دینا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنے پر ان کو مشرک کہا گیا، دجل وفریب کے سوا کچھ نہیں، یونہی مشرکین کا شرک بتوں کو سفارشی ماننا بھی نہ تھا بلکہ بتوں کی پرستش تھا، مشرکین کا قول قرآن کریم میں موجود ہے "مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى" (الزمر: ۳) ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا کے قریب کردیں۔

کسی نبی یا ولی کی عبادت اس لیے کرنا کہ وہ خدا کے یہاں ہماری سفارش فرمائیں گے، ضرور شرک ہے یعنی اعتقاد معبودیت کے ساتھ سفارشی ماننا، اور یہ شرک فی العبادۃ ہے مگر دنیا کا کوئی بھی سنی صحیح العقیدہ مسلمان خواہ وہ جاہل وناخواندہ ہی کیوں نہ ہو، ایسا اعتقاد وعمل نہیں رکھتا، تو پھر اسے شرک کہنا اسلام کو کفر بتانا اور مسلمان کو کافر قرار دینا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ غیر مقلد مناظر کی تحریر اول میں جو دلیلیں دی گئی ہیں، وہ ان کے دعوے سے کسی طرح میل نہیں کھاتیں۔

اہلِ سنت کے فاضل مناظر کی تحریر

اوپر کی گفتگو سے یہ واضح ہوا کہ غیر مقلد مناظر نے ''شرک'' اور ''عبادت'' کا صحیح مفہوم سمجھانے میں یا تو سخت ٹھوکر کھائی ہے، یا اپنے عقیدہ وہابیت وسلفیت کا بھرم رکھنے کے لیے وسیلۂ مروجہ کو شرک کہہ دیا ہے، ورنہ انبیائے کرام واولیائے عظام کو قضائے حاجات دفع بلیّات کے لیے وسیلہ بنانا، یا ان سے مدد مانگنا شرک سے کیا علاقہ رکھتا ہے؟۔

اہلِ سنت وجماعت انبیائے کرام سے مدد مانگتے ہیں تو انھیں معبود جان کر نہیں، بلکہ معبود کا محبوب بندہ جان کر، اور یہ ہرگز شرک نہیں، اس لیے بنیادی واساسی بات جس پر پوری بحث کا تصفیہ موقوف ہے وہ ہے ''شرک'' اور ''عبادت'' کی صحیح تعریف، یہی وجہ ہے کہ اہلِ سنت کے فاضل مناظر نے اپنی تحریر اول میں چند بنیادی سوالات کیے ہیں، اور یہ حق اصول مناظرہ نے ان کو دیا ہے، ''مناظرہ رشیدیہ'' میں ہے ''ثم الأسولة المسموعة الواردة على دليل المعلل ثلثة المنع، والنقض، والمعارضة، فاذا أقام المُدّعِيُّ والدليل تمنع مقدمة معنية منه، وينقض ويعارض'' (ملخصاً ص: ۵۸، ۵۵، مجلس برکات)۔

چنانچہ سنی مناظر نے اپنی تحریر میں لکھا:

☆ شرک ومشرک کی جامع ومانع تعریف کریں؟۔

☆ تعظیم اور عبادت کی پوری تعریف وتشریح کیجیے اور یہ بتائیے کہ دونوں میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟۔

☆ نہایت تعظیم کی حد کہاں سے شروع ہوتی ہے؟۔

☆ سجدہ کی تعریف وتشریح کیجیے؟۔

☆ قبور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام وقبور اولیا رحمہم اللہ تعالیٰ اور بتوں کے درمیان کوئی

فرق ہے یا نہیں؟۔ یہ وہ سوالات ہیں جن کی توضیح وتشریح پر وسیلۂ مروجہ کے شرک ہونے نہ ہونے کی بنیاد ہے۔

اہل سنت کے فاضل مناظر نے اخیر میں ''نوٹ'' کے ذریعہ یہ بھی مطالبہ کیا تھا کہ جملہ تشریحات واحکام مطلوبہ آیات قرآن حکیم یا احادیث مرفوعہ صحیحہ یا حسنہ کی تائیدات کے ساتھ مطلوب ہیں، مگر قارئین کو حیرت ہوگی کہ سلفی وہابی اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں، مگر ان کی جوابی تحریر کو پڑھ لیں، غیر مقلد مناظر کا عجز کھلے طور پر محسوس ہوگا، اپنی جوابی تحریر میں کسی بھی جواب کی تائید میں نہ کوئی آیت پیش کی ہے، نہ حدیث مرفوع، نہ موقوف، نہ صحیح، نہ حسن، نہ ضعیف، حتی کہ شرک کی دو تعریفیں کیں مگر کسی ایک کی تائید بھی قرآن وحدیث کی نص سے نہ کر سکے، اس سے صاف واضح ہے کہ شرک کی یہ دونوں تعریفیں غیر مقلدین کی من گڑھت اور محض مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لیے ہیں۔

دوران مناظرہ حضور مجاہد ملت اڑیسوی علیہ الرحمہ نے غیر مقلدین کو تحریری انعامی چیلنج بھی دیا، تحریری چیلنج کا یہ اقتباس خاص طور پر پڑھنے اور یاد رکھنے کے لائق ہے: ''تمام غیر مقلدین کو یہ انعامی چیلنج دیا جاتا ہے کہ جو بھی غیر مقلد ایسی کوئی آیت اور حدیث پڑھیں جس میں بلا اعتقاد معبودیت وسیلۂ مروجہ کے مطلب مذکور کی تفصیل کو مجموعی طور پر شرک بتایا گیا ہو، اور ایسی کوئی آیت اور حدیث بھی پڑھیں، جس میں وسیلۂ مروجہ کے مطلب کی تفصیل میں جتنے افعال ذکر کیے گئے ہیں بلا اعتقاد معبودیت ان سب کو شرک اور ان کے مرتکب کو مشرک بتایا گیا ہو، اور کسی آیت اور کسی حدیث میں اس کی صراحت دکھا دیں کہ مثلاً اگر بتی جلانا شرک ہے تو انھیں مبلغ گیارہ سو روپے کا انعام فقیر پیش کرے گا''۔

غیر مقلد مناظر کے لیے ''شرک'' کی تعریف کتنی ٹیڑھی کھیر ثابت ہوئی کہ ایک ہی جوابی تحریر میں شرک کی دو دو تعریفیں کیں، پہلی تعریف سے چوں کہ وسیلۂ مروجہ کے

شرک ہونے کا دعویٰ چوں کہ ثابت نہیں ہو پاتا تھا، نہ اس تعریف سے مسلمانوں کو مشرک بنانے کی مہم پوری ہو پاتی تھی، اس لیے ایک اور خود ساختہ تعریف کی: ''کسی کو فوق الفطرۃ قوت واختیار کا مالک سمجھ کر اس کے تقرب کے لیے کوئی عمل کرنا'' پھر خدا معلوم غیر مقلد مناظر کو شرک کی ان دونوں تعریفوں میں کون سا نقص نظر آیا کہ اپنی تیسری تحریر میں شرک کی تعریف بدل کر ان الفاظ میں کی: ''کسی بھی ہستی کو فوق الفطری قوت واختیار کے ساتھ متصف ماننا شرک ہے'' اس تعریف میں وہ قید نہیں جو اس سے پہلے والی تعریف میں ہے اور وہ ہے ''اس کے تقرب کے لیے کوئی عمل کرنا'' کیا یہ قید بے معنیٰ تھی جو تیسری تعریف میں اڑا دی گئی۔

اب کوئی ان غیر مقلدین سے پوچھے کہ ''شرک'' کی حقیقت کیا ہے، وہ جو پہلی تعریف میں ہے یا دوسری میں، یا تیسری میں؟، آخر یہ تین تین تعریف کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کے فاضل مناظر نے جب ان تعریفوں کے درمیان نسبت پوچھی تو ایسا ذلت آمیز سکوت طاری ہوا کہ روداد چھاپنے اور اس کا حاشیہ تحریر کرنے تک بھی نسبت نہ بتا سکے، اہل سنت کے فاضل مناظر نے جو پوچھا تھا، وہ قیامت تک کے غیر مقلدین پر قرض رہے گا، ان کا سوال تھا:

''تعریف شرک مندرجہ تحریر نمبر ۲، شمارہ نمبر ۲ حد ہے یا رسم، شمارہ نمبر ۵ میں ذکر کی ہوئی تعریف کیا ہے؟ کیا ایک ہی حقیقت کی چند حدیں ہو سکتی ہیں'' ۔ ''ان دونوں تعریفوں میں نسب اربعہ میں سے کون سی نسبت ہے؟''

یہاں یہ سوال بھی اہمیت کا حامل ہے کہ شرک کی تعریف میں مافوق الفطرۃ سے کیا مراد ہے؟ جسم کی فطرت سے مافوق مراد ہے؟ یا روح کی فطرت سے بھی بالاتر، نیز یہ کہ روحانی قوت روح کی فطرت سے بالاتر ہوگی۔ یا روح کی فطرت کے اندر اندر''۔

اہل سنت کے فاضل مناظر کی جانب سے اس قسم کے سوالات اس تناظر میں تھے کہ غیر مقلد مناظر کی پیش کردہ آیات قرآن حکیم میں سے کسی ایک آیت میں بھی انبیائے

کرام واولیائے عظام سے استمداد وتوسل کو شرک نہیں بتایا گیا ہے، قرآن کریم نے تو غیر اللہ سے استمداد واستعانت کا حکم دیا ہے، اوران سے وسیلہ چاہنے کی تاکید کی ہے، ارشاد ہے۔ ''وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ'' صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ وسیلہ اعمال صالحہ کو بھی بنانا جائز ہے اور ذوات صالحہ (انبیا علیہم السلام واولیائے کرام) کو بھی، یوں ہی ان کی حیات ظاہری میں بھی، اور بعد وصال بھی، یہ مطلقاً درست ہے۔ اس کے جواز پر کتاب وسنت کے نصوص بھی شاہد ہیں، عقلی دلائل بھی اور امت کا متوارث عمل بھی، قرآن کریم میں ہے کہ ''وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ'' اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو، اس آیت میں نہ تو اعمال صالحہ کی تخصیص ہے، نہ ہی اشخاص بعد وصال کا استثنا، بلکہ عام ہے اور یہ اپنے عموم کے اعتبار سے اعمال کے ساتھ ذوات واشخاص قبل وصال وبعد وصال ہر ایک کو شامل ہے، جو تخصیص یا استثنا کا قائل ہے، وہ قرآن کریم میں اپنی رائے سے بات کہنے والا ہے، اس عموم کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ لیا اور فرمایا ''هٰذَا وَاللّٰهِ الْوَسِيْلَةُ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ'' (استیعاب) خدا کی قسم! یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اللہ عزوجل کے حضور وسیلہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارش کی دعا کے سلسلے میں حضرت عباس رضی تعالیٰ اللہ عنہ کا وسیلہ ان الفاظ میں لیا، ''نتوسّل بعمّ نبينا فاسقنا'' (بخاری ج:۱،ص:۱۳۷) بارالٰہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ لاتے ہیں کہ ہم پر بارش نازل فرما، امام حاکم نے مستدرک میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ''لقد علم المحفوظون من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم ان ابن ام عبد من اقربهم الی الله وسيلة''، جلیل القدر صحابہ کو اچھی طرح علم تھا کہ ابن ام عبد خدا کی بارگاہ کے قریب ترین وسیلہ ہیں۔ (مستدرک ج:۲،ص:۳۱۴) طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو ایک دعا تعلیم فرمائی، جس

میں یہ الفاظ ہیں ''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ، یَا مُحَمَّدُ اِنِّی تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّی فِی حَاجَتِی هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ '' اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے جو رحمت والے نبی ہیں، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں، اپنی اس ضرورت میں تاکہ یہ ضرورت پوری ہو''۔ اس دعا وسیلے سے نابینا کی آنکھوں میں روشنی آ گئی، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ (صحابی) نے ایک ضرورت مند کو یہی دعا تعلیم فرمائی اور ان کی ضرورت پوری ہوئی، (طبرانی)، طبرانی نے معجم کبیر میں یہ حدیث بیان کی ہے اور اسے صحیح کہا ہے، بہت سے محدثین نے اس کی تصحیح کی ہے، ترمذی نے اسے حسن، غریب، صحیح کہا، حاکم نے بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا۔

حضرت عثمان حنیف صحابی رسول نے دعائے حاجت کی حدیث سے یہی سمجھا کہ یہ دعا وسیلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ بعد وصال بھی ایسی دعا وسیلہ جائز و درست ہے، مذکورہ بالا حدیثیں اپنے منطوق و مدلول اور مصداق و مفہوم کے لحاظ سے صریح و محکم ہیں اور ان کی صحت پر اہل علم کا اتفاق ہے غیر مقلدین یا دیگر گمراہ فرقے جو وسیلے کو ظاہری زندگی کے ساتھ خاص مانتے ہیں، اور بعد وصال وسیلہ کو نہ صرف ناجائز بلکہ شرک تک کہتے ہیں، قرآن کریم اور احادیث کریمہ کے فیصلے کے بعد وہابیوں کے لیے اجتہاد کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے، باقی رہے اس کے جواز پر ائمہ امت کے اقوال تو وہ بہت ہیں، طوالت کے خوف سے ہم یہاں نقل نہیں کر رہے ہیں۔

لیکن الزام خصم کے لیے یہاں ہم دو اقتباس ضرور نقل کریں گے، ایک وہابیوں کے امام الکل فی الکل ابن تیمیہ کے تلمیذ رشید ابن قیم جوزی کی کتاب ''زاد المعاد'' سے،

اور دوسرا اقتباس وہابیوں کے ہندی پیشوا قاضی شوکانی کی ''الدر النضید'' سے۔ ابن قیم نے لکھا:

لا سبیل الیٰ السعادة و الفلاح لا فی الدنیا ولا فی الآخرة الا علیٰ ایدی الرسل .... ولا ینال رضا اللّٰه البتة الا علیٰ ایدیهم۔

(زادالمعاد/ابن قیم الجوزیة، ج:۱، ۱۵)

یعنی دنیاوآخرت میں سعادت وفلاح رسول کے ہاتھوں ہی مل سکتی ہے اور اللہ کی رضا بھی انھیں کے واسطے سے حاصل ہوتی ہے۔

قاضی شوکانی نے کہا ''ان التوسل به صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم یکون فی حیاته و بعد موته وفی حضرته ومغیبته، انه قدثبت التوسلبه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فی حیاته و ثبت التوسل بغیره بعد موته باجماع الصحابة. (تحفة الاحوذی شرح الترمذی ج: ۴، ص: ۲۸۲، از عبدالرحمٰن سلفی)

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا جائے گا، ان کی حیات میں بھی اور بعد وصال بھی، ان کی موجودگی میں بھی اور عدم موجودگی میں بھی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی زندگی میں وسیلہ بنانا ثابت ہے اور دوسروں کو بھی ان کی موت کے بعد وسیلہ بنانا ثابت ہے اور اس پر صحابۂ کرام کا اجماع ہے۔

بہر حال عرض یہ کرنا ہے کہ وسیلہ جس کے جواز پر قرآن وسنت، اقوال ائمہ وعلما کے دوٹوک فیصلے موجود ہوں اسے وہابیہ غیر مقلدین شرک بتاتے ہیں، اہل سنت کے فاضل مناظر مدظلہ العالی نے اپنی تحریر میں وہابی عقائد و دلائل پر ایسے بھاری سوالات قائم کیے ہیں جن کے جواب سے دنیائے وہابیت وسلفیت عاجز ہے۔

اس لیے اہل سنت کے فاضل مناظر مدظلہ العالی نے ''شرک'' اور ''عبادت'' کی تعریف کا شدید مطالبہ کیا، غیر مقلد مناظر نے شرک کی مجتہدانہ تعریف ایک نہیں تین تین

کی،مگر ''عبادت'' کی تعریف اخیر وقت نہ کرسکے، پھر جب شرک کی تعریف میں گڑھے ہوئے لفظ ''فوق الفطری'' کی وضاحت سنی مناظر نے چاہی تو جھجھلاہٹ میں یہ لکھ دیا:

''جس طرح انسان اور حیوان کی فطری قوتیں متفاوت ہیں، اسی طرح انسانوں، جنوں کی فطری قوتیں مختلف ہیں، ہر ایک کا دائرہ کیا ہے اس کے جاننے کے ہم مکلّف نہیں''۔

دیکھ رہے ہیں آپ! بیان واستدلال کی مجبوری وبے کسی کی کیفیت، ایک طرف شرک کی تعریف میں بار بار مافوق الفطری کا لفظ غیر مقلد مناظر نے استعمال کیا ہے، مگر بے چارے کو یہ پتہ ہی نہیں کہ اس کا دائرہ کیا ہے؟ اور انسان، حیوان، جن وغیرہ کی فطری قوتیں کیا ہیں؟ ظاہر ہے کہ جب فطری قوتوں کے دائرے اور ان کی حدیں معلوم نہ ہوں گی، تو یہ فیصلہ کیوں کر ممکن ہوگا کہ مثلاً انسان کی فلاں قوت فطری ہے یا فوق الفطری، تو پھر کسی عمل یا اعتقاد کے تعلق سے شرک وعدم شرک کا فیصلہ غیر مقلدین کے اصول پر کیوں کر ہوسکتا ہے، نیز نہایت تعظیم کی حد جو غیر مقلد مناظر نے بیان کی ہے یعنی ''کسی میں فوق الفطری قوت واختیار ماننا نہایت تعظیم ہے'' وہ کیوں کر صحیح ہوگی، کہ جب نہایت تعظیم کی بنیاد فوق الفطری قوت کو قرار دیا گیا، تو اسے سمجھے بغیر نہایت تعظیم کو کیوں کر سمجھا جاسکتا ہے، جب معرف ہی معلوم نہ ہو تو مُعَرَّف کا علم کیسے ہوگا؟۔

ایمان اور شرک کے جاننے کا مکلّف ہر شخص ہے کیونکہ ایمان لانا بھی فرض ہے اور شرک سے بچنا بھی فرض ہے اور شرک وعدم شرک کی حقیقت کے جاننے کا مدار فطری و مافوق الفطری کے دائرہ کے جاننے پر موقوف اور جو کسی فرض کا مقدمہ وموقوف علیہ ہو وہ بھی فرض ہوتا ہے، لہٰذا فطری ومافوق الفطری امور کا جاننا بھی فرض ہوا، اس گفتگو کا حاصل یہ ہوا کہ غیر مقلد مناظر کو ابھی اپنی خود ساختہ تعریف شرک کے مفہوم سے واقفیت نہیں، ورنہ وہ ایسی لچر بات نہ کہتے جو ان کے دعوئ شرک کی بنیاد ہی کو ڈھادے، جب اپنی اس کمزوری کا انھیں احساس ہوا تو پھر پلٹا کھائے اور فطری وفوق الفطری قوت کا دائرہ متعین

کرنے کی سعی لاحاصل کی، چنانچہ اپنی جوابی تحریر میں یہ لکھا:

''تمام مخلوقات میں جو نوعی قوتیں الگ الگ موجود ہیں اور جن کے نہ ہونے سے وہ عیب دار ہو جاتی ہیں، وہ ہوتی ہیں فطری قوت اور اس پر اضافہ فوق الفطری ہے''۔

مثل مشہور ہے کہ صبح کا بھولا شام کو گھر آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے چلیے لنگڑی لولی جو بھی ہو فطری و فوق الفطری کی کچھ تشریح تو سامنے آئی۔

غیر مقلد مناظر نے اپنی تحریر نمبر ۳ میں انبیائے کرام و اولیائے عظام کو مجبور و بے اختیار ثابت کرنے کے لیے پورا زور قلم صرف کیا، اور انبیا و اولیا کے لیے فوق الفطری قوت و اختیار کا ایک چھلکا اور ذرہ بھی ماننا شرک بتایا حتی کہ یہ وصف عطائے الٰہی سے ماننا بھی شرک قرار دیا، اہل سنت کے فاضل مناظر نے دلیل کے اس جز پر بطور منع اعتراض کیا اور بطور سند منع آٹھ آیتیں پیش کر کے یہ واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا علیہم السلام و اولیائے ذوی الاحترام کو مافوق الفطری قوت و اختیار عطا فرمایا ہے، چنانچہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آٹھ مافوق الفطری کارنامے بیان فرمائے جس میں مٹی سے پرند کی سی صورت بنانا پھر پھونک مارنے پر اس کا اڑنے لگنا (مائدہ:۱۱) آپ کا لوگوں سے گہوارے میں بات کرنا (آل عمران:۴۶) مادر زاد اندھے اور سفید داغ والوں کو شفا دینا اور مردے جلانا وغیرہ، حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے والد گرامی کے لیے اپنا پیراہن شریف بھیجنا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں میں روشنی کا واپس آنا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک درباری کا ملکۂ سبا کا تخت آناً فاناً حاضر کر دینا۔ (النحل:۴۰)

یہ سب فوق الفطری قوت و اختیار ہیں، جو اللہ عزوجل نے انبیائے کرام و اولیائے عظام کو عطا فرمائے، ملکۂ سبا کا تخت پلک جھپکتے ہی حاضر کرنے والے اللہ کے ولی آصف بن برخیا تھے، ان کی فوق الفطری قوت جن کی قوت سے بھی بڑھ کر تھی، کیوں کہ جن نے کہا تھا کہ ہم مجلس برخواست ہونے سے قبل تخت حاضر کر دیں گے، جب کہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا۔نے آناً فاناً ملکۂ سبا کا تخت حاضر کرنے کی بات عرض کی، اور حاضر کر بھی دیا۔

غیر مقلد مناظر کہتے ہیں کہ ''عفریتِ جنّی میں تخت بلقیس کو حاضر کرنے کی قوت فطری تھی'' اور آصف بن برخیا نے پلک جھپکتے تخت حاضر کر دیا، جب کہ آصف بن برخیا کی یہ قوت جن کی قوت سے بہت زائد تھی، جو یقیناً فوق الفطری تھی، آصف بن برخیا میں یہ فوق الفطری قوت ماننا شرک ہوا یا نہیں؟ اور کیا قرآن کریم نے شرک کی تعلیم دی، تمام غیر مقلدین پر اس کا صحیح جواب قرض ہے، پھر جب اس پر اتفاق ہے کہ شرک بدلتا نہیں، تو ایک ہی قوت جو جن کی نوعی قوت میں داخل ہے، وہ وہابی اصول پر شرک نہیں، اور وہی قوت جو انسان کی نوعی قوت سے مافوق ہے، تو اسے انسان میں ماننا شرک کیسے ہو گیا؟۔

اس لیے اہل سنت کے فاضل مناظر نے اپنی تحریر میں پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی یہ سوال کیا:۔

''کوئی ایسا بھی شرک ہے جو کسی زمانے میں نہ رہا ہو اور بعد میں ہو گیا ہو''۔

اور شدید مطالبہ کے بعد بھی اخیر تک مدمقابل مناظر اس کا جواب نہ دے سکے۔

معجزات انبیا کے تعلق سے غیر مقلد مناظر کا کہنا ہے کہ:

''ان (انبیا) کو کسی قسم کی فوق الفطری قوت نہیں دی گئی تھی، معجزات کی صورت میں جو کچھ ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوا، اس کا ڈائرکٹ تعلق اللہ سے تھا''

اس تعلق سے چند آیتیں بھی غیر مقلد وہابی مناظر نے بطور دلیل پیش کی، لیکن اہل سنت کے فاضل مناظر مدظلہ العالی نے اس پر جو گرفت فرمائی۔

اور جو غیر مقلد مناظر کی تحریر پر منع ونقص وایراد پیش کیا، وہ علم کلام کی روشنی میں پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

☆ آپ کی ذکر کی ہوئی تمام آیتیں اللہ تعالیٰ کے تصرف ذاتی پر دال ہیں، لیکن انبیا کے تصرف عطائی کی ان سے کیوں کر نفی ہوئی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بنائی مورت کے چڑیا ہو جانے میں اگر خدا کی قدرت ذاتی شامل ہو تو اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

قدرت وعطائی کی نفی نہیں ہوتی۔

☆ تمام نصوص اپنے ظواہر پر محمول ہوتے ہیں۔

☆ تخلیق کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف قرآن پاک میں کی گئی، اسی طرح مادرزاد نابینا اور سفید داغ والے کو تندرست کرنے کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف صراحۃً ہے، یوں ہی مردہ زندہ کرنے کی نسبت بھی مصرح ہے، اور آپ ان افعال کی نسبت ان کی طرف تسلیم کرنے سے اعراض کرتے ہیں، اسی طرح سند منع میں ہم نے جو آٹھ آیتیں پیش کیں، ان سب میں فوق الفطرۃ فعل کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہے اور آپ اس نسبت سے انکار کرتے ہیں۔

☆ معجزات وکرامات ہو یا بندوں کے اور افعال، کیا ان کی تخلیق سے ڈائرکٹ اللہ کا تعلق نہیں ہے؟ کیا آپ کے نزدیک افعال عباد کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں ہے؟ کیا آپ معتزلہ کی طرح بندوں کے تمام افعال کا خالق بندوں ہی کو مانتے ہیں، کیوں کہ آپ معجزہ کی تخلیق اور دیگر افعال عباد کی تخلیق میں فرق کے قائل نظر آتے ہیں، اور اگر آپ ہر عمل کا خالق اللہ ہی کو مانتے ہیں تو آپ کیوں معجزات کی نسبت انبیا کی طرف کرنے سے گریز کرتے ہیں، جب کہ بندوں کے عام افعال کی نسبت بندوں کی طرف کرنے میں آپ کو کوئی عار نہیں، حالاں کہ ان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور ڈائرکٹ ان کا تعلق تخلیق اسی ذات برتر سے ہے۔

ان صاف اور واضح گرفت کا صحیح جواب غیر مقلد مناظر نہ دے سکے، شرک شرک کی رٹ نے ان کی ساری کس بل نکال دی۔

بات دراصل یہ ہے کہ ''معجزہ'' اسی کو کہتے ہیں جو نبی کے ہاتھ پر بطور خرق عادت ظاہر ہو، اور یہی خرق عادت فعل کا اظہار مافوق الفطرۃ ہے، جس طرح عام افعال عباد بندوں کے کسب سے ہیں، اس لیے وہ جزا وسزا کے مستحق ہوتے ہیں، اسی طرح خوارق عادت امور جو انبیائے کرام واولیائے عظام سے ظاہر ہوتے ہیں جو

یقیناً فوق الفطری ہیں وہ ان کے کسب سے ہیں، ان افعال پر اللہ تعالیٰ نے ان کو قدرت عطا فرمائی ہے۔ کہ بغیر قدرت علی الفعل کسب فعل ہو نہیں سکتا۔ تو ثابت کہ انبیائے کرام مافوق الفطرۃ افعال پر قادر ہیں، اسے شرک کہنا بڑی جرأت کی بات ہے۔ حدیث پاک میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کا کان ہو جاتا ہے، آنکھ ہو جاتا ہے، ہاتھ ہو جاتا ہے، پاؤں ہو جاتا ہے، جس سے وہ سنتا، دیکھتا، پکڑتا، چلتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''ما زال العبد یتقرّب اِلیَّ بِالنوافلِ حتی اِذا أحببتُه فکنتُ سمعه الذی یسمع به، وبصره الذی یبصر به، ویده التی یبطش بها، ورجله التی یمشی بها'' (بخاری ج:۲،ص:۹۶۳)

حاصل یہ ہے کہ اللہ عزوجل جب کسی بندے کو اپنی ذات وصفات کا مظہر بنا دیتا ہے تو اس بندے میں مافوق الفطری قوت آجاتی ہے، اب وہ بندہ قریب اور دور کی آواز سنتا ہے، دور و نزدیک کی چیز دیکھتا ہے، نرم وسخت، قریب وبعید پر تصرف کی قدرت رکھتا ہے، اس لیے انبیا و اولیا کے لیے مافوق الفطری قوت کا نہ ماننا قرآن واحادیث کے نصوص صریحہ کا انکار ہے، اہل سنت کے فاضل مناظر دام ظلہ نے ''وسیلہ مروجہ'' کے تعلق سے جو اپنی آخری تحریر بھیجی تھی، اس کے ایک ایمان افروز اقتباس پر ہم پہلے موضوع پر اپنی گفتگو کو ختم کرتے ہیں:

''عالم اسلام کا یہ کتنا دردناک سانحہ ہے کہ دعوئ اسلام، اقرار رسالت و ادعائے محبت رسول کے باوجود آپ کا یہ موقف ہے کہ انبیا ورسل، خود خاتم الانبیا اپنے زمانے کے لچوں، لفنگوں بلکہ فرعون وشیطان تک کے ہاتھوں مجبور تھے، اور ہمارا موقف یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دونوں عالم میں اختیار بخشا''۔

دوسرا موضوع

اہل سنت و جماعت کے فاضل مناظر مدظلہ العالی کی طرف سے موضوع یہ تھا "آج کل کے غیر مقلدین گمراہ، وگمراہ گر، اور جہنمی ہیں" وہابی غیر مقلدین کی جانب سے طلب تشریح دعویٰ پھر مناظر اہل سنت کی تشریح دعویٰ کے بعد دعویٰ کا خلاصہ یہ تھا۔

"مولوی اسمٰعیل دہلوی کے زمانے سے ان کے یعنی مولوی اسماعیل دہلوی کے ماننے والے تمام غیر مقلدین جو اہل حدیث ہونے کے "مُدَّعِیْ" ہیں، گمراہ گمراہ گر اور جہنمی ہیں"۔ غیر مقلد مناظر نے دعویٰ کی اس تشریح کو قبول کیا اور میدان مناظرہ میں آئے یہی وجہ ہے کہ وہ اسماعیل دہلوی کی طرف سے ایک وکیل صفائی کا کام کرتے رہے اور ان کی بعض گمراہ کن عبارت کی تاویل بھی کرنے کی کوشش کی۔

مولوی اسماعیل دہلوی کی گمراہی وگمراہ گری میں کوئی شبہہ نہیں، تمام اکابرین و اعالم نے اس کی گمراہی پر اجماع مؤلف کیا، اور یہ طے شدہ ہے کہ جو کسی گمراہ کو اپنا پیشوا مانے وہ بھی گمراہ، کسی کے کفر پر رضا بھی کفر ہے، کسی کے کلمات کفریہ کو درست ماننے والوں کا بھی وہی حکم ہے، جو قائل کا ہے، مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" تو کفر وگمراہی کا پٹارہ ہے، مگر اہل سنت و جماعت کے فاضل مناظر نے وہابیہ غیر مقلدین اور اسماعیل دہلوی کی گمراہی ثابت کرنے کے بعد ان کی کتاب تقویۃ الایمان سے صرف پانچ عقائد واقوال پیش کیے، جن کا حاصل یہ ہے کہ:

(۱) وہابیہ غیر مقلدین اور ان کے ہندوستانی پیشوا اسماعیل دہلوی تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر جانتے ہیں، اور جو کسی مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من دعا رجلاً بالکفر او قال عدو اللہ ولیس

کذالک إلا حار علیہ" رواہ مسلم عن ابی ذر و عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (بخاری شریف ج:۲،ص:۸۹۳) جس شخص نے کسی کو کافر کہا یا اللہ کا دشمن کہا، حالانکہ وہ ایسا نہیں تو یہ قول اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

شرح شفا للملا علی قاری میں امام قاضی عیاض سے منقول ہے "نقطع بتکفیر کل قائل قال قولاً یتوصل بہ الی تضلیل الامۃ" جو ایسی بات کہے جس سے تمام امت کو گمراہ ٹھہرانے کی راہ نکلے اس کے کفر میں شبہ نہیں۔ (شفا شریف ص:۳۶۲)

اور یہ صرف ہندوستان کے امام الوہابیہ کا نہیں بلکہ نجد کے امام الوہابیہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا عقیدہ وفکر وخیال ہے۔

جس کی کتاب "کتاب التوحید" کے نام سے ہے، تقویۃ الایمان اسی کتاب کا خلاصہ اور چربہ ہے، خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ نے ابن عبدالوہاب اور اس کے متبعین کے سیاہ کارنامے کی حقیقت یہ واضح فرمائی: "کما وقع فی زماننا اتباع عبدالوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین و کانوا ینتحلون مذھب الحنابلۃ لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وأنّ من خالف اعتقادھم مشرکون، واستباحوا بذالک قتل اھل السنۃ وقتل علماء ھم حتی کسر اللہ تعالیٰ شوکتھم وخرب بلادھم وظفربھم عساکر المسلمین عام ثلاث وثلاثین مأتین والف ردالمحتار ج:۶،ص:۴۱۳، کتاب الجہاد)

یعنی جیسا ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے متبعین میں واقع ہوا، جو نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر قابض ہوئے اور اپنے آپ کو حنبلی مذہب ظاہر کرتے تھے، لیکن حقیقت میں ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہی ہیں باقی سب مشرک ہیں، اسی وجہ سے انھوں نے اہل سنت اور ان کے علما کا قتل مباح سمجھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑی اور ان کے شہر ویران کیے اور اسلامی لشکروں کو ان پر ۱۲۳۳ھ میں فتح عطا فرمائی۔

دراصل یہ دونوں (نجدی، دہلوی) نے وہابی عقیدے کے حامل غیر مقلدین کے سب سے بڑے سرغنہ ابن تیمیہ کے افکار ونظریات کو گلے سے لگایا، اس کی کتابوں سے استفادہ کیا، جس کی وجہ سے امت مسلمہ میں انتشار وافتراق پیدا ہوا۔

اہل سنت کے فاضل مناظر نے تقویۃ الایمان نامی جس کتاب کو اسماعیل اور اس کے متبعین کی گمراہی کا ماخذ بتایا یہ وہ کتاب ہے جس کی اشاعت سے گھر گھر میں آگ لگ گئی، پورے ہندوستان کے علما نے اس کا سخت نوٹس لیا، اس کا محاسبہ کیا، اور رد میں کتابیں لکھیں۔ اور اس کے کفری مندرجات کو طشت از بام کیا، انبیا واولیا کی شان میں اس کی گستاخانہ عبارتوں سے لوگوں کو متنبہ کیا، دراصل یہ کتاب انگریزوں کی شہ پر ان کے توقعات کو پوری کرنے کے لیے لکھی گئی تھی، یہی وجہ ہے کہ انگریزوں نے اسے ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کیا، ڈاکٹر قمر النساء ایم اے اپنے تحقیقی مقالہ ''العلامہ فضل حق الخیر آبادی کے ص:۷۸ا پر لکھتی ہیں، شاع کتاب تقوية الايمان اولا من رائل ایشیاٹک سوسائٹی، ''وان الانجليزيين قد وزعوا كتابة تقوية الايمان بغير ثمن'' ملخصاً.

''تقویۃ الایمان پہلی بار (کلکتہ) ایشیاٹک سوسائٹی نے چھاپی (جو انگریزوں کا خاص ادارہ ہے) انگریزوں نے تقویۃ الایمان مفت تقسیم کی''۔

آخر تقویۃ الایمان اور انگریز میں کیا رشتہ تھا، انگریز تثلیث پرست تھے اور اسماعیل دہلوی مدعی توحید، تثلیث کے علمبرداروں نے نہ تو اپنے نظریے تثلیث پر نظر ثانی کی تھی، نہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے، تو آخر توحید کے موضوع پر لکھی ہوئی اس کتاب کو اپنے خاص مطبع سے خصوصی اہتمام کے ساتھ شائع کر کے پہلے اردو داں حلقے میں مفت تقسیم کروانا، پھر لندن کے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ (ج نمبر ۱۳، ۱۸۵۲ء) میں اس کا انگریزی ترجمہ شائع کرا کے تقسیم کرنا کس راز ہائے سربستہ کا غماض ہے، کیا اس سے صاف واضح نہیں ہوتا کہ اسماعیل دہلوی کے غاصب انگریزوں کے ساتھ کیسا یارانہ تھا۔

اور انگریزوں سے ان کا رشتہ کتنا گہرا تھا، دونوں میں نقطۂ اشتراک انبیا اور اولیا کی شان رفیع میں تنقیص وتحقیر تھا، انگریزوں نے ہندوستانی مسلمانوں کو لڑانے کے لیے یہ کام اسماعیل دہلوی سے لیا، اور اسماعیل دہلوی انگریزوں کے ایک وفادار ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

اس لیے تو انگریزوں کے ساتھ جہاد کرنے کے سخت مخالف تھے، ''حیات طیبہ'' کے مصنف مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

''کلکتہ میں جب مولانا اسماعیل دہلوی نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی، تو ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کرنا کسی طرح بھی واجب نہیں بلکہ اگر کوئی ان پر حملہ آور ہو، تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑے اور اپنی گورنمنٹ (یعنی برطانیہ) پر آنچ نہ آنے دیں۔ (حیات طیبہ ص:۲۹۶ مطبع فاروقی، دہلی) اس روایت کی تصدیق مشہور وہابی مورخ جعفر تھانیسری نے بھی کی ہے، ملاحظہ کریں تواریخ عجیبہ (ص:۷۳ مطبع فاروقی) اس کا قدرے تفصیلی ذکر اہل سنت کے فاضل مناظر کی تحریر اور فقیر راقم الحروف کے حاشیے میں آرہا ہے۔

گفتگو قدرے طویل ہو رہی ہے، عرض یہ کرنا ہے کہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' کی حمایت کرنے والے وہابیہ غیر مقلدین کی گمراہی کو واضح کرنے کے لیے سنی مناظر دام ظلہ نے مُشتے نمونہ از خروارے اپنی پہلی تحریر میں صرف پانچ اقتباسات نقل کیے، ورنہ انگریزوں کے تعاون کے لکھی جانے والی اس کتاب میں سوائے انبیا و اولیا کی شان میں تنقیص پر مشتمل جملوں کے اور کچھ نہیں۔

(۲) دوسرا اقتباس جو ہمارے فاضل مناظر نے اس بدنام زمانہ کتاب سے نقل کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ اسماعیل دہلوی نے بطور فائدہ یہ حدیث گڑھی، ''میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں''۔

اس میں ایک تو توہین ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور حضور پر افترا، جب کہ اس بات پر اجماع قائم ہے اور حدیث صحیح میں بھی آیا کہ ''انبیائے کرام علیہم السلام کے جسم اطہر کو مٹی نہیں کھاتی، اللہ تعالیٰ نے زمین پر ان کے جسم پاک کو کھانا حرام فرمادیا ہے''۔ تو اس اسماعیلی دروغ گوئی میں حدیث صحیح کا بھی انکار ہے اور اجماع امت کا بھی۔

(۳) تیسرے اقتباس: غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کرلے، یہ اللہ صاحب کی شان ہے'' کے تحت ہمارے فاضل مناظر نے یہ ثابت کیا کہ غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ غیب کے بارے میں اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) جہل کا شکار ہے۔

(۴) چوتھے اقتباس کے تحت تقویۃ الایمان کے ص ۱۱ کی یہ عبارت اہل سنت کے فاضل مناظر نے پیش کی ''جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے''۔ پھر ص ۶ کی یہ عبارت ''اوروں کو ماننا محض خبط ہے''۔ اور واضح کیا کہ ''ماننا ایمان کا ترجمہ ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ انبیا، ملائکہ، قیامت و جنت و دوزخ پر ایمان لانا اللہ کے حکم کی مخالفت ہے، بلکہ خبط ہے'' جن چیزوں کا ماننا ایمان ہے، ان کے ماننے کو خبط کہنا صریح گمراہی ہے۔

(۵) پانچویں اقتباس میں اللہ عزوجل کے لیے جھوٹ کے ممکن ہونے کا وہابی اسماعیلی عقیدہ رسالہ یکروزہ سے بیان کیا۔ اور یہ ثابت کیا کہ وہابیہ اللہ عزوجل کی ذات کو بھی نہیں مانتے ہیں، اس کے لیے جھوٹ بولنا ممکن بتاتے ہیں، اور یہ کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

یہ پانچ اسماعیلی کفریات وضلالات اہل سنت کے فاضل مناظر نے پیش کیے، مگر آپ غیر مقلد مناظر کی جوابی تحریر پڑھ لیں، بدحواسی کا ایسا منظر نظر آئے گا جو آپ کی دلچسپی کا سامان فراہم کرے گا، اس نے صرف پہلی عبارت کی لنگڑی لولی تاویل کی، خیانت کا الزام لگایا، جس کا منہ توڑ جواب اہل سنت کے فاضل مناظر نے دیا، باقی چار عبارتوں کے الزام میں گمراہی کو غیر مقلد مناظر نے ہاتھ نہ لگایا، البتہ شرائط کی خلاف

ورزی کی رٹ لگاتے رہے مگر یہ سمجھ نہ پائے کہ اس رٹ لگانے سے کفر وضلالت ایمان نہ ہو جائیں گے۔

عوام کے خوف سے اپنی تحریر میں مدمقابل مناظر نے لکھا ''اہل حدیث اللہ کے بعد اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور آپ کے بعد صحابۂ کرام کا مرتبہ تسلیم کرتے ہیں، چاروں اماموں کو بھی ان کی دینی خدمات کے پیش نظر عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے ہیں''

غیر مقلد مناظر کے اس عیارانہ اعتراف کو جھوٹ اور تقیہ بازی کے کس خانے میں رکھا جائے، ان کے امام و پیشوا اسماعیل دہلوی نے تو تمام غیر مقلدین کا عقیدہ یہ بیان کیا، ''جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانئے'' صرف خدا کے ماننے کا دعویٰ ہے، باقی حضرات کو مانا نہ جائے گا۔ کیوں کہ ان کا ماننا خبط ہے۔ اسی وجہ سے انبیا واولیا کی شان میں وہابیہ گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور ائمہ اربعہ کو منہ بھر گالیاں دیتے اور ان پر طعن کرتے ہیں۔

اللہ عزوجل کو بھی یہ لوگ کس وصف کے ساتھ مانتے ہیں وہ آپ رسالہ ''یکروزہ'' کے حوالے سے مناظر اہل سنت کی تحریر میں پڑھیں گے، یعنی (معاذ اللہ) خدا عیبی ہے، وہ جھوٹ بول سکتا ہے، جھوٹ پر اس کو قدرت حاصل ہے، ورنہ بندے کی قدرت بڑھ جائے گی، جب جھوٹ بول سکتا ہے تو غیر مقلدین کے دھرم میں چوری بھی کر سکتا ہے، ظلم بھی کر سکتا ہے وغیرہ۔

یہ خدا کو ماننا ہوا یا اس کی ذات سبوح وقدوس کو عیبی بتانا ہوا۔

غیر مقلد مناظر نے نو آموز اردو خواں کی طرح اس قدر ٹھہر ٹھہر کر دوسری تحریر پڑھی کہ وقت ختم ہو گیا، اور اہل سنت کے فاضل مناظر کی تیسری تحریر پڑھ کر سنائی نہ جا سکی، غیر مقلد مناظر نے اپنی تیسری تحریر میں دو ایک باتوں کے علاوہ ساری باتیں موضوع سے غیر متعلق لکھیں، اور اپنے کفریات پر پردہ ڈالنے کے لیے احناف کے بعض مسائل کو انتہائی جعل سازی، فریب اور دل خراش انداز میں پیش کیا، مقصد یہ تھا کہ سورش ہو جائے اور مناظرہ سے بآسانی فرار کی راہ اختیار کی جا سکے۔

آج کل کے غیر مقلدین کا اسماعیل دہلوی کے ہم عقیدہ ہونے کے لیے یہ بھی دلیل ہے کہ اسماعیل دہلوی تقلید شخصی کا منکر تھا، اور آج کل کے غیر مقلدین بشمول غیر مقلد مناظر بھی تقلید شخصی کے منکر ہیں۔ اس لیے دہلوی کی طرح یہ لوگ بھی گمراہ ہوئے، ترکِ تقلید ہوائے نفس کی پیروی کی وجہ سے ہوتا ہے، اور ایسا شخص یا گروہ راہ حق سے بھٹک جاتا ہے اس لیے تقلید شخصی کے منکر کے جہنمی ہونے پر اجماع امت ہے۔

علامہ سید احمد طحطاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

علیکم معاشر المؤمنین باتباع الفرقة الناجیة المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله وحفظه وتوفیقه فی موافقتهم وخذلانه وسخطه ومقته فی مخالفتهم، وهذه الطائفة الناجیّة قد اجتمعت الیوم فی مذاهب اربعة وهم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمهم الله، ومن کان خارجاً عن هذه الاربعة فی هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار ،اھ (طحطاوی علی الدر، ج:۴، ص:۱۵۳)

”اے گروہ مؤمنین! تم پر فرقۂ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی پیروی لازم ہے، کیوں کہ اللہ کی مدد اور اس کی حفاظت اور اس کی عزت افزائی ان کی موافقت میں ہے، اللہ عزوجل کا چھوڑ دینا اور اس کا غضب ان کی مخالفت میں ہے، یہ نجات والا گروہ (اہل سنت و جماعت) آج چار مذہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی میں جمع ہو گیا ہے، اب جو ان چاروں سے باہر ہے، وہ بد مذہب جہنمی ہے“۔

تقلید کے منکرین اور اسماعیل دہلوی کے عقائدہ باطلہ کو ماننے والے غیر مقلدین وہابیہ بلاشبہ گمراہ، گمراہ گر اور جہنمی ہیں، یہ موضوع اہل سنت و جماعت کے فاضل مناظر دام ظلہ کا دعویٰ تھا، جو دلائل کی روشنی میں ثابت کیا گیا، دنیا بھر کے غیر مقلدین مل جل کر بھی اپنا صحیح العقیدہ ہونا ثابت نہیں کر سکتے، یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ وہابیہ شان الوہیت و رسالت و شان محبوبان خدا جل جلالہ میں نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور

ان گستاخیوں سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔
اہل سنت و جماعت کے فاضل مناظر دام ظلہ، صدر مناظرہ علیہ الرحمہ، اور مناظرے کے معاوین علمائے کرام بجاطور پر تمام اہل سنت کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے احقاق حق وابطال باطل کا اہم فریضہ مناظرے کے توسط سے انجام دیا اور دو اہم اور حساس موضوع پر بحث و مناظرے کے ذریعہ عوام کی الجھنوں کا ازالہ فرمایا، منتظمین مناظرہ بھی لائق شکر ہیں جنھوں نے محنت ولگن سے اس مناظرہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی، غیر مقلدین نے اپنی ایک روداد بنام ''رزم حق و باطل'' پُر فریب حاشیہ کے ساتھ شائع کی تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر مقلدین کو یہ احساس ہوا کہ ہمارے مناظر کی تحریر نہ تو موضوع اول کو بطور دعویٰ ثابت کر سکی نہ موضوع ثانی میں اپنے اوپر سے گمراہی کے الزام کو دفع کر سکی اس لیے اس پر پُر فریب حاشیہ تحریر کیے بغیر نہ اس الزام کفر وضلالت کو دفع کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی عوام کو فریب میں مبتلا کیا جاسکتا ہے، چنانچہ اس پر حاشیہ تحریر کرنا ضروری خیال کیا، قابل مبارک باد ہیں ہماری جماعت کے فاضل جلیل حضرت مفتی محمد عبید الرحمٰن رشیدی سجادہ نشیں خانقاہ رشیدیہ جونپور شریف جنھوں نے غیر مقلدین کے ان حواشی کا تحقیقی جائزہ لیا اور ان کا پرفریب ہونا ''اختیار نبوت'' نامی کتاب لکھ کر طشت از بام کیا، یہ کتاب دارالعلوم اہلسنت شمس العلوم گھوسی اور آل انڈیا تبلیغ سیرت بنارس سے شائع ہو چکی ہے، فقیر راقم الحروف نے جہاں ضرورت محسوس کی ہے، روداد میں ''حاشیہ رزم حق و باطل'' کی فریب کاریوں کا پردہ چاک کر دیا ہے تاکہ عام قارئین غیر مقلدین کی حاشیہ آرائی سے الجھن کے شکار نہ ہوں، اس روداد کی بار دوم کی اشاعت دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی نے کی ہے، جس کے محرک محبّ گرامی حضرت مولانا علاء المصطفیٰ قادری زید مجدہٗ سکریٹری دائرۃ المعارف وناظم اعلیٰ جامعہ امجدیہ رضویہ ہیں۔
جنھوں نے حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر اس روداد کی ترتیب جدید وتحشیہ کی ذمہ داری میرے سپرد کی، روداد کے بار دوم کی

اشاعت کا سہرا ناظم اعلیٰ زید مجدہ کے سر ہے، حقیقت یہ ہے کہ انھیں کی کوششوں سے یہ
مکمل صورت روداد زیور طبع سے آراستہ ہوکر آپ کے ہاتھوں تک پہنچی ہے۔

روداد کا عربی تاریخی نام ''صارم الحق القاتل علیٰ قلب جازم الباطل''
(۱۳۹۸ھ) اور فارسی نام ''سنان جانکاہ بدل غیر مقلدان گمراہ'' (۱۹۷۸ء) رکھا گیا تھا،
عوام کی آسانی کے لیے اس کا مختصر نام ''معرکہ حق و باطل'' تجویز کیا گیا ہے۔

اسے پڑھیے اور اپنا عقیدہ مضبوط کیجیے اور غیر مقلدین وہابیہ کے فریب کا منظر بھی
ملاحظہ فرمایئے۔

مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو حق بولنے، حق لکھنے، حق دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خاکپائے اولیا
آل مصطفیٰ مصباحی
خادم تدریس وافتا جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی۔ مئو (یوپی، انڈیا)
۲۱/ جمادی الاخری ۱۴۳۱ھ/ ۵/ جون ۲۰۱۰ء

خطیب مشرق علامہ نظامی کا اظہار تأثر

بنارس اتر پردیش کا ایک تاریخی شہر ہے جو سوء اتفاق غیر مقلدین کا گڑھ بھی سمجھا جاتا ہے، اسی تاریخی شہر میں علمائے اہلسنت وعلمائے غیر مقلدین کے مابین ایک تاریخی مناظرہ بتاریخ ۱۹/۲۰/۲۱/۲۲/ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو منعقد ہونے والا تھا، مگر حسب دستور غیر مقلدین کی جانب سے قدم قدم پر رکاوٹیں پیدا کی گئیں اور حاصل شدہ پرمیشن ضبط کرالیا گیا، اور معینہ تاریخ کے بجائے اب یہ مناظرہ بتاریخ ۲۳/۲۴/۲۵/ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو منعقد ہوا، یہ مناظرہ اپنی معینہ تاریخ پر کیوں نہ ہوسکا یہ ایک انتہائی المناک اور لرزہ خیز دستاویز ہے، جس کی تفصیل کے لیے کئی صفحات ہی نہیں ایک مستقل کتاب درکار ہے، میں اس تفصیل میں لے جا کر مناظرہ کی اصل روداد سے آپ کے ذہن کو دور کرنا نہیں چاہتا، لیکن آپ غیر مطمئن بھی نہ ہوں، ہوسکتا ہے آنے والی سطروں میں تدریجاً اس سوال کا جواب حل ہوتا جائے۔

حضرات! نام نہاد مذہب اہل حدیث بساط مناظرہ کا ایک پٹا پٹایا مہرہ ہے جسے اپنی ماضی کی تاریخ میں بارہا میدان مناظرہ میں چاروں شانہ چت ہونا پڑا اور غیر مقلدین کو ایسی ذلت آمیز شکست ہوئی کہ وہیں دن میں تارے نظر آنے لگے، ہمارا تو یہ حال ہے کہ ان بدمذہبوں کا مناظرہ ۷۲ میں بٹ گیا ہے، لیکن ۷۲ کا مقابل ہم اہلسنت ہی ہر میدان کے شہسوار نظر آئے، اس لیے مناظرہ ہماری تاریخ سے ایسے ہی وابستہ ہے جیسے چاند کے تصور میں چاندنی اور آفتاب کے تصور میں روشنی، تقریباً ڈیڑھ صدی کی تاریخ میں ایسے بے شمار مناظرے ملیں گے، جس میں ہماری صداقت کا پلہ ہمیشہ بھاری رہا

ہمارے حریفوں کو اپنے منہ کی کھانی پڑی، **فالحمد للّٰہ علی ذلک۔**

چنانچہ ۲۳/۲۴/۲۵/ اپریل جھریا کے تاریخی مناظرہ میں جب میں نے للکارتے ہوئے یہ بات کہی کہ مناظرہ ہماری خوراک ہے اور ہمارا حریف مناظرہ کی خوراک ہے، تو یہ سنتے ہی ارشاد وغیرہ کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا اور چہرہ پر سیاہی چھا گئی اور سینیوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت کی جھنکار میں اچھل پڑا۔

چنانچہ بنارس کے مناظرہ میں ہماری کوشش یہی رہی کہ یہ مناظرہ ایک ایسا صاف شفاف آئینہ ہو جس میں بے غبار اور غبار آلود دونوں تصویریں دیکھی اور پہچانی جا سکیں، لیکن غیر مقلدین برابر راہ فرار اختیار کرتے رہے اور مناظرہ کی چلتی گاڑی میں بریک لگانے کی کوشش کرتے رہے۔

حضرات! مناظرہ کمیٹی تو ۱۹/۲۰/۲۱/۲۲/ اکتوبر کا پرمیشن حاصل کر چکی تھی لیکن جیسے جیسے تاریخ مناظرہ قریب آتی گئی اور غیر مقلدین کو بعض ذرائع سے اس کا یقین ہوتا گیا کہ علمائے اہلسنت اپنی بھرپور توانائیوں سے ان کے مرکز اور بنارس کے کلیجہ پر اپنا قدم رکھنے والے ہیں، تو دھیرے دھیرے ان کا کس بل ڈھیلا ہونے لگا، بدن کی ہڈیاں ٹوٹنے لگیں اور کلیجہ کا خون پانی ہونے لگا۔

چنانچہ نقض امن اور اندیشۂ فساد کے بل بوتے پرمیشن ضبط کرالیا گیا، ہماری مناظرہ کمیٹی کے افراد بھوکے پیاسے انتہائی کرب و اضطراب کے عالم میں پرمیشن کی بحالی کے لیے دوڑتے رہے، مگر حریف اپنا کام کر چکا تھا اور تیر کمان سے باہر نکل چکا تھا، حالات یقیناً ہمارے حق میں مایوس کن تھے، لیکن قابل مبارک باد ہیں ہماری مناظرہ کمیٹی کے وہ افراد جنھوں نے ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کر دیا کہ پھانسی کا تختہ منظور ہے مگر یہ مناظرہ کا رکنا منظور نہیں، ہماری بلڈنگ نیلام پر چڑھ جائے کاروبار تہس نہس ہو جائے، بچے فاقے کی نذر ہو جائیں یہ سب گوارہ ہے مگر وفاداری مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کے جس نشے میں ہم سرشار ہیں، اب وہ نشہ صرف مناظرہ ہی سے اتر سکتا ہے، ہم اپنی آبرو لٹا سکتے

ہیں مگر جیتے جی حرمت نبوت اور وقار مصطفےٰ پر آنچ نہ آنے دیں گے۔
خوش رہو اے بجرڈیہہ کے شیر دل بوڑھو اور نوجوانو! کہ تمہاری ثبات قدمی سے بنارس کے غیر مقلدین کا پاؤں اکھڑ گیا اور ان کا بنا بنایا منصوبہ خاک میں مل گیا اور سچ تو یہ ہے کہ تمہاری جرأت و بیباکی اور حوصلہ مندی نے کتاب مناظرہ کو ایک نیا عنوان دے کر ماضی کا ریکارڈ توڑ دیا اور آنے والی نسلوں کو مشعل راہ دے دی کہ اگر تم ثابت قدم رہے تو باطل کو ہر چند بھاگنے کے باوجود میدان مناظرہ میں کھینچ کر لایا ہی جا سکتا ہے۔
اے بجرڈیہہ کے شیر دل سنیو! زندہ باد و پائندہ باد
خدا کا شکر ہے کہ یہ دوڑ دھوپ رائیگاں نہ گئی اور ۲۱/ اکتوبر کو حکام انتظامیہ نے اس کا یقین دلایا کہ ہم ۲۲/ اکتوبر ۱۹۷۸ء سے مناظرہ چالو کر دیں گے، یہ خبر صرف خبر ہی نہ تھی بلکہ ایک بیمار مسافر کے لیے خضر و مسیحا کا کام کر گئی، سنیوں کے گھروں میں خبر سنتے ہی گھی کے چراغ جل گئے اور باطل کے گھروں میں سیاہی اور سناٹا چھا گیا، پھر کیا تھا بادلوں کی گھن گرج، بجلیوں کی تڑپ، ہاتھیوں کی چنگھاڑ اور شیروں کی للکار بن کر دشمنوں کے حق میں قیامت صغریٰ کی طرح علمائے اہلسنت میدان مناظرہ میں کود پڑے اور اپنے ذہن و فکر و علمی بصیرت و عبقریت اور سیف قلم پر فن سپہ گری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے سوالات کی پہلی قسط کا بھاری بھرکم بوجھ ان کے کلیجہ پر رکھ دیا، جس سے وہ ٹس سے مس نہ ہو سکے، یہ قلم کا وہ وار تھا جسے مجدد مائۃ حاضرہ سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی زبان میں یوں کہا جا سکتا ہے۔

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

حضرات! ہماری تحریر کا پہلا وار تھا جس نے پلک جھپکتے ہی ان کا سر قلم کر لیا اور چشم زدن میں ہم نے ان کے تابوت میں اپنی فتح و نصرت کی آخری کیل ٹھونک دی۔
تفصیل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مقدمہ

۱۹/۱۸ ؍جون ۱۹۷۸ءکو غیر مقلدین نے محلّہ بجرڈیہہ بنارس میں ایک جلسہ کیا جس میں مدرسہ سلفیہ کے شیخ الحدیث مولوی شمس الحق اور مولوی اسلم کانپوری نیز مولوی صفی الرحمٰن نے انبیائے کرام اور اولیائے امت کی شان میں دریدہ دہنی سے کام لیا اور عقائد اہلسنت پر طرح طرح کی طعن وتشنیع کی، جواب میں اہلسنت کے سرفروشوں نے ۲۶/۲۵ ؍جون ۱۹۷۸ءکو ایک جلسہ منعقد کیا، جس میں حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، مولانا صوفی نظام الدین بستوی اور مولانا قاری صاحب ربانی جبل پوری نے نہایت مدلل تقریریں فرمائیں، حضرت مفتی صاحب قبلہ نے غیر مقلدین سے ان کی دریدہ دہنی پر مواخذہ فرمایا اور ان کی گمراہی کو بے نقاب کیا اور قرآن وحدیث کی روشنی میں عقائد اہلسنت کی حقانیت واضح فرمائی، انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم واولیائے عظام کے مراتب جلیلہ اور ان کے تصرفات پر بھرپور دلائل قائم کیے۔

اس اجلاس کے چند ہی دنوں بعد ۲۹ ؍جون ۱۹۷۸ءکو غیر مقلدوں نے پھر جلسہ کیا اور اس میں مولوی صفی الرحمٰن اور مولوی شمس الحق مذکور نے اپنی موروثی گندہ دہنی کا پورا پورا مظاہرہ کیا اور دوران تقریر مولوی صفی الرحمٰن نے دعویٰ کیا کہ حضرت مفتی

احمد یار خاں صاحب نعیمی نے اپنی کتاب ''نئی تقریریں'' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ کافر لکھا ہے، جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس کے ایک طالب علم حافظ افتخار احمد صاحب نے بھرے اجلاس میں فوراً ہی حوالہ کا مطالبہ کیا تو علمائے غیر مقلدین بغلین جھانکنے لگے، انھوں نے سوچا تھا کہ کہیں افترا پردازی کے لیے بھی کسی حوالہ کی ضرورت ہوتی ہے؟۔

اس بہتان طرازی پر ایک طرف اہلسنت مشتعل ہو گئے اور فساد کا اندیشہ ہو گیا، دوسرے ہی دن سربرآوردہ سنیوں کی ایک میٹنگ مدرسہ حنفیہ غوثیہ میں ہوئی، جس میں اہلسنت نے اس خیال کے پیش نظر کہ اس قسم کے جلسوں سے کہیں محلہ میں فساد نہ ہو جائے، اپنے نمائندوں کے ذریعہ غیر مقلدین کے سربراہ کو بلا کر پوچھا ایسا کیوں ہو رہا ہے، آپ کے مولوی صاحبان اشتعال بھی کرتے ہیں اور فریب دہی بھی کرتے ہیں، افترا پردازی بھی کرتے ہیں، یہ سب بند ہونا چاہیے، ورنہ فساد کا خطرہ ہے، عوام کب تک برداشت کریں گے، اس مصالحانہ پیغام کے جواب میں فساد کے بانی مبانی غیر مقلد حاجی یعقوب اور حاجی قاسم نے یہ اشتعال انگیز جواب دیا کہ تقریر میں جو کچھ بھی کہا گیا ہے ٹھیک کہا گیا ہے، اگر آپ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا ہے تو آپ اپنے مولویوں کو بلا لیجیے اور ہم اپنے مولویوں کو بلا دیتے ہیں، بات طے ہو جائے گی۔

ہر واقف کار معمولی عقل والا انسان بھی یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ غیر مقلد حاجیوں کا مذکورہ بالا جملہ کھلا ہوا چیلنج مناظرہ ہے ایسی صورت میں کہ اہلسنت نے ایک مصالحانہ پیغام دیا تھا، اس کے جواب میں غیر مقلدین نے کھلا ہوا چیلنج مناظرہ دے دیا تو اہلسنت نے بھی یہ چیلنج قبول کرتے ہوئے متفقہ طور پر ایک مشترکہ میٹنگ اسی وقت طے کر لیا، پھر فریقین کے سربرآوردہ لوگوں کی میٹنگ میں یہ طے کیا کہ جلسوں پر پابندی لگائی جائے اور فریقین اپنے اپنے علما کو ایک ہفتہ میں بلائیں تا کہ شرائط مناظرہ طے ہو جائے، پھر مناظرہ کرایا جائے۔

اسی میٹنگ میں یہ بھی طے ہوا کہ ممکناً اگر ایک ہفتہ میں علما سے ملاقات نہ ہو یا علما خالی نہ ہوں تو ایک ہفتہ کی مزید توسیع کی جائے گی، ان دنوں چونکہ سنی مدارس میں امتحانات و اجلاس کا سلسلہ بکثرت جاری تھا اس لیے علمائے کرام سے ملاقات نہ ہوسکی، لہٰذا حسب قرارداد ایک ہفتہ کی توسیع کی گئی اور مورخہ ۷؍شعبان مطابق ۱۴؍جولائی ۱۹۷۸ء کو علمائے فریقین بجرڈیہہ بنارس پہنچ گئے۔

اہلسنت و جماعت کی طرف سے حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی، مولانا ضیاء المصطفےٰ قادری اور چند علما بنارس تھے، تو ان کی طرف سے مدرسہ سلفیہ کے تمام علما اور دہلی کے امام اہل حدیث۔

دہلی والے مولانا تو مناظرہ کا نام سن کر الٹے اپنی جماعت کے نمائندوں پر چراغ پا ہو گئے اور کہا کہ مناظرہ کیا کرو گے، پہلے مسلمان بنو، اتنا کہہ کر وہ فوراً ہی واپس لوٹ گئے، لیکن مدرسہ سلفیہ بنارس کے دوسرے تمام مدرسین اپنی بے حیائی، بے مائیگی کا ثبوت دینے کے لیے جمے رہے۔

شرائط مناظرہ اور موضوع سے متعلق فریقین کے علما نے اپنی صواب دید سے ایک ایک تحریر مشترکہ مناظرہ کمیٹی کے حوالے کر دی۔

موضوع مناظرہ من جانب اہلسنت و جماعت

آج کل کے غیر مقلدین گمراہ، گمراہ گر اور جہنمی ہیں۔

موضوع مناظرہ من جانب غیر مقلدین

مناظرہ وسیلۂ مروجہ پر ہوگا۔

غیر مقلدین کو یہ اصرار ہوا کہ مناظرہ وسیلۂ مروجہ پر ہوگا، جب کہ اہلسنت کا اصرار تھا کہ مناظرہ ہمارے پیش کردہ عنوان پر ہوگا، جس کی دو وجہیں بالکل واضح ہیں،

ایک تو یہ کہ آپ کے موضوع میں وسیلۂ مروجہ کے حلال یا حرام، واجب یا فرض اور ہدایت یا گمراہی، ایمان یا شرک ہونے کا کوئی حکم نہیں ہے اور جب تک کسی کام پر حکم شرعی نہ لگایا جائے مناظرہ کیسے ہوسکتا ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ وسیلۂ مروجہ کے معاملہ میں ہمارا اور آپ کا موقف ایک ہی ہو، دوسری وجہ یہ ہے کہ وسیلۂ مروجہ ایک فرعی مسئلہ ہے، جب ہم آپ کو گمراہ مانتے ہیں تو آپ سے کسی فرعی مسئلہ پر کیوں کر گفتگو کریں، لیکن علمائے غیر مقلدین ہمارے موضوع پر مناظرہ کو تیار نہ ہوئے اور اپنے موضوع ہی پر مناظرہ کے لیے اڑ گئے اور ایسا محسوس ہوا کہ وہ مناظرہ سے جان بچار ہے ہیں، اہلسنت کے نمائندہ نے دونوں موضوع پر مناظرہ کی پیش کش کی، بشرطیکہ غیر مقلدین بھی ظاہر کریں کہ ان کا وسیلۂ مروجہ جائز ہے یا ناجائز، یا ان کے خیال میں جو حکم شرعی ہو وہ لکھیں، تین بجے دن سے ساڑھے دس بجے تک کی سخت جدوجہد کے بعد انھوں نے چند قیود کا اضافہ کر کے لکھا کہ وسیلۂ مروجہ شرک ہے، پھر سڑی مثالوں کے بعد یہ لکھا کہ اس کا مرتکب مشرک ہے۔

مناظرہ کمیٹی نے طے کیا کہ مناظرہ دونوں موضوع پر ہوگا، البتہ غیر مقلدین اس بات پر اڑ گئے کہ ان کے دیئے ہوئے موضوع پر مناظرہ پہلے ہوگا پھر اہلسنت کے موضوع پر۔

اہلسنت کے نمائندوں نے جب محسوس کر لیا کہ وہ مناظرہ سے راہ فرار اختیار کرنا چاہتے ہیں تو انھوں نے بھی اسے تسلیم کر لیا۔

علمائے فریقین کے مابین شرائط مناظرہ پر گفتگو شروع ہوئی اور ۴/ بجے صبح تک شرائط کی ایک فہرست تیار ہوگئی اور چند شرائط جو باقی رہ گئے ان سے متعلق فریقین نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ یہ کام ہم لوگ خود طے کر لیں گے۔

مولانا ضیاء المصطفٰے صاحب نے بار بار تشریح دعویٰ کی طرف مولوی صفی الرحمٰن کو متوجہ کیا لیکن وہ یہ کہہ کر انکار کرتے رہے کہ ہم سے مناظرہ کے دن تشریح کرا لیجیے گا، کیونکہ وہ یہ خطرہ محسوس کرر ہے تھے کہ اگر آج تشریح کر دی گئی تو ایک ہی دور اونڈ میں

ان کے دلائل کی قلعی کھل جائے گی، مناظرہ کمیٹی نے مولوی صفی الرحمٰن کی بات تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ ہم لوگ اپنے شرائط میں یہ طے کرلیں گے کہ دعویٰ کی تشریح کا حق مناظر کو ہوگا، لیکن جیسے ہی ہمارے موضوع پر آمادگی مناظرہ کا دستخط کرنے کی نوبت آئی تو مولوی صفی الرحمٰن نے تشریح دعویٰ کا مطالبہ کیا، ہم نے کہا کہ جس طرح آپ تشریح دعویٰ سے اعراض برت رہے ہیں ہمیں بھی یہی حق ملنا چاہیے، لیکن وہ اڑ گئے اور تشریح کرائے بغیر دستخط سے انکار کردیا۔

دراصل وہ ہر موڑ پر مناظرہ کینسل کرنے کی چالیں چل رہے تھے، لیکن مناظرہ اہلسنت نے ڈھیل دیتے ہوئے اپنے موضوع کی تشریح کردی تاکہ مناظرہ کھٹائی میں نہ پڑے۔

غیر مقلد نمائندوں نے مناظر اہلسنت سے یہ تشریح چاہی کہ آج کل کے غیر مقلدین سے کون لوگ مراد ہیں، کب سے کب تک کے لوگ اس زمرے میں آتے ہیں، مناظر اہلسنت نے کہا کہ اسماعیل دہلوی کے زمانے سے ان کے ماننے والے تمام غیر مقلدین جو خود کو اہل حدیث کہتے ہیں، وہی مراد ہیں وہ سب گمراہ، گمراہ گر اور جہنمی ہیں۔

اس تشریح کے بعد اہلسنت کے نمائندہ نے دعویٰ اور تشریح کے کاغذ پر دستخط کردیا پھر غیر مقلدین کے نمائندہ مولوی صفی الرحمٰن نے مناظرے کی منظوری کا دستخط کردیا، یعنی غیر مقلد نمائندے نے اس موضوع پر مناظرے کی آمادگی کا دستخط کر کے درج ذیل فیصلہ دے دیا۔

(۱) مولوی اسماعیل دہلوی غیر مقلدین کا پیشوا ہے۔

(۲) اسماعیل دہلوی کو پیشوا ماننا ان کے نزدیک گمراہی نہیں ہے۔

(۳) اسماعیل دہلوی کے اقوال اور کتابیں غیر مقلدین کے نزدیک معتبر ہیں، کیونکہ کسی کو ماننا دراصل اس کی باتوں کو اپنے عقیدے وعمل کے لیے معیار بنانا ہے۔

(۴) اگر مولوی اسماعیل دہلوی کا گمراہ، گمراہ گر اور جہنمی ہونا ثابت ہو جائے تو ان کے ماننے والے غیر مقلدین کی گمراہی ثابت ہو جائے گی۔

مورخہ ۲۲/جولائی ۱۹۷۸ء کو جب فریقین باقی شرائط کے لیے جمع ہوئے تو پہلی شرط یہ زیر غور آئی کہ مولوی صفی الرحمٰن نے تشریح دعویٰ کیا ہے، لہٰذا ان سے دعویٰ کی تشریح کرانے کا حق ملنا چاہیے، لیکن غیر مقلدین نمائندوں کو پہلے ہی مولوی صفی الرحمٰن پٹی پڑھا چکے تھے کہ یہ شرط کسی طرح تسلیم نہ کرنا، لہٰذا گھنٹوں کی بحث کے بعد تشریح دعویٰ کا مطالبہ بدل کر شرائط میں یہ لکھا گیا کہ فریق دوم کو جو اعتراض بھی کرنا ہوگا کرے گا۔

شرط نمبر ۸/ پر بحث کے دوران مولوی شمس الحق اور تمام حاضرین غیر مقلدین نے یہ کہا کہ ہمارے اہل حدیث علما کا قول ہم پر حجت نہ ہوگا، مناظر اہلسنت نے کہا کہ ہر جماعت کے علما ہی اپنی جماعت کے ترجمان ہوتے ہیں، اس لیے آپ اپنے علما کے اقوال سے گریز نہیں کر سکتے، اگر ان کا کوئی قول آپ کو تسلیم نہ ہو تو کم از کم آپ اسے غلط قرار دیں۔

مناظر اہلسنت نے علمائے غیر مقلدین سے یہ بھی کہا کہ آپ کی نظر میں آپ کے علما جب اس درجہ نا قابل اعتماد ہیں تو شرائط مناظرہ طے کرنے سے کیا حاصل ہوگا، کل مناظرہ کے دوران آپ کی جماعت کا مناظر کہہ سکتا ہے کہ ہمارے علما کا قول ہم پر حجت نہیں ہے، لہٰذا ہم ان شرائط کے پابند نہیں ہیں، اسی طرح مناظرہ ہونے کے بعد بھی آپ کی جماعت یہی کہے گی کہ ایک اہل حدیث کی بحث ہے جو ہم پر حجت نہیں ہے۔

علمائے غیر مقلدین اس کا جواب نہ دے سکے، البتہ مولوی شمس الحق اور مولوی صفی الرحمٰن بیک زبان بولے کہ گردن کٹ سکتی ہے لیکن ہم اپنے علمائے اہل حدیث کے اقوال کو اپنے خلاف استعمال نہ ہونے دیں گے اور نہ ہم ان پر غلطی کا حکم لگانے کا وعدہ کریں گے۔

تمام حاضرین نے محسوس کر لیا کہ یہ علما اپنے اکابر کی گمراہی پر اس حد تک یقین

رکھتے ہیں کہ ان کے اقوال کی صفائی دینے سے بھی عاجز ہیں اور انھیں یہ بھی یقین ہے کہ غیر مقلد اکابر کا قول اگر پیش کیا گیا تو پوری جماعت کی گمراہی بے نقاب ہو جائے گی، دبے انداز میں ان مولویوں نے یہ بھی اشارہ کر دیا کہ اگر اہلسنت نے ان کی شرط تسلیم نہ کی تو یہ غیر مقلدین مناظرہ نہ کریں گے، لہٰذا سنی ممبران نے اپنے مناظر کو مشورہ دیا کہ اگر زیادہ حرج نہ ہو تو یہ شرط منظور کر لی جائے تا کہ کسی طرح مناظرہ ہو جائے، لہٰذا ہمارے مناظر نے یہ شرط منظور کر لی لیکن مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں کسی طرح غیر مقلد کو پابند کر لیا۔

شرط نمبر ۷ کی رو سے اہلسنت و جماعت پر فقہ حنفی کی کتب معتبرہ کے اقوال راجحہ مفتی بہا حجت ہوں گے لیکن غیر مقلد مناظر نے اہلسنت کیخلاف جو عبارتیں بھی نقل کیں ان کے راجح و مفتی بہا ہونے کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔

یہ شرط اہلسنت کی حقانیت پر روشن دلیل ہے کہ اہلسنت اپنے اکابر پر اعتماد رکھتے ہیں اور انھیں عین حق مانتے ہیں اور ان کے بارے میں گمراہی سے محفوظ ہونے کا اعتقاد بھی رکھتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ ان کی پیروی کرتے ہوں اور ان کی کتابوں پر اعتماد نہ رکھتے ہوں۔

اس شرط میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ فقہ کی کتابوں میں جو فرعی مسائل مذکور ہیں ان میں صرف راجح اور مفتی بہ اقوال قابل اعتماد ہیں اور مرجوح اقوال پر نہ فتویٰ ہوتا ہے اور نہ انھیں بطور حجت استعمال کیا جا سکتا ہے، چنانچہ فقہا نے یہ تصریح فرمائی ہے **الفتیا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع۔**

غیر مقلدین نے اپنے علما کے تمام اقوال بلا استثنا نا قابل اعتماد ٹھہرا دیے خواہ اجتہادی ہوں یا اعتقادی، حق ہوں یا باطل۔

مناظر اہلسنت نے اپنی فقہ کے صرف اجتہادی مسائل کے بارے میں یہ قید رکھی ہے کہ مفتی بہ اقوال حجت ہوں گے، لیکن جن اقوال میں خطائے اجتہادی ظاہر ہو گئی ہو

تو وہ اقوال نہ تو حجت ہوں گے اور نہ ان کی بنا پر کسی فسق یا گمراہی کا فتویٰ ان پر لگ سکتا ہے، حدیث صحیح میں ارشاد ہے کہ اگر مجتہد سے خطا ہو جائے تو بھی اس کو ایک اجر ملے گا، خطائے اجتہادی اگر گمراہی ہوتی تو اس پر ثواب کیوں ملتا؟۔

لیکن غیر مقلدوں نے احکام قطعیہ میں بھی اپنے علما کے اقوال ومسائل کو نا قابل اعتماد ٹھہرا کر یا تو اپنی گمراہی کا اعتراف کر لیا ہے یا ان غیر مقلدین پر اپنے اکابر کی گمراہی واضح ہو چکی ہے، ہاں اگر غیر مقلدین نے صرف اجتہادی مسائل میں سے ان بعض مسائل کو نا قابل اعتبار کہا ہوتا جس میں انھیں اپنے اکابر کی خطائے اجتہادی نظر آئی تھی تو یہ شرط کسی قدر معقول ہوتی۔

یہ عجیب بات ہے کہ تمام غیر مقلدین اپنے علما سے احکام ومسائل لیتے ہیں، ان کی کتابیں پڑھتے ہیں اور ان کے مطابق عمل واعتقاد بھی رکھتے ہیں لیکن انھیں عقائد و اعمال کی بنا پر جب غیر مقلدین پر کوئی حجت قائم کی جائے تو سب کچھ گول کر جاتے ہیں، جب ان کے اکابر کی باتیں اور کتابیں آپ کے نزدیک قابل اعتماد نہیں ہیں تو ان پر عقیدہ وعمل کیوں جاری ہے اور اگر آپ کے خیال میں وہ قابل اعتبار ہیں تو ان کی روشنی میں آپ کے مذہب کی خرابی کیوں نہ ظاہر کی جائے۔

شرط ۸ر پیش کر کے غیر مقلدین نے اپنے مذہب کو کئی حیثیتوں سے باطل قرار دیا ہے، اکابر غیر مقلدین کے اقوال میں اللہ عزوجل کی وحدانیت اس کی ذات وصفات پر ایمان لانے کا ذکر بھی ہے اور رسول مکرم کی رسالت اور بعض ضروریات دین کی تصدیق بھی شامل ہے، یہ غیر مقلدین جب اپنے اکابر کا کوئی قول لائق حجت نہیں مانتے تو گویا انھوں نے ضروریات دین اور اجماعی باتوں کو بھی نا قابل اعتبار سمجھا ورنہ وہ ہماری طرح یہی کہتے کہ راجح ومعتمد اقوال کے سوا کسی چیز کا اعتبار نہ ہوگا۔

شرط ۸ر سے ثابت ہوتا ہے کہ خود غیر مقلدین کی نگاہ میں ان کے اکابر کی عبارتیں گمراہ کن ہیں، کسی مذہب کے بطلان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس مذہب کے

وہ اپنے اکابر کو ساقط الاعتبار سمجھتے ہیں۔
اس شرط سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ کسی اہل حدیث عالم کا قول ساقط اعتبار بلکہ گمراہ کن ہونے کے باوجود اس عالم کو جماعت اہل حدیث سے خارج نہیں کرسکتا اور اس کی ہزار گمراہی کے بعد بھی جماعت اہل حدیث اسے اپنا عالم و پیشوا بھی مانتی رہے گی، حالانکہ قرآن وحدیث میں گمراہوں کی اقتدا کو گمراہی قرار دیا گیا ہے، اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ (پ ۵، سورہ نسآء، آیت ۱۴۰) اور گمراہی اختیار کرنے والوں کو جماعت سے خارج کرنے کا حکم ہے۔
جماعت غیر مقلدین اپنے علما کے اقوال کو حجت مانے یا نہ مانے لیکن ان کے اقوال پر کوئی حکم لگانا ہی پڑے گا، کیا غیر مقلدین کا فتویٰ صرف اہلسنت پر لاگو ہوتا ہے اور وہ اپنے علما کو معصوم سمجھتے ہیں اگر چہ وہ کفریات بکتے رہیں اگر ایسا ہے تو پوری جماعت کی گمراہی کے لیے یہی ایک دلیل کافی ہے۔
شرائط مناظرہ طے کرتے وقت اہلسنت کے معقول مطالبات کے آگے غیر مقلد مولویوں کا عاجز آنا محسوس کرکے بجرڈیہہ کے دو غیر مقلدین اپنے اہل وعیال سمیت غیر مقلدیت سے توبہ کرکے سنی ہوئے۔

مناظرہ کے چار دن

غیر مقلدین نے اپنا بھرم رکھنے کو اگر چہ مناظرہ طے کرلیا تھا، لیکن انھیں اس میں اپنی موت صاف نظر آرہی تھی، اسی لیے انھوں نے پہلے تو فریب کاریوں سے ۱۹؍اکتوبر سے ہونے والے مناظرے کے پرمیشن کو کینسل کروایا پھر حسب شرائط دوسرے پرمیشن کے لیے مشترکہ کوشش کرنی تھی جس سے وہ گریز کرتے رہے بلکہ اس میں مختلف رکاوٹیں بھی پیدا کیں، پرزور سفارشوں کے بعد دوبارہ زبانی پرمیشن ملا، اور ۱۹؍اکتوبر کو فریقین بجرڈیہہ کے تکیہ میدان میں جمع ہوئے، لیکن عین وقت مناظرہ حکام

نے پرمیشن منسوخ کردیا۔ اور اہلسنت نے جب اس سلسلے میں کافی اصرار کے ساتھ اپیل کی تو حکام نے یہ بتایا کہ آپ کا فریق مخالف فساد کے اندیشے سے پرمیشن منسوخ کرنے کی ہم سے اپیل کر چکا ہے اس لیے حکام مناظرے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

پھر جب اہلسنت نے غیر مقلد نمائندوں پر مشترکہ پرمیشن حاصل کرنے کے لیے دباؤ ڈالا تو آمادہ ہو گئے لیکن کھلے میدان میں مناظرہ نہ ہونے کی پرفریب جدو جہد کرتے رہے، الحاصل بڑی کدو کاوش کے بعد حکام اس شرط پر پرمیشن دینے کے لیے راضی ہوئے کہ مناظرہ کارپوریشن ہال میں ہوگا، جس میں کمیٹی اور علما کے علاوہ ہر فریق کے ۳۰، ۳۰ر افراد کو داخلے کی اجازت ہوگی، یعنی شروع ہی سے غیر مقلدوں نے شرائط کی کئی خلاف ورزیوں کا ارتکاب کیا۔

(۱) حاصل شدہ پرمیشن کو کینسل کرانے کی کوشش۔

(۲) دوبارہ مشترکہ پرمیشن کے حصول میں رکاوٹیں ڈالنا۔

(۳) کھلے میدان میں مناظرہ ہونے کے بجائے بند کمرے میں مناظرے کی جان توڑ کوشش۔

(۴) عوام پر پابندی عائد کرانے کی بھرپور کوشش کہ وہ مناظرہ گاہ میں داخل نہ ہوسکیں۔

بہر حال کارپوریشن ہال میں مناظرہ کا انتظام پولیس کی نگرانی میں ہوا، مورخہ ۲۳ر اکتوبر سے ۲۶ر اکتوبر تک یہ سلسلہ جاری رہا، سنی مناظر حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری تھے اور غیر مقلدوں کی طرف سے مولوی صفی الرحمٰن اعظمی مناظر مقرر ہوئے، طے شدہ شرائط کے مطابق پہلے غیر مقلدین کے پیش کردہ موضوع پر مناظرہ شروع ہوا، اس موضوع پر فریقین کی جانب سے پانچ پانچ تحریریں پیش ہوئیں۔

کوائف مناظرہ کا اجمالی خاکہ

علما کی طے کردہ شرائط کی دفعہ اول یہ تھی ”مناظرہ تحریری ہوگا“ اور پرچوں کی

کوئی تعداد مقرر نہ ہوگی، تاوقتیکہ مناظرہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچ جائے، تحریری سوال وجواب کا سلسلہ جاری رہے گا، اس شرط کے مطابق مناظرہ کے تیسرے دن ۲۵/ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو مناظر اہلسنت نے وقت مقررہ پر موضوع اول سے متعلق اپنی پانچویں تحریر پیش کردی اس بناپر کہ موضوع اول کے مباحث ابھی نامکمل تھے اور متواتر دودن کے طویل وقفہ میں غیر مقلد مناظر شرک کی اپنی خود ساختہ تعریف پر مناظر اہلسنت کے اعتراضات کے جوابات نہ دے سکا تھا اور عبادت تک کی صحیح تعریف نہ کرسکا تھا، اس لیے مذکورہ بالا شرط کی رو سے اسی موضوع پر بحث جاری رکھنا ضروری تھا مناظر اہلسنت کا یہ پانچواں پرچہ غیر مقلد مناظر نے لے بھی لیا، گویا اس طرح موضوع اول ہی پر مناظرہ کا سلسلہ جاری رہا، منقطع نہیں ہوا، اور اسی روز فریقین کی مناظرہ کمیٹی نے آپس میں یہی طے بھی کیا تھا کہ مناظرہ جس موضوع پر جاری ہو جاری رہے گا، لیکن غیر مقلد مناظر نے دس منٹ تحریر پڑھنے کے بعد یہ اندازہ کرلیا کہ یہ تحریر ہمارے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگی، اس کو واپس کردیا اور کہا کہ آج مناظرہ دوسرے موضوع پر ہوگا، اہلسنت کے صدر مناظرہ حضرت مجاہد ملت نے کہا کہ ہمارا یہ پرچہ شرائط مناظرہ کے مطابق ہے اور آپ نے اسے لے بھی لیا ہے تو اب مکرنے اور مناظرہ میں تعویق پیدا کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں ہے، اس پر غیر مقلدین نے ہنگامہ کی کیفیت پیدا کردی، آخر کار پولیس حکام اور مناظرہ کمیٹی کو مداخلت کرنی پڑی ارکان کمیٹی نے یہ کہا کہ اس معاملہ کو ہم لوگ تنہائی میں بیٹھ کر خود ہی طے کرلیں، چنانچہ دونوں فریق کے ارکان کمیٹی بیٹھے اور اس مجلس میں اہلسنت نے یہ زور دیا کہ ادھوری بحث سے مناظرہ کا کوئی حاصل نہیں ہے یہ آپ لوگوں کا موضوع ہے اس پر تو آپ لوگوں کو مناظرہ جاری رکھنے کے لیے بخوشی تیار رہنا چاہیے، لیکن غیر مقلدین کے شرپسند عوام بھی محسوس کرچکے تھے کہ ہمارے مولویوں کا دم خم نکل چکا ہے۔
اگر اس پر بحث جاری رہی تو غیر مقلدیت کا جنازہ نکل جائے گا اور ہم لوگ کہیں

منہ دکھانے کے لائق بھی نہ رہیں گے، اسی لیے وہ اڑ گئے کہ مناظرہ پہلے موضوع پر نہ ہوگا بلکہ دوسرے موضوع پر ہوگا، اسی لیے

حسب ذیل امور مناظرہ کمیٹی کے اتفاق رائے سے

۲۵ر اکتوبر کو کارپوریشن ہال کی ایک نشست میں طے پائے، آج فریق دوئم کے موضوع پر مناظرہ شروع ہوگا اور کل ۲۶ر اکتوبر بارہ بجے دن تک چلے گا، اس کے بعد فریق دوئم کا موضوع ختم ہو جائے گا۔

۲۴ر اکتوبر کے فریق اول کے پرچہ کا جواب فریق دوئم وقت مقررہ یعنی دو بجے دن تک چلے گا، اگر حکام ضلع ۲۵ر تاریخ کے مناظرہ کے وقت میں توسیع کر دیں گے تو فریق دوئم کے موضوع پر بحث ہوگی۔

نمائندگان اہلسنت وجماعت

محمد حنیف، دوست محمد، عدالستار، محمد سعید، محمد رمضان، قاری کمال الدین۔

نمائندگان اہل حدیث

حاجی محمد یعقوب، حاجی محمد قاسم، عبدالوحید، نورالحسن، عبدالرحیم، حکیم محمد حنیف۔

اس نئے پروگرام کے مطابق مناظر اہلسنت نے اپنا پہلا پرچہ جب غیر مقلدین کے پاس بھیجا تو انھوں نے اسے لے کر وصولیابی کے دستخط سے انکار کر دیا اور بہانہ یہ تراشا کہ اتنے تھوڑے وقت میں اتنا لمبا پرچہ نہیں لکھا جا سکتا اور شرائط میں یہ طے ہے کہ ہر پرچہ اسٹیج ہی پر لکھا جائے، اس کا جواب مناظر اہلسنت نے یہ دیا کہ مناظرہ کے مقررہ وقت ۸ر بجے صبح سے ہم اس اسٹیج پر بیٹھے ہیں اور اسی دوران ہم نے یہ تحریر اسی اسٹیج پر تیار کی ہے، شرائط کی خلاف ورزی کا جھوٹا الزام لگانا

مناظرہ میں رکاوٹ پیدا کرنا ہے اور صبح سے اب تک آپ لوگ کسی طرح وقت رائیگاں کررہے ہیں، آدھ گھنٹہ مزید ضائع ہونے کے بعد مناظرہ کمیٹی نے باہمی مشورہ سے یہ تصفیہ کیا کہ یہ تحریر جائز ہے لہٰذا اسے قبول کرکے مناظرہ جاری رکھا جائے، درحقیقت یہ لوگ مناظر اہلسنت کے عائدکردہ الزامات کی صفائی دینے سے عاجز تھے جس پر پردہ ڈالنے کے لیے انھوں نے یہ ایک حیلہ تراشا تھا تاکہ اسی طرح آج کا وقت ختم ہوجائے اور رات بھر میں سوچ سمجھ کر جان بچانے کی کوئی نئی تدبیر نکالی جائے، چنانچہ یہی ہوا۔

اس دوسرے موضوع پر فریقین کی جانب سے دو، دو تحریریں پیش کی گئیں، آخری تحریر غیر مقلد مناظر کی تھی اس میں بھی انھوں نے حسب عادت پرفریب چال چلی۔
اولاً یہ کہ جواب کافی تاخیر سے دیا، ثانیاً یہ کہ رفتار خواندگی بڑی سست تھی ایسا لگتا تھا کہ زندگی میں تحریر پڑھنے کا یہ پہلا اتفاق ہے، اس پر مستزاد یہ کہ وقت کاٹنے کے لیے جناب بار بار پانی نوش فرمارہے تھے اور بدحواسی کا یہ عالم تھا کہ کھڑے ہی کھڑے پانی پینا شروع کردیا تھا، انھیں کے ایک مولوی نے بیٹھ کر پانی پینے کو کہا، بہرحال تحریر اسی سست رفتاری سے سناتے رہے حتیٰ کہ وقت ختم کردیا تاکہ اہلسنت کو جواب کا موقع نہ مل سکے، لیکن مناظر اہلسنت نے غیر مقلد مناظر کی تحریر ملنے کے بعد بھی جوابی تحریر تیار کرلی لیکن انھیں سنانے کا وقت نہیں دیا گیا۔

اس کے بعد پہلے موضوع کی پانچویں تحریر جس کی خواندگی حسب قرارداد باقی تھی پڑھ کر سنائی گئی، ابھی پوری تحریر پڑھی بھی نہ گئی تھی کہ صدر مناظرہ (غیر مقلدین کے) یہ کہہ کر پڑھنے سے روک دیا کہ وقت ختم ہوچکا ہے۔

دوران مناظرہ تمام حاضرین نے ہر موقع پر یہ محسوس کیا کہ غیر مقلدین از اول تا آخر مناظرہ میں رخنہ اندازی کررہے ہیں، ان کا صدر مناظرہ کئی طرح کی بے اصولی اور ہٹ دھرمی پر تل آتا جس کی وجہ سے خواہ مخواہ وقت برباد ہوتا۔

بہر حال کسی طرح چار روز میں دو موضوعات پر مناظرہ ہو گیا اور مناظرہ تقریباً اپنے آخری مرحلہ تک پہنچ بھی گیا، لیکن مناظر اہلسنت یہ چاہتے تھے کہ یہ مناظرہ اس آخری منزل تک پہنچا دیا جائے کہ غیر مقلدین ہمیشہ کے لیے بالکل ہی لاجواب ہو جائیں لیکن اہلسنت کے اصرار پیہم کے باوجود غیر مقلدین توسیع مناظرہ سے انکار کرتے رہ گئے۔

حالانکہ غیر مقلدین کا یہ انکار، شرائط مناظرہ کی دفعہ اول کے بالکل خلاف تھا۔

فقط والسلام

محمد نثار الدین قادری

(بجرڈیہہ بنارس)

۲۳ر جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

موضوع مناظرہ

منجانب اہلسنت وجماعت برائے مناظرہ درمیان اہلسنت وجماعت
وغیر مقلدین بجرڈیہہ ضلع بنارس

"آج کل کے غیر مقلدین گمراہ، گمراہ گر اور جہنمی ہیں"

"آج کل" کی تشریح طلب کے بعد یہ ذکر کر رہا ہوں کہ محاورۂ اردو میں آج کل جس معنی میں مستعمل ہے وہی معنی مراد ہے، یعنی زمانۂ حاضرہ، اس کے مصداق اسمٰعیل دہلوی کے زمانے سے ان کے ماننے والے تمام غیر مقلدین مراد ہے۔

بعد طلب تشریح، غیر مقلدین کا معنی یہ ذکر کر رہا ہوں کہ وہ فرقہ جو آج کل اپنے آپ کو اہل حدیث کا نام دیتا ہے۔

"یہ موضوع اہلسنت وجماعت کا دعویٰ ہے"
دستخط نمائندہ علمائے اہلسنت وجماعت
ضیاء المصطفیٰ قادری عفی عنہ خادم دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور
شب ۸/ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ

فریق اہل حدیث اس موضوع پر مناظرہ کرنے کے لیے تیار ہے۔
صفی الرحمٰن الاعظمی نمائندہ اہل حدیث۔ ۱۵/ جولائی ۱۹۷۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موضوع مناظرہ منجانب فریق اہل حدیث موضوع بجرڈیہہ بنارس

"مناظرہ کا موضوع بحث وسیلہ مروجہ ہوگا"

وسیلۂ مروجہ کا مطلب یہ ہے کہ اہل قبور (انبیا، اولیا، پیروں اور شہیدوں وغیرہ) کو مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لیے پکارنا، ان سے مدد چاہنا، مرادیں مانگنا مثلاً اولاد، روزی اور شفا وغیرہ مانگنا اپنی فتح اور دشمن کی شکست کی التجا کرنا، اپنی بگڑی بنانے کی گزارش کرنا، ان کے لیے نذر ماننا، ان کے نام پر جانور ذبح کرنا، ان کے جلال سے ڈر کر اور ان کو راضی اور خوش کرنے کے لیے ان کی قبروں کے سامنے نہایت ہی تعظیم کے ساتھ کھڑا ہونا، جھکنا، سجدہ کرنا، قبروں پر چڑھاوے چڑھانا (مثلاً حلوہ، بتاشہ، چادر، پھول وغیرہ) چراغ جلانا، اگربتی اور خوشبو جلانا وغیرہ وغیرہ، اور ان افعال کے ساتھ یہ تصور کہ ان انبیا، اولیا اور پیروں وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی غیبی اور اسباب سے بالاتر روحانی قوت دے رکھی ہے کہ یہ لوگ اس قوت کے ذریعہ ہماری مرادیں خود پوری کر دیتے ہیں یا اللہ سے منوا کر پوری کرا دیتے ہیں، اہل حدیث کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ مذکورہ بالا وسیلہ مجموعی طور پر شرک ہے مذکورہ بالا عقیدے کے تحت اوپر جتنے افعال ذکر کیے گئے ہیں سب شرک ہیں اور اس شرک کا مرتکب مشرک ہے۔

"مذکورہ بالا موضوع فریق اہل حدیث کا دعویٰ ہے"

صفی الرحمٰن الاعظمی ۱۵؍جولائی ۱۹۷۸ء

ہم اہلسنت و جماعت مذکورہ بالا موضوع پر مناظرہ کے لیے تیار ہیں۔

ضیاء المصطفٰے قادری عفی عنہ ۸؍شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ

شرائط مناظرہ

آج بتاریخ ۱۴ر جولائی ۱۹۷۸ء بروز جمعہ دس بجے دن تشکیل شدہ مناظرہ کمیٹی کا اجلاس برمکان جناب حاجی گلشن صاحب منعقد ہوا، جس میں حسب ذیل امور اتفاق رائے سے طے پایا۔

(۱) یہ کہ کمیٹی میں فریقین کی جانب سے دو، دو ممبران کا اضافہ کردیا جائے تاکہ معاملات طے کرنے، سمجھنے میں آسانی ہو۔

نمائندگان اہل حدیث

۱۔ جناب حاجی محمد عمر صاحب۔ ۲۔ جناب عبدالرحیم صاحب

نمائندگان اہلسنت

۱۔ جناب محمد سعید صاحب ۲۔ جناب قاری کمال الدین صاحب

(۲) یہ کہ سوال مناظرہ تحریری ہوگا، مناظر اس کو عوام میں خود سنائے گا، مگر سنانے والے کو کسی قسم کی تشریح واضافہ کا اختیار نہ ہوگا۔

(۳) جواب مناظرہ بھی تحریری ہوگا، اس کو بھی مناظرین عوام کو سنائیں گے، سنانے والے کو اس میں بھی کسی قسم کا اضافہ وتشریح کا اختیار نہ ہوگا۔

(۴) سوال وجواب مناظرہ کا وقت پینتالیس منٹ کا ہوگا اور بوقت ضرورت فریقین **باجازت صدر ۱۵ر منٹ کا وقت مزید حاصل کرسکتے ہیں۔**

(۵) مناظرہ ۱۶؍ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹؍اکتوبر ۱۹۷۸ء سے روزانہ صبح آٹھ بجے سے شروع ہوکر ۱۲؍بجے دن تک ہوگا اور دو بجے دن سے شروع ہوکر سوا چار بجے شام تک چلے گا۔

(۶) جائے مناظرہ کے لیے بجرڈیہہ کا تکیہ کا میدان تعین کیا گیا جو مدرسہ حنفیہ غوثیہ کے پچھّم جانب ہے۔

(۷) مناظرہ گاہ کے اخراجات مثلا لاوڈ اسپیکر و دیگر اخراجات فریقین برداشت کریں گے اور علمائے کرام کے اخراجات اپنا اپنا برداشت کریں گے۔

(۸) مناظرہ گاہ میں دو اسٹیج ہوں گے دونوں اسٹیج کے درمیان بیس فٹ کی جگہ ہوگی۔

(۹) مناظرہ کا کوئی حَکَم نہ ہوگا البتہ فریقین (مناظرین) کے جو تحریری سوال و جواب دونوں صدر کو موصول ہوں گے ان کو بعد مناظرہ شائع کیا جائے گا، طباعت کا خرچ فریقین مساوی طور پر برداشت کریں گے۔

☆☆☆

وہ شرائط جو علمائے کرام کے مابین طے ہوئے ہیں

(۱) مناظرہ تحریری ہوگا اور پرچوں کی کوئی تعداد مقرر نہ ہوگی تاوقتیکہ مناظرہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچ جائے، تحریری سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہے گا۔

(۲) دلیل صرف قرآن واحادیث صحیحہ وحسان مرفوعہ ثابتہ اور اجماع امت اور ایسے قیاس شرعی سے دینی ہوگی جو قیاس اوپر تینوں چیزوں سے ٹکراتا نہ ہو، احادیث میں مرفوع حکمی جو اقوال صحابہ غیر اجتہادیہ ہوتی ہیں حجت ہوں گی۔

(۳) ضعیف اور غیر مقبول روایت پیش کرنے کا کسی کو حق نہ ہوگا۔

(۴) ہر حدیث کے ساتھ اس کی سند بھی پیش کرنی ہوگی یا طلب کرنے پر اصل کتاب میں سند فوراً دکھلانی ہوگی، اسی طرح دیگر حوالے بھی دکھلانے ہوں گے۔

(۵) احادیث کی صوت وحسن وضعیف جانچنے کے لیے اصول حدیث کی کتابیں مثلا نزہۃ النظر اور اس کی شرح ملا علی قاری کی، مقدمہ ابن صلاح، فتح المغیث سخاوی اور دوسری کتابیں جن پر فریقین متفق ہوں، معتبر ہوں گی۔

(۶) احادیث میں ثبوت تعارض ورفع تعارض کے سلسلے میں اہل حدیث کے خلاف اصول حدیث سے حجت قائم ہوگی اور احناف کے خلاف اصول بزدوی اور محدثین میں امام طحاوی (رحمۃ اللہ علیہ) وعلامہ عینی، ابن ترکمانی اور علامہ عبدالحق محدث دہلوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے وہ اقوال حجت ہوں گے جوانھوں نے اپنی کتابوں میں بطور مذہب بیان کیا ہو نہ کہ التزام خصم کے لیے۔

(۷) اہل سنت و جماعت پر معتبر کتب احناف مثلاً ہدایہ وشرح ہدایہ، بحرالرائق، کنزالدقائق، درمختار، ردمحتار، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ بزازیہ، فتاویٰ تاتارخانیہ وغیرہ متداول کتابوں کے اقوال راجحہ مفتی بہا حجت ہوں گے۔

(۸) اہل حدیث کے خلاف حجت صرف قرآن مجید احادیث صحیحہ وحسن مرفوعہ ثابتہ اور اجماع امت وقیاس شرعی حسب تصریحات بالا سے قائم کی جاسکتی ہے، کسی بھی اہل حدیث عالم کا قول ان کے خلاف بطور حجت پیش نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس قول کی بنا پر جماعت اہل حدیث پر کوئی حکم شرعی لگایا جاسکتا ہے۔

(۹) ہر تحریر اسٹیج پر ہی ہر فریق کا مناظر لکھے گا یا املا کرائے گا، پھر اپنے اور صدر سے دستخط کرا کر فریق ثانی کو دے گا، اس کے بعد پڑھ کر مجمع کو سنائے گا۔

(۱۰) ہر مناظر اپنی تحریر کی ایک کاربن کاپی پر فریق ثانی کے مناظر وصدر کے دستخط وصولیابی کرا کے اپنے پاس رکھے گا اور اصل کاپی ان کے حوالے کرے گا۔

وہ شرائط جو ۲۲؍ جولائی ۱۹۷۸ء کو برمکان حاجی سلامت اللہ طے پایا

(۱) فریق اول جماعت اہل حدیث ہوگی، فریق دوئم سنی حنفی مسلک کے لوگ

ہوں گے، پہلے فریق اول اپنا طے شدہ دعوی مع دلیل پیش کرے گا، فریق دوئم کو جو بھی اعتراض کرنا ہوگا کرے گا، پھر اسی طرح چلتا رہے گا، اسی موضوع پر مناظرہ پورا ہونے کے بعد فریق دوئم کا طے شدہ دعویٰ پر مذکورہ بالا قاعدے کے مطابق مناظرہ ہوگا۔

(۲) مناظرہ چار یوم چلے گا، دونوں فریق کے موضوع پر دو، دو یوم مناظرہ ہوگا، اگر فریق اول کے موضوع پر مناظرہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچے تو توسیع کا حق مناظرہ کمیٹی کو ہوگا، اور فریق دوئم کے موضوع کے دو دن محفوظ رہیں گے، اگر فریق دوئم کے موضوع پر بھی مناظرہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچے تو وقت کی توسیع کا حق مناظرہ کمیٹی کو ہوگا۔

(۳) ہر فریق کے ذمہ دار حضرات ایک دوسرے کو امن وامان برقرار رکھنے کے لیے تحریری ضمانت دیں گے۔

(۴) تاریخ اور وقت مقررہ پر مناظرہ گاہ میں جو فریق اپنے مناظر علما کے ساتھ نو بجے تک مناظرہ گاہ میں نہیں آئے گا وہ دوسرے فریق کو بطور حرجانہ پانچ ہزار روپیہ فوراً ادا کرے گا۔

(۵) ہر فریق کے اسٹیج کا ایک صدر ہوگا جو اپنے فریق کے لوگوں پر کنٹرول رکھے گا کہ وہ خلاف شرائط کوئی کام نہ کریں، نیز فریق ثانی کی جماعت کی طرف سے کوئی بات شرائط مناظرہ کے خلاف سرزد ہوگی تو اس فریق کے صدر سے مواخذہ ہوگا۔

(۶) ہر فریق کو اختیار ہوگا کہ عین موقع پر اپنے کسی منتخب عالم کو بطور مناظر مناظرہ کے لیے پیش کرے۔

(۷) ہر مناظر کو اس کی پابندی ضروری ہوگی کہ حکم شرعی کے علاوہ کوئی دل آزار الفاظ استعمال نہ کرے۔

(۸) مناظرہ انھیں طے شدہ موضوع پر ہوگا جو دونوں جماعت کے علمائے کرام کے

سامنے طے ہو چکا ہے۔

(۹) کسی جماعت کے شخص واحد کا کسی بات سے اختلاف کرنا یا اپنی ذاتی رائے پیش کرنا مسموع نہ ہوگا۔

(۱۰) مناظرہ حسب اصول کتب مناظرہ ہوگا۔

(۱۱) اختتام مناظرہ سے قبل سوائے انعقاد مناظرہ کے مناظرہ سے متعلق کوئی اشتہار نہیں نکالے گا اور نہ سوائے اعلان مناظرہ کے کوئی اعلان کرے گا، اگر کسی فریق نے اس کی خلاف ورزی کی تو اس کو پانچ ہزار روپیہ جرمانہ دینا ہوگا۔

(۱۲) اگر کسی فریق کا پرچہ وقت مقررہ سے پہلے تیار ہو جائے گا تو وہ وقت مقررہ معینہ کا انتظار نہیں کرے گا، بلکہ وہ پرچہ بذریعہ صدر فریق ثانی کے حوالے کر دے گا۔

(۱۳) مندرجہ بالا جرمانہ کا روپیہ دینے کے ذمہ دار اہلسنت و جماعت کی طرف سے جناب حاجی محمد رمضان صاحب ہوں گے، اور اہل حدیث کی طرف سے روپیہ دینے کے ذمہ دار جناب حاجی محمد یعقوب صاحب ہوں گے۔

(۱۴) مناظرہ کمیٹی کے فریق کے ممبران سٹی مجسٹریٹ یا کلکٹر یا جو اس کا مجاز ہوگا، مشترکہ درخواست کے ذریعہ مناظرہ کا اجازت نامہ حاصل کریں گے۔

قوانین مندرجہ بالا کے ہم فریقین پوری طرح سے پابند رہیں گے اور اس میں اگر کسی کی طرف سے کوئی پہلو تہی یا خلاف ورزی ہوگی تو وہ قابل سماعت نہ ہوگی۔

نمائندگان اہلسنت و جماعت

(۱) جناب حاجی محمد رمضان صاحب
(۲) جناب محمد سعید صاحب
(۳) جناب عبدالستار صاحب
(۴) جناب حاجی شمس الدین صاحب
(۵) جناب دوست محمد صاحب
(۶) جناب محمد حنیف صاحب
(۷) جناب قاری کمال الدین صاحب

نمائندگان اہل حدیث

(۱) جناب حاجی محمد یعقوب صاحب
(۲) جناب حاجی محمد قاسم صاحب
(۳) جناب عبدالوحید صاحب
(۴) جناب حکیم محمد حنیف صاحب
(۵) جناب نورالحسن صاحب
(۶) جناب عبدالرحیم صاحب
(۷) جناب حاجی محمد عمر صاحب

الگ روداد چھپوانے کی ضرورت کیوں؟

حضرات شرائط نمبرا کے دفعہ نمبر۹ کے مطابق فریقین (مناظرین) کے تحریری سوال و جواب دونوں صدر کو موصول ہوں گے، ان کو بعد مناظرہ شائع کیا جائے گا، طباعت کا خرچ فریقین مساوی طور پر برداشت کریں گے۔ ۲۶؍اکتوبر ۱۹۷۸ء کو مناظرہ ختم ہونے کے بعد غیر مقلد، مناظرہ کمیٹی کے ممبران کو مشترکہ میٹنگ بلانے کے لیے بار بار کہا جارہا تھا مگر آنا کانی سے کام لے رہے تھے، بمشکل تمام اکٹھا بیٹھنے پر پوچھا گیا کہ ابھی تو مناظرہ ختم نہیں ہوا ہے اس لیے کہ علمائے کرام کے مابین شرائط کے دفعہ نمبرا کے مطابق تاوقتیکہ مناظرہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچ جائے تحریری سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہے گا، تو اس کے لیے کون سی تاریخ مقرر کررہے ہیں اور ابھی جو مناظرہ ختم ہوا ہے اس کی روداد چھپوانے نہ چھپوانے میں کیا رائے ہے، تو ایک غیر مقلد بیٹھے بیٹھے لیٹ گیا اور کہا کہ ”مناظرہ ابھی نہیں بھیل ہوگا اب بس کرے بھائی صاحب بات کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا“۔

خیر بات یہاں تک پہنچی کہ دونوں طرف سے ایک ایک معزز ہستی پر یہ بات رکھ دی گئی کہ لوگ جو فیصلہ کردیں گے ہم لوگ مان جائیں گے، اس لیے ہماری طرف کی معزز ہستی جناب محمد سعید صاحب باریاران کی معزز ہستی جناب حکیم محمد حنیف کو اس بات

ـکے لیے بلاتے رہے کہ دونوں آدمی ایک جگہ بیٹھ کر کوئی فیصلہ کر کے دونوں فریق کے افراد کو بتادیا جائے، مگر آج تک نہ بیٹھنا تھا نہ بیٹھے اور حیلہ حوالی کرتے رہے، چونکہ ہر طرف سے روداد مناظرہ کی مانگ بے پناہ بڑھ گئی تھی اور سیکڑوں خطوط آرہے تھے اور غیر مقلد ہر طرف جلسہ جلوس کر کے بیچارے بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو گمراہ کرتے پھر رہے تھے، بایں وجوہ روداد مناظرہ الگ چھپوانے پر مجبور ہوئے، ہم اپنے عوام سے تاخیر اشاعت روداد کے معذرت خواہ ہیں۔

☆☆☆

تحریر نمبر (۱)

از:۔ غیر مقلدین

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَداً وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِنَ الذل نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ، ولا ندعو الا ایاہ ولا نستغیث الا بہ ولا نرکع ولا نسجد الا لہ و نکبرہ تکبیرا، والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل المرسلین وسید الاولین والآخرین محمد خاتم النبیین وقائد العز المحجلین، وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین، اللّٰھم انصر من نصر دین محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم واجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم۔

اما بعد

حسب قرارداد شرائط آج کا موضوع بحث وسیلۂ مروجہ ہے، وسیلۂ مروجہ کی تشریح جس پر مناظرہ کرنے کے لیے فریقین کے علما متفق ہو چکے ہیں، یہ ہے۔

وسیلۂ مروجہ کا مطلب یہ ہے کہ اہل قبور (انبیا، اولیا، پیروں اور شہیدوں وغیرہ) کو مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لیے پکارنا، ان سے مدد چاہنا[1]، مرادیں

---

[1] قرآن کریم نے غیر اللہ سے مدد چاہنے کا صریحاً حکم دیا ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ" (بقرہ:۱۵۳) "اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو" اور یہ تو نا خواندہ آدمی بھی جانتا ہے کہ نہ تو صبر اللہ ہے، نہ نماز، دونوں ہی غیر اللہ ہیں، اور .... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مانگنا مثلاً اولاد، روزی اور شفا وغیرہ مانگنا، اپنی فتح اور دشمن کی شکست کی التجا کرنا، اپنی بگڑی بنانے کی گزارش کرنا، ان کے لیے نذر ماننا، ان کے نام پر ذبح کرنا، ان کے جلال سے ڈر کر اور ان کو راضی وخوش کرنے کے لیے ان کی قبروں کے سامنے نہایت

(بقیہ حاشیہ ص ۲۹ کا) قرآن کریم نے ان سے مدد طلب کرنے کا حکم دیا ہے، اللہ عزوجل نے روز ازل انبیائے کرام کی روحوں سے اپنے آخری پیغمبر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے یہ عہد لیا "لَتُؤمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنصُرُنَّهٗ" (آل عمران: ۸۱) "تو تم ضرور ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا" ان کے علاوہ بھی آیتیں ہیں جو غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کے جواز پر بیّن دلیل ہیں، مشکوٰۃ شریف میں صحیح مسلم کے حوالے سے حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّةِ قَالَ اَوَغَیْرَ ذٰلِکَ، قُلْتُ هُوَ ذَاکَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْدِ" (مشکوٰۃ باب السجود وفضلہ ص: ۸۴) اس حدیث میں پوری صراحت کے ساتھ ہے کہ صحابی رسول حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے جنت مانگی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے زیادہ نوافل پڑھ کر مدد کرنے کی بات ارشاد فرمائی۔

مزید مناظر اہل سنت کی جوابی تحریروں میں اجمال وتفصیل کے ساتھ دلیلیں آرہی ہیں، کیا غیر مقلد مناظر اور محشی رزم حق وباطل ان سب کو شرک قرار دینے کی جرأت کریں گے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

یونہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لیے پکارنے کی خود تعلیم دی، جب آپ کی بارگاہ میں ایک نابینا صحابی آئے اور آنکھ کی روشنی کے لیے طالب دعا ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو ونماز کا انھیں حکم دیا اور یہ دعا تعلیم فرمائی "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی حَاجَتِیْ، اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ" اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے وسیلے سے جو رحمت والے نبی ہیں، یا محمد! میں تیرے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری کر دی جائے، اے اللہ! محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی سفارش تو میرے حق میں قبول فرما (المستدرک للحاکم جلد ۱ صفحہ ۵۱۹، ترمذی ابواب الدعوات) طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عثمان ابن حنیف فرماتے ہیں "وَاللّٰهِ مَا تَفَرَّقْنَا وَطَالَ بِنَا الْحَدِیْثُ حَتّٰی دَخَلَ عَلَیْنَا الرَّجُلُ کَاَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ بِهٖ ضَرٌّ قَطُّ" خدا کی قسم ہم ابھی وہیں بیٹھے تھے زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ وہ نابینا شخص آئے ان کی بینائی بحال ہو چکی تھی .... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہی تعظیم کے ساتھ کھڑا ہونا۲، جھکنا، سجدہ کرنا۳، قبروں پر چڑھاوے چڑھانا (مثلاً حلوہ بتاشہ، چادر، پیسے وغیرہ) چراغ جلانا، اگربتی اور خوشبو جلانا وغیرہ اور ان افعال کے ساتھ یہ تصور کرنا کہ ان انبیا، اولیا اور پیروں وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی غیبی اور اسباب سے بالاتر روحانی قوت دے رکھی ہے۴ کہ یہ لوگ اس قوت کے ذریعہ ہماری مرادیں خود پوری کر دیتے ہیں یا اللہ تعالیٰ سے منوا کر پوری کرا دیتے ہیں۔

اہل حدیث کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ مذکورہ بالا وسیلہ مجموعی طور پر شرک ہے، مذکورہ عقیدے کے تحت اوپر جتنے افعال ذکر کیے گئے ہیں، سب شرک ہیں اور اس شرک کا مرتکب مشرک ہے۔

اس دعویٰ کی دلیل ملاحظہ فرمایئے!

(بقیہ صفحہ ۴۹ کا) یوں معلوم ہوتا تھا کہ انھیں کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں پھر آپ کی حیات ظاہری کے بعد بھی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہدِ خلافتِ عثمانی میں یہ دعا ایک ضرورت مند کو تعلیم فرمائی اور اس کی ضرورت پوری ہوئی، اس سے ظاہر ہوا کہ حیات ظاہری میں ہو یا بعد وصال حاجت روائی کے لیے انبیا و اولیا کو وسیلہ بنانا ہرگز شرک نہیں۔

۲ مناظر اہل سنت کے بار بار پوچھنے پر بھی ''نہایت تعظیم'' کی حد آپ اخیر تک بتا نہ سکے، مگر اس کے باوجود پھر اس پر حکم لگانا عجیب ہے اور شریعت کو بازیچۂ اطفال بنانا۔

۳ قبروں پر سجدہ کوئی سنی صحیح العقیدہ مسلمان نہیں کرتا، دراصل آپ سجدہ کی صحیح تعریف سے اسی طرح ناواقف ہیں جس طرح شرک اور عبادت کی تعریف سے، اس لیے آپ کو مزاروں پر سجدہ ہی نظر آتا ہے، سجدہ اور عبادت کی صحیح تعریف سے واقف کوئی بھی شخص اس قسم کی لچر اور بے بنیاد بات نہیں کہہ سکتا۔

۴ اسباب سے بالاتر روحانی قوت تو آپ کے پیشوا امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے بھی اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں کے لیے تسلیم کی ہے کہ یہ حضرات اللہ کی جانب سے کائنات پر تصرف کرنے کے مجاز و مختار ہوا کرتے ہیں، مولوی اسماعیل دہلوی کی ''صراط مستقیم'' میں ہے۔ ''ارباب ایں مناصب رفیع ماذون مطلق در تصرف عالم مثال و شہادت می باشند، وایں کبار اولی الایدی والابصار رامی رسد کہ تمامی کائنات رابسوئے خود نسبت می نمایند مثلاً ایں رامی رسد کہ بگویند از عرش تا فرش سلطنت ماست'' (صراط مستقیم ص ۱۱۲) ''ان بلند منصب والوں (انبیا و اولیا) کو برزخ اور دنیا دونوں میں تصرف کی مطلق اجازت ہوتی ہے اور ان علم وقدرت والوں کو حق ہے کہ تمام دنیا کو اپنی طرف منسوب کریں مثلاً ان کو حق حاصل ہے کہ وہ کہیں کہ عرش سے فرش تک میری سلطنت ہے''۔ ...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مشرکین کی بابت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰی يُؤْفَكُوْنَ (پ۲۵، سورۃ الزخرف:۸۷)

اگر تم ان سے پوچھو (مشرکین سے) کہ انھیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے تو کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (پ۲۱، سورۃ لقمان: ۲۵، پ۲۴، و سورۃ زمر: ۳۸)

اگر تم ان سے پوچھو آسمان اور زمین کس نے بنائے تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ (پ۲۵، سورۃ زخرف: ۹)

اور اگر تم ان سے پوچھو (مشرکین سے) کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے تو ضرور کہیں گے انھیں بنایا اس عزت والے اور علیم والے نے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ. فَاَنّٰی يُؤْفَكُوْنَ. اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ. اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ. وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَحْيَا بِهِ الاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ. قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ. بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ. (پ۲۱، سورۃ العنکبوت: ۶۱، ۶۳)

اور اگر تم ان سے پوچھو (کفار مکہ سے) کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کام میں لگائے سورج اور چاند تو ضرور کہیں گے، اللہ نے تو کہاں اوندھے جاتے ہیں، اللہ

(بقیہ ص ۳۱ کا)........ عالمِ مثال اور عالمِ شہادت دونوں میں تصرف وتدبیر کرنا مافوق الفطری اور اسباب سے بالاتر قوت کے بغیر ممکن نہیں، اور اس کو غیر مقلد مناظر نے شرک کہا، کیا آپ میں ہمت ہے کہ اپنے پیشوا امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کو مشرک قرار دیں، اس پر یہ شعر پڑھ لیجیے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں　　لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

کشادہ کرتا ہے رزق اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لیے چاہے، بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے اور جو تم ان سے پوچھو کس نے اتارا آسمان سے پانی تو اس کے سبب زمین زندہ کردی مَرے پیچھے ضرور کہیں گے اللہ نے، تم فرماؤ سب خوبیاں اللہ کو، بلکہ ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ (سورۂ عنکبوت: ۶۱، ۶۳)

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ . فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ . فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (پ ۱۱، سورۃ یونس: ۳۱)

تم فرماؤ تمہیں کون روزی دیتا ہے، آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا، اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے، اور کون تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے، تو اب کہیں گے کہ اللہ، تم فرماؤ تو کیوں نہیں ڈرتے۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ . سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ . قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ. قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ . سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ . قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ . قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ . سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ . قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ (پ ۱۸، سورۃ المومنون: ۸۴، ۸۹)

تم فرماؤ کس کا مال ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو، اب کہیں گے کہ اللہ کا، تم فرماؤ پھر کیوں نہیں سوچتے تم فرماؤ کون ہے مالک ساتوں آسمانوں کا اور مالک بڑے عرش کا، اب کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کی شان ہے، تم فرماؤ پھر کیوں نہیں ڈرتے، تم فرماؤ کس کے ہاتھ ہے ہر چیز کا قابو، اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا، اگر تمہیں علم ہو، اب کہیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے، تم فرماؤ پھر کس جادو کے فریب میں پڑے ہو۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین صرف یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا اقرار کرتے تھے، بلکہ تمام کائنات کا خالق، مالک، رزاق اور مدبر اسی کو مانتے تھے، انھیں اقرار تھا کہ وہ جسے چاہے بچالے دنیا کی کوئی طاقت اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی اور وہ جسے

ہا ہے پکڑ لے، دنیا کی کوئی طاقت اسے بچا نہیں سکتی۔

پھر سوال یہ ہے کہ وہ مشرک کیوں قرار دیے گئے، قرآن میں اس کا صاف صاف جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ لوگ کچھ ہستیوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ انھیں اللہ کی طرف سے فوق الفطری قوت دی گئی ہے[۵] اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ ہستیاں اللہ سے سفارش کر کے ہماری مرادیں پوری کرا دیتی ہیں اور ہمیں اللہ سے قریب کر دیتی ہیں، پھر ان کے ساتھ چند مراسم ادا کرتے تھے، جسے ان کی عبادت قرار دیا گیا، آیئے پہلے ان ہستیوں کا ذکر سنیے! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ. وَقَالُوْا لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ. مَالَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (پ ۲۵، الزخرف: ۱۹، ۲۰)

اور انھوں نے فرشتوں کو کہ رحمٰن کے بندے ہیں، عورتیں ٹھہرایا کیا ان کے بناتے وقت

---

۵ یہ قرآن کریم کی معنوی تحریف ہے، غیر مقلد مناظر کی جانب سے پیش کردہ آیتوں میں سے کسی آیت میں یہ نہیں بتایا گیا کہ مشرکین عرب کا شرک یہ تھا، کہ وہ بعض ہستیوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے، کہ انھیں اللہ کی طرف سے فوق الفطری قوت دی گئی ہے، پھر اسے قرآن کریم کا صاف صاف جواب قرار دینا بڑی جرأت کی بات اور قرآن پاک میں اپنی رائے سے قول کرنا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

جب کہ اس کے برعکس اللہ عزوجل نے اپنے خاص بندوں کو مافوق الفطری قوت سے نہ صرف نوازا ہے بلکہ اس کا اظہار بھی قرآن کریم میں ہے، قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول منقول ہے "اَنِّيْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ" (آل عمران:۴۹) میں تمھارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے، اللہ کے حکم سے" اس کی قدرے تفصیل مناظر اہل سنت کی تحریر میں آ رہی ہے، ان آیات کا وہ مطلب ہرگز نہیں جو غیر مقلد مناظر نے بیان کیا ہے، بلکہ ان کا حاصل صرف یہ ہے کہ مشرکین خدا کو مانتے اور اسے خالق و رازق اور مدبر سمجھتے تھے اور یہ کہ اس کے ارادے کے خلاف کوئی کچھ نہیں کر سکتا، مشرکین عرب کے شرک کے بارے میں اس بنیاد کا یہاں ذکر نہیں جس کا غیر مقلد مناظر نے دعویٰ کیا ہے۔

یہ حاضر تھے، اب لکھوالی جائے گی ان کی گواہی اور ان سے جواب طلب ہوگا اور بولے رحمٰن اگر چاہتا ہم انھیں نہ پوجتے، انھیں اس کی حقیقت کچھ معلوم نہیں یونہی اٹکل دوڑاتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ جن ہستیوں کی عبادت کرتے تھے، ان میں فرشتے تھے[۶]، ایک جگہ ارشاد ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ

۶ یہ آیت یا اس کے بعد غیر مقلد مناظر کی طرف سے پیش کی جانے والی دیگر آیتیں مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، انھیں اہل سنت و جماعت کے ایمان وعقیدے کے تناظر میں نقل کرنا اور مسلمانوں پر چسپاں کرنا آج کل کے گمراہوں کا کوئی نیا طریقہ نہیں، بلکہ پہلے کے گمراہوں کا بھی یہی طریقہ رہا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (صحابی) کا خوارج کے بارے میں یہ بیان بخاری شریف میں ہے "كان ابنُ عمر يراهم شرار خلق الله وقال إنهم انطلقوا إلى آيات نزلت في الكفار فجعلوها على المؤمنين" (بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرمایا کہ یہ فرقہ ان آیتوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں، مومنین پر چسپاں کرتا"

غیر خدا کی عبادت کے شرک ہونے کی بات یہاں بحث سے خارج ہے، کیوں کہ دونوں فریق اس بات کے قائل ہیں کہ غیر خدا کی عبادت شرک ہے، خواہ وہ غیر خدا فرشتہ ہو یا نبی یا ولی یا بت وغیرہ، لہٰذا مشرکین (جو غیر خدا کو پوجتے تھے) کے بارے میں نازل ہونے والی آیتوں کو اس موقع پر پیش کرنا قطعی بے محل اور گمراہوں کا طریقہ ہے، کیوں کہ دعویٰ یہ نہیں ہے کہ غیر خدا کی عبادت شرک ہے یا نہیں؟ کیوں کہ اس کے شرک ہونے پر دونوں فریق کا اتفاق ہے، دعویٰ یہ بھی نہیں ہے کہ شیاطین اور بتوں کو مدد کے لیے پکارنے یا ان سے مدد مانگنے کا کیا حکم ہے؟ کیوں کہ اس کے حرام و گناہ ہونے کے ہم بھی قائل ہیں، دعویٰ صرف یہ ہے جو یہاں زیر بحث ہے کہ انبیائے کرام واولیائے عظام سے مدد مانگنا یا ان کو مدد کے لیے پکارنا جائز ہے یا شرک؟ اہل سنت و جماعت جائز کہتے ہیں، اور غیر مقلدین کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ شرک ہے، اب اس تناظر میں کوئی انصاف پسند اہل علم غور فرمالیں کہ کیا غیر مقلد مناظر کی جانب سے پیش کی ہوئی کسی ایک آیت کا تعلق بھی اس دعویٰ سے ہے؟ اگر غیر اللہ کو مطلقاً مدد کے لیے پکارنا شرک ہو جائے تو دنیا میں کوئی مسلمان نہ ملے گا، سب مشرک ٹھہریں گے، کیوں کہ اپنی ضروریات وحاجات کے لیے انسان ایک دوسرے سے مدد مانگتا اور مدد کے لیے پکارتا ہے، قرآن و احادیث کے نصوص میں غیر اللہ سے مدد کا واضح تذکرہ موجود ہے۔

وَلَا تَحْوِيْلاً . اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ . اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۵۶، ۵۷)

تم فرماؤ پکارو انھیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکلیف دور کرنے اور نہ پھیر دینے کا وہ مقبول بندے جنھیں کافر پکارتے ہیں وہ خود اللہ کی طرف قربت ڈھونڈتے ہیں ان میں جو کوئی زیادہ مقرب ہے اور وہ (اللہ) کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین جن ہستیوں کو پکارتے تھے وہ بارگاہ الٰہی کی مقبول ومقرب ہستیاں تھیں [۷]۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَاءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ . قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لَنَا اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَاءَ (پ ۱۸، الفرقان: ۱۷، ۱۸)

اور جس دن اکٹھا کرے گا انھیں (مشرکین کو) اور جن کو اللہ کے سوا یہ پوجتے ہیں پھر ان معبودوں سے فرمائے گا، کیا تم نے گمراہ کر دیا میرے ان بندوں کو یا یہ خود ہی راہ بھولے، وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھ کو ہمیں سزاوار نہ تھا کہ تیرے کسی اور کو مولیٰ بنائیں۔

---

[۷] غیر مقلد مناظر نے کمال چالاکی سے یہ نہیں بتایا کہ مشرکین بارگاہ الٰہی کے مقرب ومقبول ہستیوں کو پکارتے تھے تو انھیں معبود اعتقاد کر کے، یا خدا کا محبوب بندہ سمجھ کر، حالانکہ یہی نکتہ شرک وعدم شرک کے درمیان فرق کی بنیاد ہے، واضح رہے کہ مشرکین بارگاہ الٰہی کے مقبول بندوں کو معبود سمجھ کر پکارتے اور ان سے مدد مانگتے تھے اور یہ بلا شبہ شرک ہے، جب کہ خدا کے محبوب بندوں کو مخلوق اور بندۂ خدا سمجھ کر پکارنا، خدا کی دی ہوئی قوت سے اور اس کے اذن سے انھیں متصرف ماننا، ان سے مدد مانگنا ہر گز شرک سے علاقہ نہیں رکھتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ مشرکین جن کی پوجا کرتے تھے، وہ اللہ کے موحد بندے تھے۸، انھوں نے اللہ ہی کو اپنا مولیٰ بنایا تھا، کفار عرب کے معبودوں میں لات کا نام سورہ نجم میں آیا ہوا ہے، اس کے متعلق صحیح بخاری (صفحہ۲۰ ۷ کتاب التفسیر باب قولہ افرایتم اللات والعزیٰ) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے **کان اللات رجلا یلت سویق الحاج**، لات ایک آدمی تھا جو حاجی کے ستو گھولتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ لات ایک اچھے طرز عمل کا انسان تھا۔

قوم نوح کے لوگ جنھیں پوجتے تھے ان میں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کے نام قرآن میں آئے ہیں، ان کی بابت صحیح بخاری (صفحہ۷۳۲ کتاب التفسیر باب **ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا**) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل روایت میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ یہ سب بزرگ لوگوں کے نام ہیں، ان کی وفات کے بعد ان کے بت بنائے گئے، بت بنانے والے گزر گئے تو ان کی پوجا شروع ہوئی، بعد میں یہ بت عرب کے مختلف قبائل میں منتقل ہوئے۔

صحیح بخاری (صفحہ۶۱۴ کتاب المغازی **این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایة یوم الفتح**) کے تحت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بات بھی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حرم کعبہ سے بت نکلوائے تو ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی صورت بھی نکالی گئی، ان کے ہاتھوں میں پانسے کے تیر تھے۔

یہ بات یاد رہے کہ غیر اللہ کی عبادت مطلقاً ممنوع اور شرک ہے وَقَضیٰ رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ (پ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳) اور وَلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ

---

۸ کیا تمام پوجے جانے والے اللہ کے موحد بندے تھے؟ کیا غیر مقلد مناظر اس کو ثابت کرسکیں گے؟ یہاں یہ بات بھی لطف سے خالی نہیں، کہ مشرکین جن کی پوجا کرتے تھے وہ تو بت اور مجسمے تھے، کیا بت بھی خدا کے نیک وصالح بندے ہیں؟ بنیاد یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت شرک ہے، خواہ جن کی پوجا کی جارہی ہو وہ اللہ کے نیک بندے رہے ہوں یا بُرے بندے یا جمادِ محض۔ ۱۲

رَبِّہٖ اَحَداً (پ ۱۶، سورۃ الکھف: ۱۱۰)

اس لیے کسی کی عبادت بت بنا کر کی جائے یا بت بنائے بغیر کی جائے وہ بہر حال شرک ہے، لہٰذا یہاں بت بنائے جانے اور نہ بنائے جانے کے فرق کی بحث نہیں اٹھائی جا سکتی۔

بہر حال اوپر پیش کردہ آیات و روایات سے ثابت ہوا کہ مشرکین اللہ کے علاوہ جن ہستیوں کو پوجتے تھے ان میں فرشتے بھی تھے، پیغمبر بھی تھے اور اللہ کے موحد اور نیکوکار بندے بھی تھے۔

اب آیئے دیکھیں کہ جن ہستیوں کو مشرکین پوجتے تھے، ان کے بارے میں ان کا عقیدہ اور تصور کیا تھا۔

(الف) عزیٰ کا استھان کہیں تھا مگر مشرکین کو غزوۂ احد میں اس کی طاقت وقوت کی کارفرمائی نظر آ رہی تھی، چنانچہ اختتام جنگ پر ان کے کمانڈر ابوسفیان نے (جو اس وقت کافر تھے) نعرہ لگایا تھا لنا العزی، ولا عزی لکم ہمارے لیے عزی ہے تمہارے لیے عزی نہیں۔ (دیکھیے صحیح بخاری صفحہ ۵۷۹ کتاب المغازی باب غزوۂ احد)

(ب) ہود علیہ السلام سے ان کی مشرک قوم نے دوران گفتگو کہا تھا "اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرَاکَ بَعْضُ آلِھَتِنَا بِسُوْءٍ" (پ ۱۲، سورۃ ھود: ۵۴) ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی خدا کی تمہیں بری چھینٹ پہنچی۔

مولوی نعیم الدین صاحب ترجمہ قرآن از احمد رضا خاں کے حاشیہ پر اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "یعنی تم جو بتوں کو برا کہتے ہو اس لیے انھوں نے تمہیں دیوانہ کر دیا"۔

(ج) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں قرآن کا بیان ہے "اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ وَ یُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ" (پ ۲۴، سورۃ الزمر: ۳۶) کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں اور تمہیں ڈراتے ہیں اس کے سوا اوروں سے، معلوم ہے کہ یہ ڈراوا اسی قسم کا تھا کہ ہمارے معبود تمہیں ہلاک کر دیں گے، یا دیوانہ کر دیں گے یا اور کوئی نقصان پہنچا دیں گے۔

(د) ان امور سے معلوم ہوا کہ مشرکین اپنے معبودوں کو فوق الفطری قوت واختیار سے متصف مانتے تھے[۹]، پھر یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ مشرکین اپنے معبودوں کو حاجت روائی ومشکل کشائی کے لیے پکارتے تھے، درانحالیکہ بنی نوع انسان کو پیدائشی اور فطری طور پر جو قوت اور اختیار دیا گیا ہے اور جس کے بل پر وہ کائنات کے مسخر کردہ اسباب کے ذریعہ بہت سے کام انجام دیتا ہے، اس فطری قوت واختیار کے دائرہ میں مشرکین خود انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کی تکمیل کے لیے دوڑ دھوپ کرتے تھے، خود شریعت نے بھی اس فطری قوت واختیار کو معطل کرنے کے بجائے اسی کو انسان کے مکلّف کیے جانے کی بنیاد بنایا اور آپس میں تعاون وتناصر علی البر کا حکم دیا ''لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا (پ۳، سورۃ بقرۃ: ۲۸۶) وَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (پ۶، سورۃ المائدۃ: ۲) وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ (پ۱۰، سورۃ الانفال: ۷۲) وغیرھا من الآیات۔

پس مخلوقات کا اپنی فطری قوت واختیار کے دائرہ میں مدد لینا دینا شرک وتوحید کے مبحث سے سرے سے تعلق ہی نہیں رکھتا، لہٰذا مشرکین جن ہستیوں کو پکارتے تھے، انھیں مخلوقات کے فطری اختیار کے دائرہ سے بالاتر قوت کے ساتھ متصف سمجھ کر پکارتے تھے[۱۰]۔

(ہ) صحیح مسلم (ج۱ص۳۷۶ کتاب الحج، باب التلبیہ وصفتھا ووقتھا) میں ابن

---

۹ کیا آپ کے نزدیک غیر خدا کو معبود ماننا اسی وقت شرک ہے جب ان معبودوں کو فوق الفطری قوت واختیار سے متصف مانا جائے؟ اگر کوئی غیر خدا کو معبود مانے مگر اسے فوق الفطری قوت واختیار سے متصف نہ جانے تو کیا وہ مشرک نہیں؟۔

۱۰ اگر مشرکین ان مقدس ہستیوں کو فطری اختیار کے دائرہ میں رکھیں اور ان کی عبادت کریں تو کیا یہ آپ کے نزدیک شرک نہ ہوگا؟۔

عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مشرکین حالت طواف میں تلبیہ کہتے ہوئے لا شریک لک لبیک کے بعد یہ بھی کہتے تھے الا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک یعنی (اے اللہ) تیرا کوئی شریک نہیں، مگر ایسا شریک جو تیرے لیے ہے تو اس شریک کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی مالک ہے جو اس شریک کے اختیار میں ہے۔

ایک خاص قسم کے شریک کے علاوہ باقی کسی کے شریک ہونے کی نفی سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین اپنے معبودوں کو کسی ایسی طاقت میں اللہ کے ساتھ شریک مانتے تھے، جس طاقت میں وہ خود بھی دوسری مخلوقات کو اللہ کا شریک نہیں مانتے تھے[1]۔

صحیح مسلم کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکین اپنے معبودوں میں جو کچھ اور جتنی کچھ قوت واختیار مانتے تھے اس کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ یہ اختیار انھیں بالذات حاصل نہیں ہے اور نہ وہ ازخود اس قوت واختیار کے مالک ہیں بلکہ یہ قوت واختیار سراسر اللہ کا عطا کردہ اور اسی کی ملک ہے، یعنی ان معبودوں کی قوت ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے، یہی تقاضا ان آیات کا بھی ہے جن میں مشرکین کا یہ کھلا ہوا اقرار ذکر کیا گیا ہے کہ ہر چیز کا مالک اللہ ہی ہے۔

یاد رہے کہ مشرکین کا یہی عقیدہ (کہ ان کے معبودوں یعنی فرشتوں، پیغمبروں، اللہ کے نیک بندوں اور بتوں وغیرہ کو عطائی طور پر فوق الفطری قوت واختیار حاصل ہے)

---

[1] یہ ایک طرح کا مغالطہ ہے، طواف کعبہ میں مشرکین کے تلبیہ کا مفہوم وہ نہیں ہے جسے غیر مقلد مناظر نے بیان کیا ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ جن معبودوں (بتوں) کو ہم تیری عبادت میں شریک مانتے ہیں تو ان بتوں کا بھی مالک ہے اور ان بتوں کی املاک کا بھی تو مالک ہے اور حج جیسی عبادت کے لیے لبیک کہنا قرینہ ہے کہ شریک سے مراد شریک فی العبادۃ ہے اور ان مشرکین کا شرک شرک فی العبادۃ ہے نہ کہ شرک فی التصرف، اگر مشرکین کسی طاقت وتصرف میں شریک مانتے تو یہ نہ کہتے الاّ شریکا ہولک تملکہ وماملک" اس حدیث مسلم میں یہ ذکر ہے ہی نہیں کہ مشرکین طاقت وتصرف میں اپنے معبودوں کو خدا کا شریک مانتے تھے، یہ غیر مقلد مناظر کی من گڑھت اور حدیث رسول میں معنوی تحریف ہے۔

وہ عقیدہ ہے جس کی تردید اللہ تعالیٰ نے پورے زور وشور سے فرمائی ہے، ارشاد ہے۔

اَیُشْرِکُوْنَ مَالَا یَخْلُقُ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ . وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَھُمْ نَصْراً وَّلَا اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْن (پ ۹، سورۃ الاعراف: ۱۹۱، ۱۹۲)

کیا اسے شریک کرتے ہیں جو کچھ نہ بنائے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں اور نہ وہ ان کو کوئی مدد پہنچا سکیں اور نہ اپنی جانوں کی مدد کریں۔

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ وَلَا اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْن (پ ۹، سورۃ الاعراف: ۱۹۷)

اور جنھیں اس کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ خود اپنی مدد کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں سے یوں دریافت کریں قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَا یَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعاً . وَاللّٰہُ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم (پ ۶، سورۃ المائدہ: ۷۶)

تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے نقصان کا مالک، نہ نفع کا اور اللہ ہی سنتا جانتا ہے۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَا یَنْفَعُنَا وَلَا یَضُرُّنَا (پ ۷، سورۃ الانعام: ۷۱)

تم فرماؤ کیا ہم اللہ کے سوا اس کو پوجیں جو ہمارا نہ بھلا کرے نہ برا۔

لَہٗ دَعْوَۃُ الْحَقِّ . وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَھُمْ بِشَیْئٍ اِلَّا کَبَاسِطِ کَفَّیْہِ اِلَی الْمَاءِ لِیَبْلُغَ فَاہُ وَمَا ھُوَ بِبَالِغِہٖ وَمَا دُعَاءُ الْکَافِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ (پ ۱۳، سورۃ الرعد: ۱۴)

اسی کا پکارنا سچا ہے اور اس کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا اور کافروں کی دعا بھٹکتی پھرتی ہے۔

اَفَاتَّخَذْتُمْ مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَاءَ لَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِھِمْ نَفْعاً وَّلَا

ضَراً (پ ۱۳، سورۃ الرعد: ۱۶)

کیا اس کے سوا تم نے وہ حمایتی بنا لیے ہیں جو اپنا بھلا برا نہیں کر سکتے ہیں۔

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا (پ ۱۸، الفرقان: ۳)

اور لوگوں نے اس کے سوا اور خدا ٹھہرا لیے کہ وہ کچھ نہیں بناتے اور خود پیدا کیے گئے ہیں اور خود اپنی جانوں کے برے بھلے کے مالک نہیں اور نہ مرنے کا اختیار نہ جینے کا نہ اٹھنے کا۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ. وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا (پ ۱۹، سورۃ الفرقان: ۵۵)

اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو ان کا بھلا برا کچھ نہ کریں اور کافر اپنے رب کے مقابل شیطان کو مدد دیتا ہے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ. وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا اَعْدَاءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِيْنَ (پ ۲۶، سورۃ الاحقاف: ۵، ۶)

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور انھیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں اور جب لوگوں کا حشر ہوگا وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان سے منکر ہو جائیں گے۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ. اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (پ ۱۴، سورۃ النحل: ۲۰، ۲۱)

اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں، مردے ہیں زندہ نہیں اور انھیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ

وَالارْضِ شَيْئًا وَّلا يَسْتَطِيعُونَ (۷۳)

اور اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہیں جو انھیں آسمان اور زمین سے کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے نہ کچھ کر سکتے ہیں۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللهِ . لا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوَاتِ وَلَا فِى الارْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ (پ ۲۲، سورة السبا: ۲۲)

تم فرماؤ، پکارو انھیں جنھیں اللہ کے سوا سمجھے بیٹھے ہو اور وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں، آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ حصہ اور نہ اللہ کا ان میں سے کوئی مددگار۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا (پ ۱۵، سورة بنى اسرائيل: ۵۶)

تم فرماؤ، پکارو انھیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکلیف دور کرنے کا اور نہ پھیر دینے کا۔

اِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (پ ۹، سورة الاعراف: ۱۹۴)

بیشک اللہ کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو، وہ تمہاری طرح بندے ہیں، تو انھیں پکارو، پھر وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ اِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ. وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ (پ ۲۲، سورة الفاطر: ۱۳، ۱۴)

اور اس اللہ کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو وہ دانہ خرمہ کے چھلکے تک کے مالک نہیں، تم انھیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں اور بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری حاجت روائی نہ

کرسکیں، اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے منکر ہوں گے اور تجھے کوئی نہ بتائے گا اس بتانے والے کی طرح۔

چونکہ یہ آیات مشرکین کے عقیدے کی تردید کرتی ہیں اور وہ اپنے معبودوں میں عطائی طور پر فوق الفطری قوت و اختیار مانتے تھے، اس لیے ثابت ہوا کہ عطائی طور پر بھی کسی کو اس فوق الفطری قوت و اختیار کا ایک چھلکا اور ایک ذرہ بھی حاصل نہیں ہے، یہ قوت و اختیار اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے[۱۲] اور اللہ کے علاوہ کسی بھی ہستی میں اس قوت و اختیار کا ماننا شرک ہے، یہی شرک فی التصرف اصل شرک ہے اور دیگر مظاہر شرک کی بنیاد ہے[۱۳]۔

یہاں تک وسیلۂ مروجہ کی بنیاد پر ایک پہلو سے بحث مکمل ہوگئی، اگر آپ کو اس سے اتفاق ہے تو صاد کر دیجیے ورنہ اعتراض پیش کیجیے۔

---

[۱۲] اس جملے میں لفظ ''یہ'' سے اشارہ اوپر والی فوق الفطری قوت کی جانب ہے جسے غیر مقلد مناظر نے عطائی فوق الفطری قوت بتایا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے عطائی فوق الفطری قوت مخصوص ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے عطائی قوت ماننا کھلا ہوا شرک ہے، ع بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ؟۔

[۱۳] یعنی آپ کے نزدیک شرک فی التصرف اصل شرک ہے، اور شرک فی العبادۃ وغیرہ مظاہر شرک کی بنیاد، اب آپ اپنے اس قول کی رو سے اپنی کی ہوئی شرک کی تعریف پر نظر ثانی کیجیے۔ آل مصطفیٰ مصباحی

(نوٹ)

پہلا موضوع

وسیلۂ مروجہ

غیر مقلد مناظر نے اصول مناظرہ کی بھی خلاف ورزی کی اور شرائط مناظرہ کی بھی، اصول مناظرہ کی خلاف ورزی یہ کی کہ مناظرے میں پہلے دعویٰ حریف کے سامنے پیش کیا جاتا اور پوچھا جاتا ہے کہ آپ کو ہمارا یہ دعویٰ تسلیم ہے یا نہیں؟ ہوسکتا ہے کہ مقابل کل دعویٰ کو یا اس کے جز کو تسلیم کرلے اگر کل تسلیم کرلے تو مناظرے کی ضرورت ہی نہیں اور اگر جز کو تسلیم کرلے تو مناظرہ کا پھیلاؤ کم ہوجاتا ہے۔

جب مد مقابل کل دعویٰ کو تسلیم کرنے سے انکار کرے تو پھر مدعی کل دعویٰ پر دلیل قائم کرتا ہے اور اگر جز کے تسلیم کرنے سے انکار کرے تو اس جز پر مدعی دلیل قائم کرتا ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دعویٰ کے کل اجزا یا بعض اجزا تشریح طلب ہوتے ہیں، اس تقدیر پر مدعی علیہ مدعی سے اس کی تشریح طلب کرتا ہے، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ مدعی غیر مقلد ہو جو سوائے اپنی من مانی کے کسی کی بات تسلیم کرنے پر حتی کہ اپنے اسلاف کی بھی بات تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہو ان اصول کے برخلاف غیر مقلد مناظر نے اپنی پہلی ہی تحریر میں دعویٰ اور دلیل سب لکھ مارا۔

شرائط مناظرہ کی خلاف ورزی یہ کی کہ شرائط میں یہ طے تھا کہ ہر مناظر اپنی تحریر اسٹیج ہی پر لکھے گا یا لکھائے گا، مناظرہ کا وقت پینتالیس منٹ تھا اور عندالضرورت پندرہ منٹ مزید دینے کی گنجائش تھی، کیا کسی کے گمان میں یہ بات آسکتی ہے کہ فل اسکیپ

کے سات صفحے کی اتنی باریک تحریر صرف پینتالیس منٹ یا ایک گھنٹہ میں لکھی جا سکتی ہے، کھلی ہوئی بات ہے کہ اتنی لمبی تحریر پینتالیس منٹ میں یا ایک گھنٹے میں تیز سے تیز کاتب بھی نہیں لکھ سکتا، اس کا صاف مطلب ہے کہ سارے غیر مقلدین نے معلوم نہیں کتنے پہلے سے اس تحریر کے لکھنے کی تیاری کی تھی اور کتنی دیر میں لکھا تھا، مگر اہلسنت کا مقصود یہ تھا کہ مناظرے میں احقاق حق اور ابطال باطل ہو جائے اس لیے شرائط کی اس دفعہ کی خلاف ورزی پر کوئی احتجاج تو درکنار گرفت بھی نہیں کی گئی، البتہ اصول مناظرہ کی خلاف ورزی پر گرفت کی گئی اور تنبیہ بھی، اور غیر مقلدین کے دعویٰ میں مذکور الفاظ کی ان سے تشریح طلب کی گئی۔

غیر مقلدین کے دعویٰ میں بھی اور تحریر میں، انبیا، اولیا، نذر، شرک، عبادت وغیرہ کے الفاظ آئے تھے، ان الفاظ کے معانی اگرچہ ہر ذی علم جانتا ہے مگر چونکہ شرائط میں باصرار غیر مقلدین نے یہ منوایا تھا کہ غیر مقلدین پر کسی عالم کا قول حجت نہ ہوگا، تو جب تک وہ ان الفاظ کے معانی نہ بتاتے بحث کا تصفیہ ناممکن تھا، اہلسنت علمائے اسلام کی تشریحات کے مطابق گفتگو کرتے وہ کہہ دیتے یہ معنیٰ ہمیں تسلیم نہیں۔

اس لیے بحث کو سمیٹنے کے لیے ضروری تھا کہ پوری بحث کی بنیاد جن الفاظ پر ہے، ان کے معانی خود غیر مقلدین سے پوچھ لیے جائیں، اسی لیے اہلسنت مناظر نے غیر مقلدین کے دعویٰ یا دلیل کے بے شمار کمزوریوں میں سے کسی پر مواخذہ نہیں کیا، اپنی تحریر میں اس سے ان الفاظ کے صرف معانی دریافت کیے جن پر بحث کی بنیاد تھی، مگر غیر مقلد مناظر نے اخیر وقت تک ان سب الفاظ کی تشریح نہیں کی جو کی وہ ناظرین کے سامنے ہے۔

اس پہلی ہی تحریر میں جو معلوم نہیں کتنے غور وخوض پنچایت کے بعد لکھی گئی تھی، کتنا حواس باختہ پن ہے، وہ ہر ذی علم یہ تحریر پڑھ کر اندازہ کر سکتا ہے، عوام کو یہ دکھانے کے لیے بے محل آیتیں لکھتا گیا تا کہ ناسمجھ عوام پر یہ دھونس بیٹھ جائے کہ ہم نے اپنے دعویٰ پر

اتنی آیتیں پیش کی ہیں، مثلاً ابتدا کی چھ آیتیں ان کا مدعا سے کیا تعلق، بقیہ جتنی آیتیں تحریر کی ہیں، ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ یہ سب مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، مشرکین کے بارے میں جو آیات نازل ہوئی ہیں ان کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا گمراہوں کا پرانا طریقہ ہے، چنانچہ خوارج کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

کان ابن عمر یراهم شرارا خلق اللّٰہ وقال انهم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوها علی المومنین (بخاری ج۲ ص ۱۰۲۴)

ابن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو بدترین مخلوق جانتے تھے کہ وہ ان آیتوں کو جو کفار کے بارے میں اتری تھیں اسے مومنین پر ڈھالنے لگے۔

یہی طریقہ غیر مقلد مناظر نے بھی اپنایا، ورنہ بات صاف ہے ہمارا اور غیر مقلدین کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کی اگرچہ وہ نبی ہو، فرشتہ ہو، ولی ہو، عبادت شرک ہے، علمائے اہلسنت نے اپنی تحریروں، اپنی تقریروں میں ہمیشہ اس کو ببانگ دہل بیان فرمایا اور اب بھی فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کی عبادت شرک ہے، یونہی اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ بتوں، شیاطین سے مدد مانگنا، مدد کے لیے پکارنا حرام و گناہ ہے، اختلاف اس میں ہے کہ انبیائے کرام، اولیائے عظام کو اپنی مدد کے لیے پکارنا جائز ہے یا شرک ہے، غیر مقلدین کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ شرک ہے، اس پر ستائیس آیتوں میں سے ایک آیت بھی دلیل نہیں، اور یہ بھی بات ہے کہ کسی مخلوق کو مدد کے لیے پکارنا مطلقاً ہرگز ہرگز شرک نہیں روزمرہ ہر انسان اپنی مدد کے لیے اپنے اعزہ، اپنے احباب کو پکارتا ہے بلکہ اس کا شرک نہ ہونا خود غیر مقلد مناظر کی پیش کردہ آیت نمبر ۱۳ سے ظاہر ہے، فرمایا گیا۔

وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر (پ ۱۰، انفال: ۷۲)

اگر تم سے دین کے معاملے میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا لازم ہے۔

اگر مدد مانگنا شرک ہوتا تو مدد مانگنے والے کی مدد کرنی شرک پر اعانت ہوتی اور اعانت علی الشرک شرک تو لازم آتا کہ خود اللہ عزوجل نے شرک کا حکم دیا بلکہ شرک کو لازم قرار دیا۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ محض مدد مانگنا شرک نہیں، بلکہ شرک کچھ اور ہے، آپ ص ۷ لغایۃ نمبر ۲۱ تمام آیتوں کو پڑھ جایئے اور ان میں غور کیجیے تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ مشرکین کا شرک صرف مدد مانگنا نہ تھا بلکہ معبود سمجھنا اور معبود جان کر مدد مانگنا تھا اور یہ بلاشبہ شرک ہے۔

اہلسنت انبیا، اولیا سے مدد مانگتے ہیں تو انھیں معبود جان کر نہیں بلکہ معبود کا محبوب بندہ جان کر اللہ عزوجل کی دی ہوئی قوت سے، اس کے اذن سے متصرف مان کر، لہٰذا اہلسنت کا انبیا، اولیا سے مدد مانگنا شرک نہ ہوا اور مشرکین کا اپنے معبودوں سے مدد مانگنا شرک ہوا۔

ان کا حاصل یہ ہوا کہ اصل شرک غیر خدا کو معبود جاننا ہے، اب معبود جان کر ان سے مدد مانگیں تو شرک، پکاریں تو شرک، چڑھاوا چڑھائیں تو شرک، اگربتی جلائیں تو شرک، اور معبود نہ جانیں تو ان میں سے ایک بھی شرک نہیں، البتہ بتوں اور شیاطین سے مدد مانگنا، ان کے استھان پر اگربتی سلگانا وغیرہ حرام ضرور ہوگا، گناہ ضرور ہوگا، اس لیے کہ اس میں ایک تو بتوں اور شیاطین کی عظمت ہے دوسرے ان کے پجاریوں سے مشابہت۔

اور اگر بغیر معبود مانے ہوئے کسی سے مدد مانگنا، کسی کو پکارنا، کسی پر چادر ڈالنا، شرک ہو جائے تو لازم کہ چھپر ڈالنے میں بوجھ اٹھانے میں کسی کام میں کسی سے مدد مانگنا، بیوی سے کھانا مانگنا، دروازہ کھلوانے کے لیے باہر سے گھر کے آدمیوں کو پکارنا، کسی کو تحفہ دینا، کسی کو چادر اوڑھانا سب شرک ہو جائے۔

اسی لیے تمام مفسرین نے مایدعون و ما تدعون کی تفسیر میں فرمایا ما

يَعْبُدُوْنَ مَا تَعْبُدُوْنَ حتی کہ مَادَعَاءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ کی تفسیر میں فرمایا وما عبادة الكافرين اور خود غیر مقلد مناظر نے تحریر نمبر۴ میں ترمذی شریف سے نقل کیا اس میں ہے الدعاء هو العبادة اور ظاہر ہے کہ دعا کے معنی پکارنے کے ہیں، محض پکارنا ہرگز عبادت نہیں، بلکہ معبود جان کر کسی کو پکارنا عبادت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خود غیر مقلد مناظر نے آیت نمبر۱۶ میں اندعو کا ترجمہ کیا، ہم اللہ کے سوا اس کو پوجیں اور نمبر۲۱ میں يدعوا کا ترجمہ پوجے اور نمبر۲۲ میں يدعوا کا ترجمہ پوجتے ہیں، یہ ہے حق وہ ہے جو خود منوالے۔

ع حقیقت خود منوالیتی ہے مانی نہیں جاتی

اس سے ظاہر ہے کہ بحث کا تصفیہ اس پر موقوف ہے کہ شرک اور عبادت کے کیا معنی ہیں، اسی لیے اہلسنت کے فاضل مناظر نے اپنے تنقیحی سوالات میں دریافت کیا کہ شرک اور عبادت کی تعریف کیجیے، غیر مقلد مناظر نے شرک کی ایک کے بجائے دو تعریف کی، مگر عبادت کی تعریف بار بار کے مطالبے پر اخیر وقت تک نہیں کی، کیوں نہیں کی وہ جانتا تھا کہ عبادت کی تعریف کی نہیں کہ سات صفحے کی تحریر کا کھوکھلا پن سب پر عیاں ہو جائے گا۔

رہ گیا غیر مقلد مناظر کا یہ دعویٰ کہ مشرکین جن ہستیوں کو پکارتے تھے، انھیں مخلوقات کے فطری اختیار کے دائرہ سے بالاتر قوت کے ساتھ متصف سمجھ کر پکارتے تھے، اس پر بار بار پوچھا گیا کہ بتایئے فطری قوت اور فوق الفطرت سے کیا مراد ہے، تو اخیر تک اسے صاف نہ بتا سکے۔

ناظرین انصاف کریں، دعویٰ کر لینا، دعویٰ کی تنقیح نہ کر سکنا، دلیل دے دینا مگر دلیل کے اجزا کی توضیح نہ کر سکنا، شکست نہیں تو اور کیا ہے، اس پہلی ہی تحریر میں اور کیا کیا گل فشانیاں ہیں، پینتالیس منٹ کے وقت میں ان سب کو لکھنا ممکن نہ تھا اور اب بھی اگر سب کو لکھا جائے تو روداد اتنی طویل ہو جائے گی کہ اس کا پورا پڑھنا سب کے لیے

ار ہوگا، صرف نمونۃً چند باتیں ناظرین کی تفریح طبع کے لیے حاضر ہیں۔
ابھی گزرا کہ آیات نمبر ۱۶، ۲۱، ۲۲ میں اندعوا کا ترجمہ کیا ہم پوجیں اور یدعوا کا
مہ کیا پوجے، پوجتے ہیں، مگر پھر خیال آیا کہ یہ ترجمہ تو خود ہمارے دعویٰ پر چھری ہے، تو
یات نمبر ۱۷، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ میں پھر وہی پکارنا پکارتے ہیں، پکارو ترجمہ کرنے لگے،
ی مخبوط الحواسی پر میدان مناظرہ میں آنے کو کس نے کہا تھا۔
(۲) پیراگراف میں مسلم شریف کی حدیث میں وہ کارستانی کی ہے کہ سبحان
ند، وملک کا ترجمہ ہے اور جس کا وہ مالک ہے، اور غیر مقلد مناظر نے کیا ہے جو اس
یک کے اختیار میں ہے، گویا ان سراپا علم ودانش کے نزدیک ملکیت اور اختیار میں کوئی
ق نہیں، کبھی آدمی ایک چیز کا مالک نہیں ہوتا مگر اس پر اس کو اختیار ہوتا ہے، جیسے کرایے
مکان، منگنی کا مکان، کہ اس میں رہنے کا اختیار ہے، مہمان کو ٹھہرانے کا اختیار ہے، مگر
بت نہیں، کبھی ملکیت ہوتی ہے، اختیار نہیں ہوتا جیسے نابالغ اور مجنون اپنی چیز کا مالک
ے مگر ان دونوں کو یہ اختیار نہیں کہ کسی کو اپنی چیز دے دیں۔ یہ مبلغ علم اور کفر واسلام پر
ظرے کی ہمت۔

(۳) پیراگراف میں مندرجہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین تلبیہ میں
کہتے تھے، تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسا شریک کہ تو اس کا مالک ہے، اور یہ شریک
ن چیزوں کا مالک ہے اس کا بھی تو مالک ہے، یعنی اے اللہ! ہم جن بتوں کو تیری
ادت میں شریک مانتے ہیں تو ان بتوں کا بھی مالک ہے اور ان بتوں کی املاک کا
ی مالک ہے، اس پر قرینہ یہ ہے کہ یہ حج کے لیے لبیک کہنے کا موقع ہے اور حج
ادت ہے تو ظاہر ہوگیا کہ شریک سے مراد شریک فی العبادت ہے، مگر اس صاف
ضح مطلب کو چھپا کر اپنی شان اجتہاد دکھاتے ہوئے غیر مقلد مناظر اس سے یہ
جہ نکالتے ہیں۔

''ایک خاص قسم کے شریک کے علاوہ باقی کسی کے شریک ہونے کی نفی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین اپنے معبودوں کو کسی ایسی طاقت میں اللہ کے ساتھ شریک مانتے تھے جس طاقت میں وہ خود بھی دوسری مخلوقات کو اس کا شریک نہیں مانتے تھے''۔

اگر مشرکین اپنے معبودوں کو کسی طاقت میں شریک مانتے تو الا شریکا تملکہ و مالک نہ کہتے کہ جس کا اور جس کی املاک کا تو مالک ہے، جب وہ تصریح کررہے ہیں کہ ہم جسے تیرا شریک مانتے ہیں اس کا اور اس کی ملکیت سب کا تو مالک ہے، تو اگر بالفرض ان بتوں میں کوئی قوت ہوتی بھی تو وہ ان کے اعتقاد کے مطابق اللہ کی ملکیت ہوتی، پھر اسی طاقت میں ان بتوں کو اللہ کا شریک ماننا کیسے درست ہوتا، مملوک مالک کا ملکیت میں شریک کیسے ہوگا، غلام اپنے آقا کا مملوک ہے، یہ جو کچھ کماتا ہے وہ سب اس کے آقا کی ملک ہے تو غلام آقا کی ملکیت میں شریک ہرگز نہیں ہوا، اسی کو کہتے ہیں۔

ع بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا، کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

بات صاف صحیح وہی ہے کہ مشرکین بتوں کو عبادت میں اللہ کا شریک مانتے تھے، ان کا شرک، شرک فی التصرف نہ تھا، بلکہ فی العبادت تھا، اگر آپ نے عبادت کی تعریف کردی ہوتی تو وہیں سب پر واضح ہو جاتا۔

(۴) ایک جگہ لکھا ہے۔

''اور وہ (مشرکین) اپنے معبودوں میں عطائی طور پر فوق الفطری قوت و اختیار مانتے تھے، اس لیے ثابت ہوا کہ عطائی طور پر بھی کسی کو اس فوق الفطری قوت و اختیار کا ایک چھلکا اور ذرہ بھی حاصل نہیں، یہ قوت و اختیار اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اور اللہ کے علاوہ کسی بھی ہستی میں اس وقت و اختیار کا ماننا شرک ہے، یہی شرک فی التصرف اصل شرک ہے، اور دیگر مظاہر شرک کی بنیاد''۔

کیا عرض کروں روداد کے حجم بڑھنے کا اندیشہ ہے ورنہ ان چند سطر کی خوبیاں ظاہر کرتا تو ناظرین سر دھنتے ، اچھا چند ملاحظہ کریں۔

اس سے ظاہر ہوا کہ بت جو جماد محض ہیں ، وہ فوق الفطری قوت و اختیار تو نہیں رکھتے مگر چھلکے اور ذرے کے مالک یہ تھے ، یہ قرآن کریم کا صریح انکار ہے ، آپ نے خود نمبر ۲۷ میں جو آیت لکھی ہے اس میں فرمایا ما یملکون من قطمیر بت دانہ خرما کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ، اس آیت میں فطری قوت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں بلکہ قوت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں ، اس لیے اس آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ کسی بھی چیز کے قطعاً مالک نہیں ، اس کو قوت وہ فوق الفطری قوت کے ساتھ خاص کرنا قرآن پر قیاس وہ بھی قیاس فاسد سے زیادتی ہے ، اس کی جرأت غیر مقلد تو کرسکتا ہے کوئی مسلمان نہیں کرسکتا۔

(۵) آپ نے پہلے لکھا ، مشرکین اپنے معبودوں میں عطائی طور پر فوق الفطری قوت و اختیار مانتے تھے ، پھر لکھا یہ قوت و اختیار اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے کوئی قوت جو اوپر مذکور ہے یعنی عطائی ، تو جب اللہ کی قوت عطائی ہوئی تو اللہ کے اوپر اور کوئی بڑی طاقت والا ہوا جس نے اللہ کو عطا کیا ، اور یہ شرک صریح۔

(۶) آپ نے لکھا ، یہی شرک فی التصرف اصل شرک ہے اور دیگر مظاہر شرک کی بنیاد ہے ، آیئے اپنی تحریر نمبر ۲ میں شرک کی پہلی تعریف یہ کی ہے ''اللہ کی ذات یا صفات یا عبادت میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے'' تو اب بتایئے کہ آپ کی تحقیق کی بنا پر شرک فی الذات بھی شرک فی التصرف کی فرع ہوا ، حالانکہ تصرف وصف ہے اور ہر شئے کا وصف قدرت کے تابع ہوتا ہے ، مگر آپ الٹی گنگا بہا رہے ہیں۔

(۷) آپ نے حکم حصر یہی کہہ کر اور بعد میں دیگر مظاہر شرک کی بنیاد بتا کر یہ قبول کیا کہ شرک فی العبادت شرک نہیں ، مظاہر شرک میں سے ہے ، اب بولیے کیا ارشاد ہے۔

(۸) غیر مقلد مناظر نے لکھا کہ مشرکین اس لیے مشرک قرار دیے گئے اس کا کہ قرآن میں صاف صاف جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ لوگ کچھ ہستیوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ انھیں اللہ کی طرف سے فوق الفطری قوت دی گئی ہے۔

میدان مناظرہ میں تو غیر مقلد مناظر نہیں بتا سکے، اب تمام دنیا کے کل غیر مقلدین کو چیلنج عام ہے کہ یہ بتائیں کہ قرآن مجید کی کس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے، وہ آیت کس پارہ کس سورہ میں ہے، حوالہ دیں اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ تمام غیر مقلدین چھوٹے بڑے مل جل کر قیامت بلکہ قیامت کے بعد بھی کبھی وہ آیت نہیں دکھا سکتے جس میں مذکورہ بالا بات مذکور ہے، ناظرین غور کریں جب غیر مقلد اتنے جری ہیں کہ علما کی موجودگی میں مناظرے کے اندر اتنا صاف صاف افترا قرآن مجید پر کر سکتے ہیں تو بے پڑھے لکھے عوام کے سامنے کیا کیا بہتان قرآن و حدیث پر باندھتے ہوں گے۔

(۹) آگے لکھا۔

اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ ہستیاں اللہ سے سفارش کر کے ہماری مرادیں پوری کرادیتی ہیں اور ہمیں اللہ سے قریب کرادیتی ہیں۔

آپ نے خود شرک کی تعریف یہ کی ہے کہ اللہ کی ذات یا صفات یا عبادت میں شریک کرنا اور آپ کسی کو خدا کی بارگاہ میں سفارشی اور شفیع ماننے کو یہاں شرک کہہ رہے ہیں تو یہ نہ شرک فی الذات نہ فی العبادت، یہ جب ہوگا شرک فی الصفات ہوگا، تو لازم کہ اللہ عزوجل بھی کسی کی بارگاہ میں شفیع ہے جس سے سفارش کر کے مرادیں پوری کراتا ہے، تو لازم آیا کہ اللہ سے بھی بڑی، اللہ سے بھی زیادہ بااختیار کوئی ہستی ہے اور یہ کفر خالص، اور اگر اللہ عزوجل کا سفارشی و شفیع ہونا محال، تو کسی کو شفیع، سفارشی ماننا شرک نہ ہوا، پھر اسے بھی مشرک کہنا ایسا ہی ہے جیسے ساون کے اندھے کو ہر جگہ ہریالی نظر آتی ہے۔

چلیے تھوڑی دیر کے لیے بفرض غلط مان لیں کہ کسی کو سفارشی ماننا شرک ہے تو
تا یئے تمام امت کا جو یہ اجماعی عقیدہ ہے اور جو قرآن مجید واحادیث صحیحہ مرفوعہ، مشہورہ
سے ثابت ہے کہ انبیائے کرام خصوصاً سید الانبیا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام شفاعت
فرمائیں گے اور خدا کی بارگاہ میں سفارش کرا کے ہماری مشکل حل کرائیں گے مراد
پوری کرائیں گے تو خود اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت
مشرک ہوئی، کہ نہیں؟

یہ صراحۃً انکار شفاعت ہے، اب بتایئے انکار شفاعت کر کے آپ لوگ گمراہ
ہوئے کہ نہیں؟ آپ کو سخت دھوکہ لگا، مشرکین کا شرک سفارشی ماننا نہ تھا بلکہ ان کی پوجا تھا
خود مشرکین کا اقرار قرآن مجید میں موجود ہے۔

ما نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (پ ۲۳، سورۃ الزمر: ۳)
ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا کے قریب کر دیں۔

اور یہ ضرور شرک ہے کہ کسی نبی، ولی کی عبادت اس لیے کی جائے کہ وہ ہماری
سفارش خدا کے یہاں کریں گے، شرک فی العبادت ہے، نہ کہ سفارشی ماننا، کاشکہ آپ
عبادت کی تعریف کر دیتے تو حق واضح اور واضح تر ہو جاتا، مگر آپ اور آپ کے چھوٹے
بڑے تمام مولوی جانتے تھے کہ عبادت کی تعریف کرتے ہی کیا پہاڑ ٹوٹنے والا ہے اس
لیے اسے گول کر گئے۔

(۱۰) آگے ہے۔

پھر ان کے ساتھ چند مراسم ادا کرتے تھے جسے ان کی عبادت قرار دیا گیا ہے۔

یہ مراسم اگر مطلقاً شرک ہیں تو بتایئے آپ نے خود ہی اپنی تحریر نمبر ۲ میں اقرار
کیا ہے کہ شرک کبھی بدلتا نہیں، مشرکین بتوں کو سجدہ کرتے تھے، ان کا سجدہ کرنا ضرور
شرک تھا، آپ بتایئے کہ کیا سجدہ مطلقاً شرک ہے، اگر شرک ہے تو بولیے فرشتوں نے اللہ
عزوجل کے حکم سے جو حضرت آدم کو سجدہ کیا اور حضرت یعقوب اور ان کی اہلیہ اور بیٹوں

نے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا وہ شرک ہوا کہ نہیں، اللہ نے فرشتوں کو حضرت آدم کے سجدے کا حکم دے کر اور فرشتوں نے سجدہ کر کے اور حضرت یعقوب اور ان کی اہلیہ ان کے بیٹے اور خود حضرت یوسف علیہم السلام مشرک ہوئے کہ نہیں؟ اور اگر کہیں کہ ان کی شریعت میں جائز تھا تو پھر آپ کی یہ بات کہ شرک کبھی جائز نہ تھا نہ ہو گا غلط، اور اگر وہ سجدہ شرک نہ تھا تو بتایئے کیوں؟ اور پھر یہ بات ثابت ہوگئی کہ مشرکین جو مراسم اپنے معبودوں کے سامنے کرتے تھے وہ مراسم مطلقاً شرک نہیں بلکہ شرک اس وقت ہیں کہ جب یہ مراسم کسی کو معبود جان کر کیے جائیں، جیسے مشرکین کرتے تھے اور اگر معبود جان کر نہ کیے جائیں تو شرک ہرگز ہرگز نہ ہوں گے، زیادہ سے زیادہ یہ کہ اگر شریعت نے ان کے کرنے سے منع کیا ہے تو حرام گناہ ناجائز ہوں گے، جیسے سجدۂ تعظیمی، اور اگر منع نہیں کیا ہے اور جس کے لیے وہ مراسم کیے جارہے ہیں وہ اس کا اہل ہے تو ناجائز و حرام بھی نہ ہوں گے جیسے تعظیم کے لیے کھڑا ہونا وغیرہ وغیرہ۔

(۱۱) پھر لکھتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ مشرکین جن کی پوجا کرتے تھے وہ اللہ کے موحد بندے تھے، یغوث، نسر کے صالح ہونے سے تمام پوجے جانے والے بتوں کو یہ کہنا کہ وہ سب اللہ کے موحد بندے تھے وہ اجتہاد ہے جس کی داد میاں نذیر حسین اور میاں اسمٰعیل ہی دے سکتے ہیں، ہبل اساف، نائلہ، عزی وغیرہ وغیرہ تین سو ساٹھ سب موحد تھے؟ میدان مناظرہ میں نہیں بتایا تو اب بتایئے۔

(۱۲) اگر حاجیوں کے ستو گھولنے کی وجہ سے لات کے موحد ہونے کی دلیل لانا درست ہے تو سارے مشرکین کو حج کرنے کی وجہ سے موحد کہہ دو یا کم از کم حجاج کی ضیافت اور کعبہ کی تعمیر کرنے ہی کی وجہ سے ستو گھولنا اور پانی پلانا، کھانا کھلانا ایک درجے کے نہیں، پانی پلانا، کھانا کھلانا، ستو گھولنے سے بڑا کام ہے اور کعبے کی تعمیر تو ان دونوں سے بڑھ کر ہے، یہ بالکل وہی دلیل ہوگئی جو آپ لوگ اپنی داڑھی، اپنی نماز، اپنی زکوٰۃ،

اپنے روزے، اپنے حج کو اپنے مومن ہونے کی دلیل بناتے ہیں، قرآن مجید نے آپ کے اسی اجتہاد کا رد فرمایا ہے۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (پ ۱۰، توبة: ۱۹)

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا، مسجد حرام کو بنوانا اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لانے والے کے مثل بنادیا۔

پھر مشرکین و دوسورع، یغوث، نسر کی نہیں ان کے مجسموں کو پوجا کرتے تھے، یہ مجسمے ستو نہیں گھولتے تھے کہ اس سے ان کے موحد ہونے کی دلیل لاسکیں۔

چند سطر کے بعد ہوش آیا تو یوں پلٹا کھایا۔

مشرکین جن ہستیوں کو پوجتے تھے ان میں فرشتے بھی تھے، پیغمبر بھی تھے اور اللہ کے موحد اور نیک کار بندے بھی تھے۔

اتنا اور بڑھا دو اس لیے اساف نائلہ بھی اللہ کے موحد اور نیکوکار بندے تھے، جنھوں نے خاص کعبہ میں زنا کیا، جس کی سزا میں پتھر کے مجسمے بنادیے گئے۔

اتنا اور اضافہ کردو کہ بتوں کو نہیں پوجتے تھے، یا یہ کہہ دو بت بھی فرشتے تھے، پیغمبر تھے، اللہ کے موحد اور نیکوکار بندے تھے۔

فرشتے اور انبیا اور اولیا میں فوق الفطری قوت تھی، اس پر دلائل مناظر اہلسنت کی آئندہ تحریروں میں آتے ہیں یہاں ناظرین کو صرف یہ بتادیں، کیا کسی کو مار ڈالنا فطری قوت کا کام ہے، اگر ہے تو اگر کوئی کسی ولی کے بارے میں عقیدہ رکھے کہ یہ ناراض ہوں گے تو مار ڈالیں گے، یہ کیسے شرک ہوا، بلکہ اگر مشرکین اپنے بتوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ ناراض ہوں گے تو مار ڈالیں گے تو یہ بھی شرک نہ ہوا، اس لیے کہ آپ نے شرک ہونے نہ ہونے کا مدار فوق الفطری قوت ماننے نہ ماننے پر رکھا ہے اور اگر یہ کہیں کہ فوق الفطری قوت ہے تو ملک الموت میں فوق الفطری قوت ہوئی اس لیے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (پ ۲۱، السجدة: ۱۱) فرمادو، تم کو وہ فرشتہ مارتا ہے جو تم پر مقرر ہے۔

توسب مسلمان اور اللہ عزوجل مشرک ہوئے؟۔

اسی طرح روزی دینا فوق الفطری قوت ہے کہ فطری، اگر فطری ہے تو اللہ کے محبوب بندوں میں یہ قوت مان کر ان سے کچھ مانگنا کیوں شرک ہے اور فوق الفطری تو حضرت میکائیل رزق پر موکل ہیں، ان میں فوق الفطری ثابت پھر سب مسلمان اور اللہ مشرک؟۔

اب اگر آپ یہ کہیں کہ مار ڈالنے اور روزی دینے کی قوت فرشتے کے لیے فطری ہے، فوق الفطری نہیں، مگر انسان اور جن کے لیے ماننا فوق الفطری، تو اب بتائیے کہ مشرکین فرشتوں میں کون سی وہ طاقت مانتے تھے جو فرشتوں کے لیے فوق الفطری تھی، جسے فرشتوں میں مان کر مشرکین مشرک ہوئے؟۔

روداد کے طویل ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو آپ لوگ محو حیرت ہو جاتے کہ سات صفحے کی تحریر میں کیا کیا گل افشانیاں ہیں، فی الحال اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

ناظرین اب اہلسنت فاضل مناظر کی تحریر پڑھیں۔

☆☆☆

تحریر نمبر (۱)

ز:۔ اہلسنت وجماعت۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی خلق الانسان علمہ البیان واعطاہ سمعا و بصرا
علما فزان وجعلہ مظہر صفات الرحمٰن ولم یجعلہ معدوما بفناء الابدان
والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی السمیع البصیر العلیم
خبیر المستعان، المولیٰ الکریم الرؤف الرحیم العظیم الشان سیدنا
مولانا محمد النافذ حکمہ فی عالم الامکان، باذن اللّٰہ الرحمٰن وعلیٰ آلہ
صحبہ اجمعین، واشہد ان لا الہ الا اللّٰہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ
صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم رب اعوذبک من ہمزات الشیٰطین
اعوذبک رب ان یحضرون.

اما بعد

جناب کی پہلی تحریر وصول ہوئی، یہ تحریر اصول مناظرہ کے خلاف ہے، عند الضرورۃ
تشریح دعوی مبادی مناظرہ میں سے ہے، جس کا دلیل سے پہلے ہونا لازم ہے اور آپ نے
اس کا موقع ہمیں نہیں دیا[۱]، اور اب حسب قواعد مناظرہ میں تشریح دعویٰ کا مطالبہ کرتا ہوں۔

---

[۱] فریق اول (مُدّعی) کا دعویٰ طے کرکے فریق ثانی (سائل، مدعیٰ علیہ) کے سامنے پیش کرنا اور بات
ہے اور دعویٰ کی وضاحت اور اس کی تشریح امر دیگر، مناظر اہل سنت نے دعویٰ کی تشریح طلب کی ہے، اور یہ حق
فریق ثانی (سائل، مدعیٰ علیہ) کو اصول مناظرہ نے دیا ہے جیسا کہ فریقین کی مسلم الثبوت کتاب ''مناظرۂ
رشیدیہ'' میں اس کی صراحت ہے، إعلم أن الواجب علی السائل أن یطالب .... بقیہ اگلے صفحہ پر

تشریح دعویٰ کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ہم ثابت کریں گے کہ آپ کے پیش کردہ دلائل کسی طرح دعویٰ پر منطبق نہیں ہیں۔

تشریح طلب امور حسب ذیل ہیں۔

(۱) شرک و مشرک کی جامع و مانع تعریف کریں یعنی ان دونوں الفاظ کی ایسی تشریح کریں کہ شرک و مشرک کے سوا ہر چیز سے اس کا مکمل فرق ہو جائے اور شرک و مشرک کے تمام افراد کو شامل بھی رہے۔

(۲) مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں شرک و مشرک سے متعلق متعدد ابواب قائم کیے ہیں اور شرک کی کئی قسمیں بیان کی ہیں، کیا آپ ان اقسام کو تسلیم کرتے ہیں، یا کچھ کم و بیش یا ترمیم کے قائل ہیں جو بھی ہو مفصل لکھیں؟۔

(۳) تفصیل کے ساتھ لکھیے کہ شرک و مشرک کے احکام شرعی کیا ہیں؟ احکام دنیاوی اور احکام اخروی دونوں کی تفصیل مطلوب ہے، ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیں کہ کسی کام پر شرک کا اور کسی شخص پر مشرک کا حکم لگانے کے لیے کس قوت و وزن کی دلیل ضروری ہے[۲]۔

بقیہ صفحہ ۵۶ کا.......... اُولاً ما اُمکنہ من تعریف مفردات المدعیٰ وتعیین البحث وتمییزہ عن سائر الاحوال'' (مناظرہ رشیدیہ ص ۳۳) اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مُدَّعی مُدَّعیٰ علیہ کے سامنے اپنا دعویٰ پیش کرے گا، تو ممکن ہے کہ مدعیٰ علیہ اس کے کل دعوے کو تسلیم کر لے، تو مناظرہ کی نوبت ہی نہ آئے گی اور اگر جزء دعویٰ کو تسلیم کر لے تو مناظرہ صرف مختلف فیہ جزء پر ہوگا، بغیر اس کے دعویٰ و دلیل پیش کر دینا اصول مناظرہ کی خلاف ورزی یا اس سے عدم واقفیت کی دلیل ہے، محشی ''رزم حق و باطل'' کا یہ کہنا کہ یہ شرائط کی دفعہ نمبر ۱ میں لکھا ہوا ہے کہ ''پہلے فریق اول (یعنی اہل حدیث) اپنا طے شدہ دعویٰ مع دلیل پیش کرے گا'' (حاشیہ رزم حق و باطل صفحہ ۵۱) یہ بیجا تاویل ہے، اولاً یہ کہ دعویٰ کی تشریح کے مطالبہ کے بعد مُدَّعی کا دعویٰ کو واضح کرنا پھر اس پر دلیل پیش کرنا اس دفعہ کی ہرگز خلاف ورزی نہیں، دفعہ نمبر ۱ میں دعویٰ مع دلیل پیش کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ابھی دعویٰ کی تشریح اور وضاحت بھی نہ ہوئی ہو، دعویٰ گول مول اور مبہم ہو اور پہلی ہی تحریر یا تقریر میں اس پر دلیل پیش کرنے کا سلسلہ قائم کر دیا جائے، کیوں کہ اس سے نزاعی امر ہرگز طے نہ ہو سکے گا، ثانیاً اگر یہ خلاف ورزی اور بدعہدی ہے تو پھر آپ نے ایسا دفعہ اپنے لیے کیوں متعین کرایا جو اصول مناظرہ کے خلاف ہے۔۱۲

[۲] غیر مقلد مناظر نے جو قرآنی آیات پیش کی ہیں، اور مشرکین کے تعلق سے.......... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۴) تعظیم اور عبادت کی پوری تعریف وتشریح کیجیے اور یہ بتائیے کہ دونوں میں کوئی فرق ہے یا نہیں، اگر فرق ہے تو بیان کیجیے؟۔

(۵) نہایت تعظیم کی حد کہاں سے شروع ہوتی ہے؟۔

(۶) کسی غیر اللہ کی تعظیم کے لیے اس طرح پر کھڑا ہونا کہ نہایت تعظیم کی نیت نہ وتو بھی شرک ہے یا نہیں؟۔

(۷) سجدہ کی تعریف وتشریح کیجیے، اور جھکنے کی بھی شرعی تشریح کریں، اور یہ بھی نائیں کہ کسی کے آگے جھکنا یا اس کا سجدہ کرنا مطلقاً شرک ہے یا کسی قید وشرط کے ساتھ۔

(۸) کیا کوئی شرک ایسا بھی ہے جو کسی موقع پر یا کسی زمانہ میں شرک نہ رہا ہو اور کسی وسرے موقع پر یا کسی اور زمانہ میں شرک ہو، اور یہ کہ شرک منسوخ ہوسکتا ہے یا نہیں؟۔

(۹) آپ کے دعویٰ میں چند اور چیزیں تشریح طلب ہیں۔

نبی، ولی، پیر، شہید، نذر، چڑھاوے چڑھانا، ان تمام الفاظ کی واضح تشریح کیجیے۔

(۱۰) شریعت میں وسیلہ کی کیا حقیقت ہے؟۔

(۱۱) قبور انبیا علیہم الصلوٰۃ السلام وقبور اولیا رحمہم اللہ تعالیٰ اور بتوں کے درمیان کوئی فرق ہے یا نہیں؟۔

نوٹ:۔ جملہ تشریحات واحکام مطلوبہ آیات قرآن حکیم یا احادیث مرفعہ صحیحہ یا سنہ کی تائیدات کے ساتھ مطلوب ہیں۔

ضیاء المصطفےٰ قادری عفی عنہ

مورخہ ۲۰/ ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ

یہ صفحہ ۵۹ کا)...... وارد آیتوں کو مسلمانوں پر چسپاں کیا ہے، اس پر قاہر ایرادسنی مناظر کی اگلی تحریر میں رہا ہے، یہاں سر دست محشی ''رزم حق و باطل'' کی بے چینی کو دور کرنے کے لیے صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ پ کے مناظر نے جتنی قرآنی آیتیں پیش کی ہیں، ان میں سے ایک بھی ان کے دعویٰ کی دلیل نہیں ہے۔۱۲

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

آل مصطفےٰ مصباحی

نوٹ:۔

جب اہلسنت کے مناظر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب مدظلہ العالی نے یہ تحریر پڑھی تو پچیسوں اسٹیج پر بیٹھے ہوئے غیر مقلد مولویوں کا حال دیکھنے کے لائق تھا، ان کے چہرے پر ایک رنگ آتا تھا ایک جاتا تھا، اور غیر مقلد کے مناظر کا تو سب سے زیادہ قابل تماشا حال تھا، تحریر جب پڑھی جا چکی تو آپس میں غیر مقلدین کی چوں چوں ہوئی اور پینتالیس منٹ میں یہ مختصر سی ایک صفحے سے بھی کم کی تحریر آئی، غیر مقلد مناظر نے جس آواز میں پڑھا اسے ٹیپ ریکارڈ میں سنا جا سکتا ہے۔

پہلی تحریر کے لیے بھی پینتالیس ہی منٹ وقت تھا مگر وہ فل اسکیپ کے ساتھ بھرے صفحات پر اور یہ تحریر نمبر ۲ بھی بمشکل پینتالیس منٹ میں تیار ہوئی اور اسی سائز کے ایک صفحے سے بھی کم، اس میں خطبہ بھی دراز اور نیا، اور اس میں عام زبان زد مختصر خطبہ، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ پہلی تحریر مناظرے کے اسٹیج پر نہیں لکھی گئی بلکہ پہلے سے تیار تھی۔

☆☆☆

تحریر نمبر (۲)

ـ غیر مقلدین:ـ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

حمد للّٰہ رب العالمین صلاۃ و سلاما علی خاتم النبیین والہ واصحابہ اجمعین

اما بعد

(۱) تشریح دعویٰ منکر کی طلب پر کی جاتی ہے، دعویٰ کے کسی حصے کی تشریح اگر ہے، مدعی سے کرسکتا ہے، دعویٰ کی وضاحت اور ثبوت سے پہلے اس کا موقع دینے کا ال پیدا نہیں ہوتا[۱]ـ

(۲) اللہ کی ذات میں یا صفات میں یا عبادت میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے راس کا کرنے والا مشرک ہےـ

(۳) مولانا اسماعیل دہلوی یا کسی بھی اہل حدیث عالم کی کسی تحریر کے متعلق کوئی وال اٹھانا مقررہ شرائط کے خلاف ہے اس لیے یہ سوال مسترد کیا جاتا ہےـ

(۴) شرک و مشرک کے احکام دنیوی واخروی موضوع مناظرہ سے خارج ہیں،

دعویٰ کی تشریح دعوے کے ثبوت سے پہلے ہوتی ہے، آپ پہلے اپنا دعویٰ پیش کرتے، فریق ثانی (منکر) ب ضرورت اس کی تشریح اور وضاحت آپ سے طلب کرتے، پھر دلائل اور ثبوت کی باری آتی، آپ نے پ ریکارڈ کی طرح دعویٰ دلیل سب ایک ساتھ پیش کردیا، جو یقیناً اصول مناظرہ کے خلاف ہوا، اس لیے ظر اہل سنت نے آپ سے یہ شکایت کی، جو بالکل بجا ہےـ۱۲

اس لیے یہ سوال بھی مسترد کیا جاتا ہے۔

(۵) کسی کو فوق الفطری قوت واختیار کا مالک سمجھ کر اس کے تقرب کے لیے کوئی عمل کرنا شرک ہے۔

(۶) آپ نے نمبر چھ میں تعظیم کس معنی میں استعمال کیا ہے، اس کو بتایئے تب ہم بتائیں گے کہ وہ غیر اللہ کے لیے جائز ہے یا نہیں۔

(۷) سجدہ اور جھکنا کا وہی معنی مراد ہے جو اصطلاح عام میں معروف ہے اور اسی شرط کے ساتھ شرک ہے جس شرط کے ساتھ دعویٰ میں مشروط ہے۔

(۸) سوال نمبر ۸ موضوع بحث سے خارج ہے اس لیے مسترد کیا جاتا ہے۔

(۹) نمبر ۹ / میں جو الفاظ درج ہیں وہ ہمارے آپ کے مسلمات میں سے ہیں، اس لیے ان کی تشریح کا مطالبہ مسترد کیا جاتا ہے، تشریح غیر واضح چیزوں کی ہوتی ہے۔

(۱۰) وسیلۂ مروجہ سے باہر کی کسی چیز کی تشریح کا مطالبہ موضوع سے باہر ہے، اس لیے مسترد کیا جاتا ہے اور وسیلۂ مروجہ کی تشریح کی جا چکی ہے۔

(۱۱) جو کام بتوں کے ساتھ کیے جاتے ہیں وہی کام اگر قبور انبیا و اولیا رحمہم اللہ کے ساتھ کیے جائیں تو حکم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔

(۱۲) ہم اپنی پچھلی تحریر میں کسی قدر دلائل پیش کر چکے ہیں باقی آئندہ پیش کریں گے۔

(۱۳) آپ نے ہماری پچھلی تحریر پر توجہ نہیں دی، آپ ہماری تحریر کی روشنی میں یہ بتایئے کہ آپ کے عقیدے میں اور مشرکین مکہ کے عقیدے میں کیا فرق ہے۔

(۱۴) آپ نے جو تشریحات طلب کی ہیں، ان کی ضروری تشریح کر دی گئی،

ل کا ایک حصہ آپ کے پاس پہنچ چکا ہے، ان کا جواب دیجیے۲۔

اصل وصول:۔
اء المصطفیٰ قادری عفی عنہ
۲۰/ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ

صفی الرحمٰن الاعظمی
۲۳/اکتوبر ۱۹۷۸ء
حکیم ابوالحسن عبیداللہ

۲ کسی کی جوابی تحریر میں نمبرات کا سوال کے اعتبار سے قائم نہ کرنا اور جواب میں نمبروں کا ہیر پھیر
دینا حیرانی اور پریشانی کا پتہ بتاتا ہے، اس حیرانی کو محشی رزم حق و باطل نے تاویل بارد کے ذریعہ یہ کہہ
چھپانے کی کوشش کی ہے کہ "اہل حدیث مناظر نے اجزائے بحث کے حساب سے نمبرات قائم کیے
، بریلوی مناظر کے نمبرات کے حساب سے نہیں" (حاشیہ رزم حق و باطل صفحہ ۵۷) غیر مقلد مناظر نے
پہلی تحریر میں بزعم خویش آیات نقل کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی تھی، کہ اہل سنت کا وسیلہ مروجہ شرک
اور یہ لوگ مشرک ہیں، لیکن جب سنی مناظر نے اپنی تحریر میں شرک اور مشرک کی تعریف اور اس کے
ام دنیوی و اخروی کا سوال کیا، تو اب بغلیں بجانے لگے اور اسے موضوع مناظرہ سے خارج کہہ کر مسترد
دیا، سوال یہ ہے کہ جب شرک کی صحیح تعریف سے آپ عاجز ہیں، تو کسی عمل کو شرک اور عامل کو مشرک
نے کا حق آپ کو کس نے دیا ہے، یا تو اپنی عاجزی کا اعتراف کیجیے، یا پھر اپنے دعویٰ شرک کو واپس لیجیے۔۱۲
آل مصطفیٰ مصباحی

نوٹ:۔

مناظر اہلسنت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب نے اپنی تحریر میں گیارہ سوالات کیے تھے، ان میں صرف دو کے جواب دیے، ایک شرک کی تعریف کی، ایک ہی نہیں غایت فیاضی سے دو، دو، دوسرے گیارہویں سوال کا جواب دیا مگر سوال کچھ جواب کچھ، سوال یہ تھا۔

قبور انبیا علیہم السلام وقبور اولیار حمہم اللہ تعالیٰ اور بتوں کے درمیان کوئی فرق ہے یا نہیں، جواب یہ دیا۔

جو کام بتوں کے ساتھ کیے جاتے ہیں وہی کام اگر قبور انبیا و اولیار حمہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے جائیں تو حکم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔

(۱) سوال تھا، مزارات انبیا واولیا اور بتوں کے درمیان فرق اور عدم فرق کا، اور جواب یہ دیا کہ جو کام بتوں کے ساتھ کیے جاتے ہیں، اسی کو کہتے ہیں کہ سوال از آسماں جواب از ریسماں۔

(۲) بتوں کے استھان پر سفر کر کے جانا حرام ہے، کیا انبیائے کرام خصوصاً سید الانبیا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر سفر کر کے جانا بھی حرام ہے؟۔

(۳) بتوں کے استھان پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ان کو سلام کرنا حرام ہے، کیا سید الانبیاء بلکہ دیگر انبیا بلکہ عام مومنین کی قبور پر جا کر سلام کرنا حرام ہے؟۔

(۴) مقامی بتوں کی زیارت کے لیے جانا حرام ہے، کیا مقامی قبور انبیا و اولیا و مسلمین کی زیارت کے لیے بھی جانا حرام ہے، اگر حرام ہے، حرام ہی نہیں بلکہ شرک ہے جیسا کہ آپ کے جواب سے ظاہر ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام جنت البقیع اور شہدائے احد کے مزارات کی زیارت کے لیے جاتے تھے وہ کون ہوئے اور جملہ امت زیارت قبور کو سنت کہتی ہے اور سنت سمجھ کر زیارت قبور کے لیے جاتی ہے یہ کون ہوئے؟۔

(۵) انبیا کے لیے بھی ''رحمہم اللہ تعالیٰ'' کہنا کون سا طریقہ ہے؟۔
(٦) اس جواب سے بہتر تو یہ تھا کہ جس طرح نو ہضم کر گئے اسے بھی ہضم کر
تے تو بھرم تو باقی رہتا۔
البتہ آپ نے شرک کی تعریف میں بڑی فیاضی دکھائی بجائے ایک کے دو،دو
ریفیں کیں مگر جب پوچھا گیا کہ دونوں میں کیا فرق ہے تو اخیر وقت تک نہ بتا سکے۔
پھر ہر سوال کے جواب کے لیے قید تھی کہ قرآن حکیم یا احادیث مرفوعہ،صحیحہ
حسنہ کی تائیدات کے ساتھ جواب دیں،مگر شرک کی دونوں تعریفوں میں سے کسی کی
ئید میں یا گیارہویں سوال کے جواب میں نہ ایک آیت پیش کر سکے نہ ایک
ریث،نہ مرفوع،نہ موقوف،نہ صحیح،نہ حسن،حتی کہ اخیر وقت تک کی للکار کے باوجود
ں کوئی ضعیف بھی نہ پیش کر سکے،معلوم نہیں کتنے دنوں کی محنت،مشقت،تلاش و
رگردانی کے بعد جو آیتیں یا حدیثیں پا سکے وہ پہلی تحریر میں ہی ختم ہو گئیں،اب کہاں
سے لاتے،اسی سے غیر مقلدین کے علم بالقرآن وعلم الحدیث وعمل بالحدیث کا بھرم
ھل گیا،اپنے گھر کے گڑھے ہوئے عقیدے پر قرآن وحدیث لائیں بھی کہاں
سے،حد یہ کہ حضرت مجاہد ملت مدظلہ العالی نے بہ حیثیت صدر تحریری مطالبہ کیا کہ اپنی
ں شرک کی تعریف پر کوئی آیت یا حدیث پیش کرو،پھر بھی غیرت نہ آئی،اور نہیں
ش کر سکے،پیش کہاں سے کرتے،یہ دونوں شرک کی تعریفیں ان کی من گھڑت تھیں،
ر قرآن یا حدیث میں ہوتیں جب نہ پیش کرتے،اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے
لیے خود ساختہ تعریف کر دی اور یہی ان کے نزدیک عمل بالحدیث ہے،اب بھی
ارے جہاں کے غیر مقلدین کو عام چیلنج ہے کہ غیر مقلد مناظر کی شرک کی،کی ہوئی
ریف قرآن یا حدیث میں دکھادیں،صحیح حدیث میں نہ سہی ضعیف ہی میں
ھادیں،مرفوع میں نہ سہی موقوف ہی دکھادیں۔

شرک کی اس تعریف پر حضرت مجاہد ملت کا اعلان عام

ہند و بیرون ہند کے تمام غیر مقلدین آج کل کے بنے ہوئے سلفیوں کو

گیارہ سو گیارہ روپیہ کا انعامی چیلنج

مناظرہ بجرڈیہہ بنارس درمیان اہلسنت وغیر مقلدین منعقدہ میٹونسپل ہال بنارس مورخہ ۲۰/ ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ لغایت ۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۳/ اکتوبر ۱۹۷۸ء لغایت ۲۶/ اکتوبر ۱۹۷۸ء کے لیے موضوع کی تعیین کرتے ہوئے غیر مقلدین کے مناظر جناب صفی الرحمٰن صاحب اعظمی نے ۱۵/ جولائی ۱۹۷۸ء کو وسیلۂ مرجہ کی درج ذیل تفصیل بتانے کے بعد یہ دعویٰ کیا تھا کہ مذکورہ بالا وسیلہ مجموعی طور پر شرک ہے اور یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ مذکورہ بالا عقیدہ کے تحت اوپر جتنے افعال ذکر کیے گئے ہیں سب شرک ہیں اور انکا مرتکب مشرک ہے، اسی دعویٰ کے پیش نظر بتاریخ ۲۱/ ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۴/ اکتوبر ۱۹۷۸ء مناظرہ گاہ میں فقیر نے جناب حکیم ابوالحسن عبیداللہ صاحب صدر مجلس مناظرہ من جانب غیر مقلدین کو انعامی چیلنج کی پشت پر مندرج تحریر بھیجی، صدر مجلس مناظرہ منجانب غیر مقلدین موصوف نے اس تحریر کو پڑھنے کے بعد کہا کہ بعد میں ہم دونوں صدر اس کے بارے میں گفتگو کر کے اسے طے کرلیں گے، اس کے بعد فقیر کے کہنے پر شریک مناظرہ مولانا محمد علی جناح صاحب جیبی مدرس جامعہ حبیبیہ الہ آباد فقیر کی اس تحریر کو مائک پر پڑھ کر سنانے لگے، انھوں نے اسے پڑھنا شروع ہی کیا تھا کہ صدر غیر مقلدین موصوف نے مائک پر چلانا شروع کیا، اور انھیں پڑھنے نہ دیا، اس طرح عوام پر وہ تحریر پوری ظاہر نہ ہوسکی، لہٰذا اب تمام غیر مقلدین کو یہ انعامی چیلنج دیا جاتا ہے کہ جو بھی غیر مقلد ایسی کوئی آیت اور حدیث پڑھیں جس میں بلا اعتقاد معبودیت وسیلۂ مرجہ کے مطلب مذکور کی تفصیل کو مجموعی طور پر شرک بتایا گیا ہو اور ایسی

ئی آیت اور حدیث بھی پڑھیں جس میں وسیلۂ مروجہ کے مطلب کی تفصیل میں جتنے
ال ذکر کیے گئے ہیں، بلا اعتقاد معبودیت ان سب کو شرک اور ان کے مرتکب کو مشرک
یا گیا ہو اور کسی آیت اور کسی حدیث میں اس کی صراحت دکھا دیں کہ مثلاً اگر بتی جلانا
ک ہے، تو انھیں مبلغ گیارہ سو روپیہ کا انعام فقیر پیش کرے گا۔ اس دعویٰ کے لیے ان
شرک کی پہلی تعریف ذرہ برابر بھی مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لیے ساتھ نہ دے
ں، اس لیے ایک نئی تعریف بدعت سیۂ قبیحہ از خود گڑھی جس کی حقیقت آئندہ انشاء
ولی الکریم آشکارا کی جائے گی، فقط زیادہ زیادہ۔

فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری غفرلہ
یکم ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

(۸) پھر شرک کی دو تعریف کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی، اگر دونوں کا
صل ایک ہے تو ایک ہی کرتے دونوں ذکر کر کے وقت برباد کرنے سے کیا حاصل۔
دونوں میں کچھ فرق ہے تو فرق واضح کرتے، دونوں میں کوئی غلط ہے تو غلط
ریف کر کے عوام تو عوام علما کو دھوکا دینے کی کوشش کیوں کی۔
اہلسنت کے فاضل مناظر نے اسی لیے پوچھا تھا کہ دونوں میں نسب اربعہ میں
ے کون سی نسبت ہے۔
شرک کی پہلی تعریف بتا رہی ہے کہ شرک کی تین قسمیں ہیں، شرک فی الذات،
ک فی الصفات، شرک فی العبادت، اور تحریر نمبر ا میں قبول کر آئے کہ اصل شرک، شرک
التصرف ہے، دوسرے مظاہر شرک ہیں، تحریر نمبر ا کی بات صحیح ہے یا اس تحریر کی۔
اللہ عز و جل کی صفت رؤف، رحیم، حفیظ، علیم، سمیع، بصیر، حیی ہے اور خود قرآن
ریم سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رؤف و رحیم ہیں اور حضرت یوسف
یہ السلام حفیظ، علیم ہیں، ہر انسان سمیع، بصیر، حیی ہے، یہ شرک فی الصفات ہے یا نہیں۔
شرک کی دوسری تعریف یہ کی ہے۔

''کسی کو فوق الفطری قوت واختیار کا مالک سمجھ کر اس کے تقرب کے لیے کوئی عمل کرنا شرک ہے'' کسی کو عام حکم ہے اس کے عموم میں اللہ عزوجل بھی داخل ہے، بولیے اللہ عزوجل کو فوق الفطری قوت واختیار کا مالک سمجھ کو ان کے تقرب کے لیے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا شرک ہے کہ نہیں، اگر نہیں تو کیوں، اور اگر شرک ہے اور آپ لوگ بتایئے کسی کی نماز پڑھنے میں، کسی کے لیے زکوٰۃ دینے میں، کسی کے لیے حج کرنے میں، کسی کے لیے روزہ رکھنے میں، اگر اللہ عزوجل کے لیے تو مشرک، اور اگر اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے تو بنص قرآن مشرک، نیز یہ کہ اس کو فوق الفطری قوت واختیار کا مالک جانتے ہیں کہ نہیں، اگر جانتے ہیں تو پھر شرک اگر اس کو فوق الفطری قوت واختیار کا مالک نہیں جانتے اور پھر بھی اس کی عبادت کرتے ہیں تو اپنے مقلدین کو اجازت دیجیے کہ وہ کنکر پتھر، لنگ بھگ کی پوجا کریں مگر ان میں فوق الفطری قوت واختیار نہ مانیں۔

صرف گیارہ سوالوں پر یہ بدحواسی کہ شرک کی تعریف ایسی گڑھی کہ اپنے ہی ہاتھوں اپنا دین، دھرم، ایمان توحید سب غارت۔

(۱۵) آپ نے اپنی تحریر میں مشرکین کے چند مراسم کو عبادت کہا تھا، وہ مراسم عبادت ہیں کہ نہیں؟ اس کا تصفیہ اس پر موقوف تھا کہ آپ عبادت کی تعریف کرتے مگر اسے گول کر گئے، جانتے تھے کہ عبادت کی صحیح تعریف کیا نہیں کہ بھرم کھلا، غیر مقلدیت فنا، اس لیے نہ عبادت کی تعریف کی اور نہ اس کے بارے میں یہی لکھا کہ یہ غیر موضوع سے متعلق یا شرائط کے خلاف ہے، بالکل ہی ہضم کر گئے، بار بار کے تقاضے پر بھی عبادت کی تعریف نہیں کر سکے، اور اب بھی ہمارا چیلنج ہے کہ دنیا کا کوئی غیر مقلد عبادت کی ایسی جامع مانع تعریف قرآن یا حدیث میں نہیں دکھا سکتا، جو ان کے مدعا کے مطابق ہو۔

اب بقیہ باتوں کے سلسلے میں فاضل مناظر اہلسنت کی تحریر نمبر ۲ کو ملاحظہ کریں۔

☆☆☆

تحریر نمبر (۲)

:۔اہلسنت وجماعت:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین
اما بعد

(۱) رشیدیہ صفحہ ۳۳ پر ہے ثم للبحث ثلاثۃ اجزاء، مباد وھی تعیین
مدعی پھر چند سطروں کے بعد اسی میں ہے اعلم ان الواجب علی السائل ان
طالب اولا ما امکنہ من تعریف مفردات المدعی وتعیین البحث ویمیزہ
ـن سائر الاحوال اس عبارت کی روشنی میں ہم کو یہ حق حاصل ہے کہ ہم دعویٰ کے ہر
فظ کی تشریح تام مع احکام آپ سے پوچھیں، اور آپ بتانے پر مجبور ہیں، موضوع مناظرہ
سے خارج کہہ کر آپ دامن نہیں بچا سکتے۔

(۲) آپ نے شرک ومشرک کی تعریف تو کی مگر اس کو قرآن وحدیث سے
ببرہن نہیں کیا پھر نمبر ۵ پر بھی آپ نے شرک کی تعریف دہرائی ہے، سوال یہ ہے کہ ان
دونوں تعریفوں میں نسب اربعہ میں سے کون سی نسبت ہے[۱]۔

---

[۱] جب غیر مقلد مناظر نے شرک کی تعریف اپنے جواب نمبر۲ میں الگ اور جواب نمبر۵ الگ کی ہے، تو یہ سوال
زماً پیدا ہوتا ہے کہ دونوں مقام پر ذکر کردہ شرک کا مفہوم ایک ہے، یا نہیں؟ اور یہ اسی وقت طے ہو سکتا ہے، جب
منطق میں ذکر کردہ نسبت اربعہ (تساوی، تباین، عموم خصوص مطلق، عموم خصوص من وجہ) کے تناظر میں دونوں کے
بین نسبت متعین کی جائے کہ شرک کے دونوں مفہوم کے درمیان نسبت تساوی کی ہے یا تباین کی یا عموم خصوص
مطلق کی یا عموم خصوص من وجہ کی، اور یہ بات اصول مناظرہ کے .... بقیہ اگلے صفحہ پر

(۳) ہم نے آپ سے مولوی اسماعیل دہلوی کی کسی عبارت کی تردید یا تصحیح نہیں چاہی ہے بلکہ ان کی ذکر کردہ اقسام شرک کے بارے میں آپ کی رائے دریافت کی ہے تا کہ موضوع میں ذکر کیے ہوئے لفظ شرک کی کما حقہ وضاحت ہو سکے۔

(۴) ہم نے نمبر ا میں یہ بات ثابت کر دی ہے کہ وہ ساری باتیں تشریح دعویٰ کے ضمن میں آئی ہیں، جن کا ہم نے سوال کیا ہے، جیسا کہ رشیدیہ کی عبارت میں عن سائر الاحوال سے ظاہر ہے۔

(۵) ہم نے لفظ تعظیم کو خود کسی معنی میں استعمال نہیں کیا ہے آپ کے دعویٰ میں یہ لفظ آیا ہوا ہے اس کی تشریح ہم نے چاہی ہے۔

(۶) تعظیم اور نہایت تعظیم کا فرق آپ کو واضح کرنا ہی پڑے گا، آپ اس سے پہلو تہی نہ کریں کیونکہ یہ بات شرائط مناظرہ میں طے ہے کہ مناظرہ ''حسب کتب اصول مناظرہ'' ہوگا۔

(۷) ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ سجدہ اور جھکنے کے وہی اصطلاح عام والے معنی

بقیہ ۷۶ صفحہ کا .... مطابق مدعی شرک پر یقینا عائد ہوتی ہے، محشی ''رزم حق و باطل'' نے ان دونوں کے درمیان ایک مضحکہ خیز نسبت بیان کی ہے، دراصل محشی کو بریلوی کی نوع کا پتہ نہیں، اور دوسروں کی نوعیت کا پتہ لگانا امر مشکل بھی ہے، اس لیے نسبت بیان کرنے میں انھوں نے ٹھوکر کھائی ہے، ہاں چونکہ وہ غیر مقلد ہیں، اس لیے ان کو غیر مقلدین کی نوع کا خوب پتہ ہے، اس لیے محشی ''رزم حق و باطل'' کو صحیح نسبت یوں بیان کرنی چاہیے ''دونوں مفہوم میں وہی نسبت ہے جو غیر مقلدین کی نوع اور گدھے کی جنس میں ہے''۔ پھر یہ کہ شرک کی دونوں تعریفیں قرآن کریم کی آیت یا حدیث صحیح سے ثابت ہیں؟ یا یہ دونوں ہی تعریف غیر مقلد مناظر کی خانہ زاد اور اجتہادی ہیں؟ یہ سوال اس لیے یہاں کھڑا ہوتا ہے کہ شرک کی تعریف کو غیر مقلد مناظر نے قرآن یا حدیث صحیح کی نص سے ثابت نہیں کیا ہے

دوسری تحریر جواب نمبر ۵ میں غیر مقلد مناظر نے شرک کی تعریف میں لفظ ''کسی کو'' استعمال کیا ہے جو عام ہے یہ اپنے عموم کے اعتبار سے اللہ عزوجل کو بھی شامل، تو اس تعریف کا حاصل یہ ہوا کہ اللہ عزوجل کو بھی فوق الفطری قوت کا مالک سمجھ کر اس کے تقرب کے لیے کوئی عمل کرنا شرک ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یان کریں تاکہ آئندہ بحث میں سہولت ہو۔
(۸) تحریر اول میں ہمارا سوال نمبر ۸ ہرگز موضوع بحث سے خارج نہیں، شیدیہ کی عبارت عن سائر الاحوال اس کی شاہد عادل ہے، بلکہ شرک کا مفہوم متعین کرنے میں یہ وضاحت کلیدی درجہ رکھتی ہے[1]۔
(۹) ہمیں حیرت ہے کہ آپ ایک ہی سانس میں ان چیزوں کو اپنے دعویٰ میں ذکر بھی کرتے ہیں اور پھر اس کی تشریح طلب کرنے پر گریز بھی کرتے ہیں، صاحب شیدیہ نے تو وضو میں نیت شرط نہ ہونے کا دعویٰ کرنے کے لیے وضو اور نیت کی تعریف بھی تشریح مدعیٰ کے بیان میں ذکر کی ہے، لہٰذا آپ ہماری تحریر اول کے سوال نمبر ۹ میں ذکر کی ہوئی چیزوں کی تشریح کیجیے، اسی طرح اس کے سوال نمبر ۱۰ کا بھی جواب دیں۔
(۱۰) قبور صالحین اور بتوں کے پاس کیے گئے افعال میں فرق ہم نے پوچھا تھا اور آپ نے اس کے حکم کے متعلق جواب دیا ہے اس لیے سمجھ کر جواب دیا کیجیے۔
(۱۱) آپ کے دلائل کی حقیقت سامنے آتی ہے لیکن آپ پہلے اپنے دعویٰ کو واضح کریں اور آپ ابھی مدعی ہیں، اس لیے اصولاً آپ کو ہم سے سوال کرنے کا کوئی حق نہیں۔
(۱۲) یہ کہنے سے کہ ہم نے تشریح کر دی، تشریح نہیں ہوئی، ہمارے سوالات آپ پر مسلط ہیں۔

ضیاء المصطفیٰ قادری عفی عنہ
فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری عفی عنہ
۲۰ رذی قعدہ ۱۳۹۸ھ/ ۲۳ راکتوبر ۱۹۷۸ء

حکیم ابوالحسن عبید اللہ
صفی الرحمٰن الاعظمی ۲۳ راکتوبر ۱۹۷۸ء

---

[1] بالخصوص جب کہ غیر مقلدین غیر شرک کو شرک اور شرک خفی کو شرک جلی قرار دینے کے عادی ہوں۔ ۱۲
آل مصطفیٰ مصباحی

نوٹ:۔

مناظر اہلسنت اگر بات الجھانا چاہتے تو شرک کی تعریف پر جو اعتراضات ہم پہلے نقل کر آئے ہیں ان کو تحریر کرتے، پھر نتیجہ یہ ہوتا کہ اصل بحث دھری کی دھری رہ جاتی (اور غیر مقلد مناظر یہی چاہتا تھا) مگر مناظر اہلسنت چاہتے تھے کہ مناظرہ اصولی طور سے ہوتا کہ بحث سننے والوں کو سمجھنے کا موقع ملے، اس لیے مناظرہ رشیدیہ سے جو فن مناظرہ کی مسلمہ کتاب ہے اپنے سوالات کے حق بجانب ہونے کو ثابت کر کے دوبارہ غیر مقلد مناظر کو متنبہ کر کے اجزائے دعویٰ کی تشریح طلب کی، مگر غیر مقلد مناظر چونکہ جانتا تھا کہ ان سوالات کے جوابات اس کے لیے موت کا پیغام ثابت ہوں گے، اس لیے پھر بھی ان سوالوں کے جوابات نہ دیے، اور تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق بازاری لب ولہجہ پر اتر آیا، چونکہ مناظرے کا وقت ختم ہو گیا تھا، اس لیے کارروائی دوسرے دن کے لیے ملتوی کر دی گئی۔

دو بجے دن سے صبح تک اٹھارہ گھنٹے کا وقت غیر مقلدین کو ملا، ان اٹھارہ گھنٹے کی خبر یہ ہے کہ مناظرہ گاہ سے جاتے ہی تمام غیر مقلد مولوی کتابوں کی ورق گردانی میں لگ گئے، چہروں سے بشاشت غائب تھی، بولی بات بند تھی، اور مل ملا کر رات ہی لکھ لکھا کر دوسرے دن کے لیے پہلی تحریر مدرسہ سلفیہ ہی سے لائے اور اسٹیج پر آکر دکھاوے کے لیے کچھ لکھتے رہے، کتابیں دیکھتے رہے، اور جب ۹ر بج کر ۴۵ر منٹ ہوئے تو یہ تحریر سنائی۔

☆☆☆

تحریر نمبر (۳)

از:۔ غیر مقلدین:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہ محمد افضل المرسلین وخاتم النبیین وعلیٰ آلہ وصحبہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین.

اما بعد

عرض ہے کہ آپ کی پہلی اور دوسری تحریر کا مقصد تقریباً ایک ہے، یعنی ہمارے پیش کردہ دلائل کے جواب سے گریز کرتے ہوئے بے موقع ومحل ایسی تشریحات کا طلب کرنا جو بعد از وقت ہونے کے ساتھ غیر ضروری بھی ہیں۔

مثلاً آپ لکھتے ہیں کہ عند الضرورۃ تشریح دعوی مبادی مناظرہ میں سے ہے جس کا دلیل سے پہلے ہونا لازم ہے اور آپ نے اس کا موقع ہمیں نہیں دیا۔

جواباً عرض ہے کہ دعویٰ اور اس کی تشریح تو شرائط مناظرہ کے وقت ہی کردی گئی تھی، اور نہایت ہی واضح الفاظ میں لکھ کر دے دیا گیا تھا کہ وسیلۂ مروجہ کا مطلب یہ ہے اور اہل حدیث کا نقطۂ نظر اس کے بارے میں یہ ہے، اگر آپ کے نزدیک اس دعویٰ میں کوئی ابہام تھا تو آپ کو اسی وقت اس کی توضیح طلب کر لینی چاہیے تھی[1]، لیکن بالفرض اگر آپ کو

---

[1] غیر مقلد مناظر کو معلوم نہیں کہ دعویٰ کی توضیح شرائط مناظرہ طے کرتے وقت پوچھی جاتی ہے، یا مناظرہ کرتے وقت، جب مناظرہ میں مدّعی اپنا دعویٰ پیش کرتا ہے تو منکِر اس کی تشریح طلب کرتا ہے، تا کہ دعویٰ کی مخالفت یا موافقت کی راہ متعین ہو سکے، اور مخالفت کی صورت میں .... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس وقت یہ بات نہیں سوجھی تھی تو کیا تقریباً اس ساڑھے تین مہینے کے عرصے میں بھی نہیں سوجھی اور سوجھی تو اس وقت سوجھی جب کہ حسب قرار داد شرائط ہمارے ثبوت اور دلائل قرآن اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں مناظرہ شروع ہونے کے بعد آپ کے خلاف پیش کر دیے گئے اور آپ پر لازم ہو گیا کہ جن تفاصیل اور ادلۂ قویہ ثابتہ کے ساتھ بات پیش کی گئی ہے آپ انھیں تفصیلات کے ساتھ ترکی بہ ترکی جواب دیں اور اپنے موقف کے خلاف ثابت شدہ دلائل کا توڑ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں پیش کریں۔

تعجب اور حیرت ہے کہ آج آپ بے موقع اور بے محل لکھ رہے ہیں کہ ہمیں اس کا موقع نہیں دیا گیا اور اوپر سے ہمیں کو الزام بھی دے رہے ہیں کہ یہ آپ کی یہ تحریر اصول مناظرہ کے خلاف ہے یعنی اصول مناظرہ کی خلاف ورزی تو آپ نے کی اور الزام ہم کو دیا۔

پھر آپ کے مطالبہ بیجا پر بھی شرک کی جامع و مانع تعریف پیش کر دی گئی اور بعض دوسرے اجزا کی تشریح بھی کر دی گئی تا کہ اصل موضوع پر بحث شروع ہو، مگر آپ مرغی کی ایک ٹانگ کی طرح اپنی روش پر اڑے رہے اور رشیدیہ کی ادھوری بحث پیش کر کے اسے مدلل بھی کرنے لگے کہ ہمیں قواعد مناظرہ کے مطابق ان سوالات کے حل کرانے کا حق ہے، حالانکہ آپ نے خود رشیدیہ کی اس عبارت سے تجاہل عافرانہ کیا، جس میں دعویٰ اور تشریح کی مثال دی گئی ہے، مثلاً کوئی دعویٰ کرے کہ نیت وضو کے لیے شرط ہے تو سائل پوچھ سکتا ہے کہ نیت کیا ہے؟ وضو کیا ہے؟ اور شرط کیا ہے؟ دیکھیے صفحہ ۳۴ پس اسی طرح آپ ہمارے اس دعویٰ کے بارے میں کہ ''وسیلۂ مروجہ شرک ہے'' صرف اتنا پوچھ سکتے تھے کہ وسیلۂ مروجہ کیا ہے اور شرک کیا ہے بشرطیکہ آپ اسے نہ جانتے ہوں، لیکن معلوم ہوتے ہوئے ایسے سوالات کرنے کو مجادلہ اور مکابرہ کہتے ہیں،

(بقیہ صفحہ ۹۷ کا) .... بحث کا سلسلہ شروع ہو، شرائط مناظرہ تو اس لیے طے کیے جاتے ہیں، تا کہ مد مقابل کو موضوع سے فرار کی راہ نہ مل سکے، لہٰذا مناظرہ سے قبل توضیح طلب کرنے کی بات اصول مناظرہ کے خلاف ہے۔

ں ہٹ دھرمی اور کٹھ حجتی جیسا کہ اسی بحث میں آگے چل کر صفحہ ۴۳ میں صاحب رشیدیہ
نے یہ بیان کیا ہے اعلم ان وجوب الطلب انما هو اذا لم يكن معلوما
لسائل، لان الطلب مع العلم مجادلة ومكابرة كما سبق پھر آگے چل کر
کہتے ہیں مع انه في التعبير عنه اشارة الى ماستعرف من انه ينبغي ان
يكون احد المتخاصمين في غاية الرداءة لان هذه الاشياء ظاهرة لا
تكون مجهولة الا لمن كان اسوء الحال۔

پس وسیلۂ مرجبہ اور لفظ شرک کی تشریح کے بعد کسی دوسری تشریح کے پوچھنے کا
آپ کو اصولی طور پر کوئی حق نہیں۔

یاد رہے کہ مسلمان قوم نے ہم کو اور آپ کو بے ضرورت سوال و جواب کے لیے
جمع نہیں کیا ہے، مسلمان قوم یہ جاننا چاہتی ہے کہ مزارات اولیا پر جو کچھ اس مرجبہ وسیلہ
کے نام پر ہو رہا ہے جس کی تشریح ہو چکی ہے وہ از روئے شرع جائز ہے یا نہیں، لہٰذا جو کچھ
سوال ہوں، وہ اسی بحث سے متعلق ہوں، کیونکہ عوام معاملہ کو صاف کرنا چاہتے ہیں،
الجھانا نہیں، لیکن اگر آپ ان کی آرزوؤں کو پامال کرنا اور ان کے وقت پیسے کا خون کر کے
الف الجھاوے کی باتیں کرنا چاہتے ہیں تو تشریف لائیے پہلے اپنے سوال میں استعمال
کیے ہوئے الفاظ کو واضح کیجیے تا کہ آپ کا سوال بالکل صاف ہو جائے، اور ہم اسی کے
مطابق آپ کا جواب دیں، آپ کے موصولہ دونوں پرچوں میں یہ الفاظ آئے ہیں،
تشریح، دعویٰ، منطبق، جامع و مانع، تعریف، دلائل، نسبت اربعہ، مناظرہ، اصول، مبادی،
علم، ابواب، ایمان، افراد، نہایت، شریعت، موضوع، شرائط۔

پہلے ان الفاظ کا صحیح اردو ترجمہ کیجیے، اس کے بعد ہر ایک کی پوری وضاحت کیجیے،
تشریح عبارت اور تشریح جسم میں کیا فرق ہے؟ دلائل کے اقسام مع دلیل حصر لکھیے، اصول
کے لغوی اور عرفی معنی بتائیے، شریعت اور دین کا فرق لکھیے، دین کی وحدت اور شریعت
کے اختلاف کی حکمت لکھیے، ایمان کا لغوی و شرعی معنی لکھ کر اس کے بسیط یا مرکب ہونے

کے دلائل دیجیے، ابواب کا لغوی و اصطلاحی معنی لکھیے، ابواب وفصول کا فرق بتلائیے، لازم کا اصطلاحی معنی لکھتے ہوئے اس کے اقسام مع دلیل حصر بیان کیجیے، شرائط کے لغوی واصطلاحی معنی لکھیے۔

جب تک آپ ان باتوں کی وضاحت نہیں کریں گے جواب کے ہرگز مستحق نہیں ہوں گے، اس کے بعد ہم اصل موضوع پر آتے ہیں، ہم نے اپنی تحریر میں کتاب وسنت سے ثابت کیا ہے کہ کسی بھی ہستی کو فوق الفطری قوت واختیار کے ساتھ متصف ماننا شرک ہے[۲]، اس قوت واختیار کا ایک چھلکا اور ایک ذرہ بھی کسی کو نہیں ملا ہے، اس کے بعد آئیے بعض اور پہلوؤں سے یہ دیکھ لیجیے کہ انبیا، اولیا وغیرہ کو تصرف یا فوق الفطری قوت واختیار حاصل نہیں تھا۔

(۱) انبیا جس خاص مقصد کے لیے بھیجے گئے تھے وہ تھا خلق خدا کو ہدایت کرنا، اس مشن کے سلسلے میں انبیائے کرام یہ کام تو کرتے تھے کہ لوگوں کو حق کی طرف بلاتے اور حق بات سناتے تھے لیکن انھیں قوت واختیار نہیں تھا کہ جس کے دل میں چاہیں یہ ہدایت اتار دیں، حالانکہ اگر انھیں فوق الفطری قوت واختیارات دیے جاتے تو سب سے پہلے اس مشن کے سلسلے میں دیے جاتے جس کے لیے وہ بھیجے گئے تھے، مگر خدا کا ارشاد ہے۔

۱. اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ (پ ۲۰، سورۃ القصص: ۵۶)

بیشک یہ نہیں کہ تم جسے چاہو ہدایت کردو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔

یہ معلوم ہے کہ یہ آیت حضرت ابوطالب کے ایمان لائے بغیر وفات پاجانے پر اتری اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار حاصل ہوتا تو کسی قیمت پر ابوطالب کو کفر پر مرنے نہ دیتے، دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

---

۲ ''شرک کی یہ تعریف نہ کتاب اللہ میں ہے نہ سنت رسول اللہ میں، یہ تعریف غیر مقلدین کی خانہ زاد ہے، کوئی غیر مقلد قیامت تک یہ تعریف کسی آیت یا حدیث میں دکھا نہیں سکتا''۔ آل مصطفیٰ مصباحی

۲. لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ . اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ
علیھِمْ مِنَ السَّمَاءِ اٰیَۃً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُھُمْ لَھَا خَاضِعِیْنَ (پ ۱۹،
سورۃ الشعراء: ۳،۴)

کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے غم میں کہ وہ ایمان نہیں لائے اگر
ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی اتاریں کہ ان کی گردنیں، اس کے حضور
جھکی رہ جائیں۔

اگر حضور کو ہدایت دینے کی قوت اور اختیار ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کیوں کہتا، اگر ہم
چاہیں تو ان پر کوئی نشانی اتار دیں کہ ان کی گردنیں اس کے حضور جھکی رہ جائیں۔

اللہ تعالیٰ کو تو سیدھے سیدھے یوں کہنا چاہیے تھا کہ تم اپنے آپ کو ان کی ہدایت
کے چکر میں ہلاک کیوں کیے دے رہے ہو اپنی قوت و اختیار سے کام لو اور انھیں ہدایت
دے کر سکون قلب حاصل کرو۔

۳. وَمَا اَنْتَ بِھَادِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلَالَتِھِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا
(پ ۲۰، سورۃ النمل: ۸۱، پ ۲۱، سورۃ الروم: ۵۳)

اور اندھوں کو گمراہی سے تم ہدایت کرنے والے نہیں تمہارے سنائے تو وہی سنتے
ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام کو اس معاملے میں بھی کوئی فوق الفطری
قوت حاصل نہ تھی، جو ان کا خاص مشن تھا۔

۲۔ انبیا علیہم السلام نے اپنے مخالفین کے ساتھ پیش آنے والے مختلف
واقعات کے دوران جس طرح کی باتیں کہی ہیں یا جو طرز عمل اختیار کیا ہے اسی سے بالکل
صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ انھیں تصرف کا اختیار نہیں تھا۔

(الف) حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر جب ان کی تبلیغ گراں گذری تو کیا
ہوا، ارشاد ہے قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَہِ یٰا نُوْحُ لَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ (پ ۱۹،

سورۃالشعرا: ۱۱۶) بولے اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور سنگ سار کیے جاؤ گے۔

اس دھمکی پر حضرت نوح علیہ اسلام نے یہ نہیں کہا کہ آجاؤ مقابلہ کرلو، بلکہ اللہ سے اپنی اور مومنین کی نجات مانگنے لگے قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ کَذَّبُوْنِ . فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُمْ فَتْحاً وَّنَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (پ ۱۹، سورۃالشعرا: ۱۱۸،۱۱۷) عرض کی اے میرے رب! میری قوم نے مجھے جھٹلایا تو مجھ میں اور ان میں پورا فیصلہ کردے اور مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو نجات دے۔

بلکہ یہاں تک پکار اٹھے کہ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (پ ۲۷، سورۃالقمر: ۱۰) کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے۔

یہ ساری دعائیں اور فریادیں کن کے مقابل میں کی جارہی ہیں اور نوح علیہ السلام جیسے پیغمبر اپنے آپ کو کن کے مقابلے میں مغلوب قرار دے رہے ہیں، ان کفار کے مقابل میں جنھیں فطری قوت سے زائد کچھ نہیں ملا تھا، اگر نوح علیہ السلام کو فوق الفطری قوت ملی تھی تو اپنے آپ کو ان کے مقابل میں مغلوب کیوں محسوس کر رہے تھے۔

(ب) حضرت ہود علیہ السلام نے دوران گفتگو اپنی قوم سے کہا اِنِّیْ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْا اَنِّیْ بَرِیْءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ . مِنْ دُوْنِهٖ فَکِیْدُوْنِیْ جَمِیْعاً ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنَ . اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم (پ ۱۲، سورۃالھود: ۵۶، ۵۵، ۵۴) میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم سب گواہ ہو جاؤ کہ میں بیزار ہوں ان سب سے جنھیں تم اللہ کے سوا اس کا شریک ٹھہراتے ہو، تم سب مل کر میرا برا چاہو، پھر مجھے مہلت نہ دو، میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے، نہیں ہے کوئی چلنے والا جس کی چوٹی اس کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔

غور فرمایئے حضرت ہود یہ نہیں کہتے کہ تمہاری فطری طاقت کے مقابلے میں مجھے ایسی بالاتر طاقت دی گئی ہے کہ میں تمہارا مقابلہ کرلوں گا، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ

سہ کیا ہے، ہر جاندار کی چوٹی اسی کے ہاتھ میں ہے۔
(ج) حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے، اللہ کا ارشاد ہے قُلْنَا یا
ونِی بَرْداً وَّسَلاماً عَلیٰ اِبْرَاهِیم (پ ۱۷، سورۃ الانبیاء: ۶۹) ہم نے کہا
گ تو ٹھنڈی ہوجا اور سلامتی ہوجا ابراہیم پر۔
مزید ارشاد ہے وَاَرَادُوْا بِہٖ کَیْداً فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَ خْسَرِیْنَ . وَنَجَّیْنٰهُ
طاً اِلَی الاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ (پ ۱۷، سورۃ الانبیاء: ۷۰،
اور انھوں نے اس کا برا چاہا تو ہم نے انھیں سب سے بڑھ کر زیاں کار کردیا، اور ہم
سے اور لوط کو نجات بخشی، اس زمین کی طرف جس میں ہم نے جہاں والوں کے لیے
رکھی ہے۔
معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی ایسی طاقت نہیں ملی تھی کہ آگ
ی کر سکتے اور اپنے کو کفار سے بچا سکتے۔
(د) حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ سے تنگ آ کر ان کی قوم نے چیلنج کیا۔
قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ یَا لُوْطُ لَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ (پ ۱۹،
ۃ الشعرا: ۱۶۷) بولے اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور نکال دے جاؤ گے۔
اس چیلنج کے جواب میں حضرت لوط علیہ اسلام نے کہا رَبِّ نَجِّنِیْ وَ اَهْلِیْ
یَعْمَلُوْنَ (پ ۱۹، سورۃ الشعرا: ۱۶۹) اے میرے رب مجھے اور میرے گھر
کو ان کے کام سے بچا۔
اس سے معلوم ہوا کہ ان کو اتنے اختیارات بھی نہیں دیے گئے تھے کہ وہ اپنی قوم
بدمعاشوں سے اپنی اور اہل کی حفاظت کر سکتے، اس سے بھی زیادہ صریح الفاظ میں
کہ جب ان کی قوم کی ہلاکت کے لیے فرشتے آئے تو وہ جان نہ سکے کہ یہ فرشتے ہیں،
ان کے ساتھ بدفعلی کے لیے دوڑی حضرت لوط علیہ السلام نے زچ ہوکر آرزو کی لَوْ
ی بِکُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْ اِلیٰ رُکْنٍ شَدِیْدٍ (پ ۱۲، سورۃ الھود: ۸۰) اے

کاش مجھے تمہارے مقابل زور ہوتا یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا۔

مولوی نعیم الدین اس آیت کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''یعنی اگر مجھے تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا ایسا قبیلہ رہتا جو میری مدد کرتا تو تم سے مقابلہ اور مقاتلہ کرتا، حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے مکان کا دروازہ بند کرلیا تھا اور اندر سے یہ گفتگو فرما رہے تھے، معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کو فوق الفطری طاقت تو درکنار فطری طاقت بھی اتنی نہیں تھی کہ ان کا مقابلہ کر سکتے، بلکہ مجبوری کا یہ عالم تھا کہ چند لچھوں اور لفنگوں کے مقابلے میں ایک لٹھ باز اور شہ زور قبیلے کی آرزو کر رہے تھے، بھلا جس کو اس کائنات میں تصرف کی طاقت ہو وہ ایسی معمولی طاقت کی آرزو کرے گا۔

پھر لوط علیہ السلام کی اس آرزو پر فرشتوں نے کیا کہا قَالُوْا يَا لُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ الَّيْلِ (پ ۱۲، سورۃ الھود: ۸۱) فرشتے بولے اے لوط! ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں وہ تم تک نہیں پہنچ سکتے، تو اپنے گھر والوں کو راتوں رات لے جاؤ، اس سے مزید معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کو اتنی طاقت نہیں ملی تھی کہ اس کے بل پر وہ اپنی حفاظت کر سکتے اس لیے ان کی حفاظت فرشتو کے ذریعے کی گئی۔

(۵) اب حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ سنیے ان کی دعوت و تبلیغ پر ان کی قوم کا ردعمل یوں بیان کیا گیا ہے قَالُوْا يَا شُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْراً مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰكَ فِيْنَا ضَعِيْفاً وَّلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ (پ ۱۲، سورۃ الھود: ۹۱) بولے اے شعیب! ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہیں، تمہاری بہت سی باتیں اور بیشک ہم تمہیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم نے تمہیں پتھراؤ کر دیا ہوتا اور کچھ ہماری نگاہ میں تمہاری عزت نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین کو حضرت شعیب کے قبیلے کے بازوں کا تو ضرور خوف تھا مگر انھیں حضرت شعیب میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جس سے وہ دب جائیں

ہ تو کھلم کھلا انھیں کہتے تھے کہ ہم تمہیں کمزور سمجھتے ہیں پھر ان کے جواب میں حضرت
ب علیہ السلام آج کل کے سرمست پیروں فقیروں کی طرح اس بات کا ادنی اشارہ
ہیں کرتے کہ مجھے تم لوگوں سے بڑھ چڑھ کر کوئی ایسی طاقت دی گئی ہے کہ میں تمہیں
م کر سکتا ہوں بلکہ سیدھے سیدھے فرماتے ہیں یَا قَوْمِ اَرَهْطِیْ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِنَ
ہِ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا (پ ۱۲، سورۃ الھود: ۹۲) اے میری قوم
تم پر میرے کنبے کا دباؤ اللہ سے زیادہ ہے، اور اسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال
ہے، اس کے جواب سے معلوم ہوا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو کوئی فوق الفطری
ت نہیں دی گئی تھی، اس لیے انھوں نے کنبہ کے مقابلے میں اللہ کی طاقت کا حوالہ دیا
واب کے اخیر میں یہ فرمایا وارتقبوا انی معکم رقیب اور انتظار کرو میں بھی
ے ساتھ انتظار میں ہوں، یعنی مجھے کوئی طاقت نہیں دی گئی ہے کہ انتظار کے بجائے
استعمال کروں۔

یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر حضرت شعیب علیہ السلام کو فوق الفطری طاقت دی گئی
تو وہ انتظار کس چیز کا کرتے اور کیوں کر کرتے۔

(و) حضرت ایوب علیہ السلام نے شیطان کے مقابلے میں یوں دعا کی اِنِّیْ
نِیَ الشَّیْطَانُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٌ. اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّ
ابٌ وَ وَهَبْنَا لَهٗ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ
۲۳، صٓ: ۴۱، ۴۲، ۴۳) شیطان نے مجھے سخت تکلیف اور عذاب میں ڈال دیا
، ہم نے حکم دیا اپنا پاؤں زمین پر مار یہ ہے ٹھنڈا پانی نہانے کے لیے اور پینے کے
، ہم نے اسے اس کے اہل و عیال واپس دیے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور، اپنی
ف سے رحمت کے طور پر اور عقل و فکر رکھنے والوں کے لیے درس کے طور پر۔

اگر حضرت ایوب علیہ السلام کو فوق الفطری قوت و اختیار دیا گیا تھا تو وہ شیطان کا
بلہ کیوں نہیں کر سکے؟ اور اللہ کو کیوں پکارنا پڑا؟ پھر اس میں درس کیا ہے یہی تو کہ جو

چیزیں مزاروں پہ جا کر تم اولیا، انبیا وغیرہ سے مانگتے ہو ان چیزوں کے عطا کرنے کی طاقت سے اس حد تک محروم ہیں کہ خود اپنی مشکل بھی دور نہیں کر سکتے اور اپنی حاجت بھی پوری نہیں کر سکتے۔

(ز) اور سنیے! حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت دے دی گئی عصا اور ید بیضا کے معجزے دکھلائے گئے اور اس کے بعد کہا گیا کہ فرعون کے پاس جاؤ، موسیٰ علیہ السلام نے تائید کے لیے کئی چیزیں مانگیں، سب مان لی گئیں یہ بھی یاد دلایا گیا کہ پیدائش سے لے کر اب تک قدم قدم پر کس طرح تمہاری حفاظت کی گئی ہے، ان سب کے بعد جب کہا گیا کہ تم اپنے بھائی کے ساتھ فرعون کے پاس چلے جاؤ تو عرض کرتے ہیں قَالَا رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرِطَ عَلَیْنَا اَوْاَنْ یَّطْغٰی (پ ۱٦، سورۃ طٰہٰ: ۴۵) دونوں نے کہا ہمیں ڈر لگتا ہے کہ ہم پر کوئی زیادتی کر بیٹھے یا پل پڑے، اور یہ خوف بھی اتنا زبردست کہ جان کا خطرہ ہے، حضرت موسیٰ فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ (پ ۱۹، سورۃ الشعرا: ۱۴) قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْساً فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ (پ ۲۰، سورۃ القصص: ۳۳) خلاصہ یہ کہ میں نے انکے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا، ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے، اس پر یہ جواب نہیں دیا گیا کہ تمہیں تو فوق الفطری قوت واختیار دے دیا گیا ہے، اب تم اس بدمعاش سے کیا ڈرتے ہو جس کے پاس فطری قوت کے سوا کچھ نہیں بلکہ یہ کہا گیا لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰی (پ ۱٦، سورۃ طٰہٰ: ۴٦) ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں، سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔

(ح) حضرت ہارون علیہ السلام کا معاملہ سنیے! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں سامری نے بچھڑا بنایا اور بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے اس کی پوجا کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپس آ کر حضرت ہارون سے سختی سے باز پرس کی تو حضرت ہارون نے عذر بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ (پ ۹،

سورۃ الاعراف: ۱۵۰) اور قریب تھا کہ مجھے قتل کردیتے، اگر انبیا علیہم السلام کو تصرف کا اختیار ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام نے یہ کیوں نہیں کہا کہ تمہیں قتل کا ڈر کیسا تمہیں تو ایک ایسی فوق الفطری قوت حاصل ہے جس سے یہ سب محروم ہیں۔

(ط) حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد میں زخمی ہوئے تو آپ کی زبان سے یہ نکل گیا کیف یفلح قوم شجوا نبیھم صلی اللہ علیہ وسلم و کسروا رباعیتہ وہ قوم کیسے کامیاب ہوسکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا اور اس کا اگلا دانت توڑ دیا حالانکہ وہ انھیں اللہ کی طرف دعوت دے رہا تھا، تو اللہ نے یہ آیت اتاری لیس لک من الامر شئی آپ کو کوئی اختیار نہیں۔ (مسلم ج ۲ ص ۱۰۸)

سوال یہ ہے کہ اگر حضور کو فوق الفطری طاقت عطا کی گئی تھی تو آپ کفار کے ہاتھوں زخمی کیسے ہو گئے اور اگر آپ نے قوت رکھتے ہوئے قصداً اس کا استعمال نہیں کیا تو آپ نے ایسے جذبات کا اظہار کیوں کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت کریمہ نازل کی، اگر حضور کو فوق الفطری قوت واختیار تھا تو آپ کی تائید کے لیے جنگ بدر میں فرشتے کیوں اتارے گئے، اور واقعۂ طائف کے سلسلے میں فرشتے کی تائید کی پیش کش کیوں کی گئی، کیا آپ فوق الفطری قوت رکھتے ہوئے بھی کفار و مشرکین کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے؟۔

صفی الرحمٰن الاعظمی

۲۴/اکتوبر ۱۹۷۸ء

حکیم ابوالحسن عبیداللہ

<u>نوٹ:۔</u>

یہ تحریر کہنے کے لیے سات صفحے کی تھی مگر ہر صفحے میں کئی کئی سطروں کی جگہ سادہ تھی، سات صفحے اس لیے کیے گئے کہ جاہل غیر مقلدین یہ نہ سوچیں کہ اٹھارہ گھنٹے میں بھی ہمارے مولوی کچھ نہ کرلائے اور خاص بات یہ تھی ہر صفحہ الگ الگ کاتین کا تھا، یہ تحریر جب آئی تو اہلسنت کے مناظر اور اسٹیج پر بیٹھے ہوئے تمام علمائے اہلسنت نے خیال کیا کہ شاید اٹھارہ گھنٹے کی محنت کے بعد ان دسوں بنیادی سوالات کے جوابات ہوں گے، مگر جب غیر مقلد مناظر نے تحریر پڑھی تو پھر ان کے جوابات غائب، اس سے ہر ذی فہم نے اندازہ کرلیا کہ واقعی وہ دس سوالات غیر مقلدین کے لیے لاینحل ہیں، یا یہ کہ غیر مقلدین سمجھ چکے ہیں کہ ان کے جوابات دینا اپنے قلم سے اپنے مذہب کی بنیاد ڈھانا ہے، البتہ چالاکی یہ کی کہ خلاف اصول مناظرہ مدعی علیہ سے چند غیر متعلق سوالات لکھ کر لائے، تاکہ روداد میں دکھانے کو ہو جائے کہ اگر ہم اہلسنت کے جوابات نہ دے سکے تو وہ بھی ہمارے سوالوں کے جوابات نہ دے سکے، گویا جوڑ برابر رہی، مگر ناظرین خوب جانتے ہیں کہ اصولی سوالات اور غیر متعلق سوالات میں کتنا فرق ہے، اگر اہلسنت کا مقصود سوالات کی تعداد بڑھانا ہوتا تو اس تحریر کے جواب میں سیکڑوں سوالات کیے جاسکتے تھے، مگر مناظر اہلسنت کا مقصود نہ عوام کو فریب دینا تھا، نہ گفتگو موضوع مناظرے کی حدود سے باہر لے جانا تھا، اس لیے انھوں نے نہ تو ان بے محل سوالات کے جوابات دیے اور نہ غیر متعلق سوالات قائم کیے، البتہ جب یہ سب کو دکھا دیا کہ غیر مقلد مناظر اپنے دعویٰ کی احز ہے یا فرار اختیار کررہا ہے، عوام کو فریب دینے کے لیے پھر قرآن مجید کی م قائم رکھنے کی کوشش کررہا ہے، اور اب اپنی مذہبی سرشت کے ر اتر آیا ہے، تو اس کی تحریر پر مواخذہ اور اس کے

مغالطے کے جواب کی طرف توجہ کی، وقت میں وہی گنجائش کی کمی تھی اس لیے بہت سے
اہم مواخذے اس وقت لکھنے سے رہ گئے، مثلاً اس تحریر میں غیر مقلد مناظر نے لکھا۔
ہم نے اپنی تحریر میں کتاب وسنت سے ثابت کیا ہے کہ کسی بھی ہستی کو فوق الفطری
قوت واختیار کے ساتھ متصف ماننا شرک ہے۔

(۱) ورنہ پوچھا جا سکتا ہے کہ اس کے قبل آپ کی تین تحریر آئی ہے، پہلی تحریر جو
گھر سے لکھ کر لائے تھے اس میں تو آیات اور ایک آدھ احادیث میں، دوسری، تیسری جو
سٹیج پر لکھا ہیں، ان میں نہ ایک آیت ہے نہ ایک حدیث، پہلی تحریر میں کوئی ایسی آیت یا
حدیث نہیں جس میں شرک کی مذکورہ بالا تعریف موجود ہو، اگر ہے تو نشاندہی کریں، اور
اگر تحریر سے مراد ان تین کے علاوہ اور کوئی خاص تحریر ہے جو کہیں پردہ نشیں ہے تو اس کے
حوالے سے کیا فائدہ، مگر اب بتا دیجیے، ہم زیارت کرلیں۔

(۲) پوچھا جا سکتا تھا کہ بتائیے وہ کون سی آیت ہے کون سی حدیث ہے جس
میں شرک کی یہ تعریف لکھی ہے۔

(۳) پوچھا جا سکتا تھا کہ آپ نے تحریر نمبر۲ میں شرک کی دو تعریف کی تھی، اب
صرف ایک کی کیوں کی، کیا پہلی تعریف غلط تھی۔

(۴) پوچھا جا سکتا تھا کہ آپ نے تحریر نمبر۲ میں اتنا اس تعریف میں بڑھایا تھا
کہ ''اس کے تقرب کے لیے کوئی عمل کرنا شرک ہے'' اور یہاں یہ قید نہیں، کیا وہ قید لغو تھی
جو یہاں نہیں یا وہ قید ضروری تھی مگر اب خود اس کا جواب دے رہے ہیں اس لیے لکھنا
بھول گئے۔

(۵) پوچھا جا سکتا تھا کہ بعد کا قول پہلے کا رافع ہوتا ہے تو اب جب کہ آپ نے
شرک کی یہ تعریف کی کہ ''کسی بھی ہستی کو فوق الفطری قوت واختیار کے ساتھ متصف ماننا
شرک ہے'' تو شرک منحصر ہو گیا، اعتقاد یعنی ماننے میں اور ماننا دل کا کام ہے، مرادیں
مانگنا، چادر چڑھانا، ایصال ثواب کرنا، اگربتی سلگانا، جو دل کا کام نہیں، زبان اور

دوسرے اعضا کے ہیں، یہ کیسے شرک ہوئے؟۔

(٦) اور پوچھا جاسکتا تھا کہ لفظ "کسی بھی ہستی" اللہ عزوجل کو بھی شامل ہے، تو کیا آپ کے نزدیک اللہ عزوجل کو بھی فوق الفطری قوت واختیار کے ساتھ متصف ماننا شرک ہے؟ یا پھر اللہ عزوجل بھی آپ کے نزدیک فوق الفطری قوت واختیار کے ساتھ متصف نہیں؟ اگر نہیں اور اس قول کی بنا پر آپ مجبور ہیں یہی کہنے پر تو اللہ اور بندوں میں کیا فرق رہا؟۔

(٧) شرک سے بچنے کے لیے ضرور بالضرور یہ لکھنا پڑے گا کہ اللہ عزوجل بھی فوق الفطری قوت واختیار کے ساتھ متصف نہیں تو پھر یہ ان قرآن مجید اور ہزارہا احادیث کا انکار ہے، جن میں بصراحت مذکور ہے کہ اللہ عزوجل ہر شئی پر قادر ہے، مختار مطلق وفعال لما یرید ہے، وغیرہ وغیرہ، اب آپ یا تو اقرار کریں کہ آپ لوگ مشرک ہیں یا ان آیات واحادیث کا انکار کر کے اقرار کریں کہ ہم منکر قرآن واحادیث ہیں؟ یا پھر یہ قبولیں کہ مارنا، جلانا، روزی دینا، مرادیں پوری کرنا، مشکل کشائی کرنا وغیرہ وغیرہ، اللہ عزوجل کے لیے فطری کام ہیں؟ اور آپ لوگوں سے کیا مستبعد، مگر مسلمان سوچیں کہ اب لازم کہ اللہ عزوجل کی صفات بھی فطری ہوگئیں، اور فطری مخلوق اور ہر مخلوق حادث، تو اللہ عزوجل کی صفات حادث؟۔

(٨) پوچھا جاسکتا تھا کہ آپ نے ایک طرف تو ابوطالب کے بارے میں لکھا کہ وہ کافر مرا، اور ساتھ ہی ساتھ اس کو حضرت بھی لکھا تو گویا کافر آپ کا حضرت ہوا، اس سے آپ لوگوں کا حال کھل گیا، کہ آپ لوگوں کا رشتہ کسی سے ہے۔

وقت میں کمی کے علاوہ جب غیر مقلد مناظر نے انبیائے کرام کی توہین شروع کردی تو اب سب سے زیادہ اہم تھا کہ اس پر توجہ کی جائے، اس لیے اہلسنت کے فاضل مناظر نے یہ تحریر لکھی اور جب شیر کی طرح گرج کر پڑھنا شروع کیا تو معلوم ہوتا تھا کہ مخالف اسٹیج پر انسان نہیں بیجان مورتیاں بیٹھی ہیں۔

☆☆☆

تحریر نمبر (۳)

از:۔ اہلسنت وجماعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
اما بعد

ہم نے اپنے پہلے پرچہ میں تشریح دعویٰ سے متعلق آپ سے گیارہ سوالات کیے، لیکن آپ نے ان میں سے صرف سوال نمبر ا کا نامکمل اور مبہم جواب دیا، بقیہ تمام تشریحات آپ کے ذمہ رہ گئیں، کل آپ نے تحریر نمبر ۲ میں یہ اقرار کیا کہ طلب کے بعد تشریح کی جاسکتی ہے لیکن آج آپ سجدہ سہو کررہے ہیں کہ ہم کو تشریحات کے طلب کرنے کا میدان مناظرہ میں حق نہیں، اقرار کرکے مکرنا آپ نے کس سے سیکھا ہے۔

آپ رشیدیہ کے حوالہ سے یہ بھی اقرار کررہے ہیں کہ ''وضو میں نیت شرط ہے'' کا دعویٰ کرنے والے سے وضو، نیت اور شرط کی تعریف پوچھی جاسکتی ہے، سوال یہ ہے کہ وضو کس کو معلوم نہیں، نیت کو کون نہیں جانتا، بات اصل یہ ہے کہ اشیا بعض حیثیت سے لوگوں کو معلوم ہوتی ہیں اور بعض وجہیں خفی ہوتی ہیں، تو خفی وجہ کو سائل کو پوچھنے کا قطعاً حق ہے، جیسا کہ وضو والی مثال سے ظاہر ہے اس سے گریز کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اپنے دعویٰ میں بیحد کمزور ہیں اور دعویٰ خود آپ کے نزدیک متعین نہیں ہے پس ہمارے سوالات کو مجادلہ اور مکابرہ قرار دینا آپ کی زیادتی اور ہٹ ہے۔

شرط مناظرہ نمبر۱۰ میں ہے کہ ''مناظرہ حسب کتب اصول مناظرہ ہوگا'' آپ

مناظرہ کی کسی کتاب میں یہ دکھا دیجیے کہ سائل کے تعین دعویٰ کے سوال کے بعد الٹا مدعی کو سوال کرنے کا حق ہے، آپ نہ دکھا سکے اور ہرگز نہیں دکھا سکتے تو بتایئے کہ کون مجادلہ کررہا ہے اور کون وقت ٹال کر الجھا رہا ہے، بہر حال ہمارے وہ سوالات آپ کے اوپر قرض ہیں اور شاید قیامت تک قرض رہیں، آئندہ آپ کی اس حرکت سے بحث میں کچھ الجھاؤ ہوا تو اس کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔

آج آپ نے متعدد آیتیں ذکر کی ہیں جن سے انبیا کا مجبور اور بے اختیار ہونا آپ نے ثابت کرنا چاہا ہے[۱] اور آپ اس حد تک بڑھ گئے کہ معاذ اللہ آپ نے یہ بھی

---

۱ و ۲ ثبوت کے لیے دیکھئے غیر مقلد مناظر کی تیسری تحریر کی چند عبارتیں مثلاً رزم حق و باطل ص ۶۶ پر ہے ''اس قوت و اختیار (فوق الفطری) کا ایک چھلکا اور ایک ذرہ بھی کسی کو نہیں ملا ہے''۔ صفحہ ۶۷ پر ہے ''اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار حاصل ہوتا تو کسی قیمت پر ابو طالب کو کفر پر مرنے نہ دیتے''۔ ص ۶۷ ہی پر ہے ''اگر حضور کو ہدایت دینے کی قوت اور اختیار ہوتا تو، الخ''۔ صفحہ ۶۸ پر ہے ''اس سے بالکل صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ انھیں (انبیائے کرام کو) تصرف کا اختیار نہیں تھا''۔ صفحہ ۶۹ پر ہے ''نوح علیہ السلام جیسے پیغمبر اپنے کو کن کے مقابلے میں مغلوب قرار دے رہے ہیں، ان کفار کے مقابل میں جنھیں فطری قوت سے زائد کچھ نہیں ملا تھا، اگر نوح علیہ السلام کو فوق الفطری قوت ملی تھی تو اپنے آپ کو ان کے مقابل میں مغلوب کیوں محسوس کررہے تھے''۔ صفحہ ۷۱ پر حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں لکھا کہ ''ان کو (حضرت لوط علیہ السلام کو) اتنے اختیارات بھی نہیں دیے گئے تھے کہ وہ اپنی قوم کے بدمعاشوں سے اپنی اور اپنے اہل کی حفاظت کرسکتے''۔ پھر غیر مقلد مناظر نے یہاں تک لکھ دیا کہ ''حضرت لوط علیہ السلام کو فوق الفطری طاقت تو درکنار فطری طاقت بھی اتنی نہیں تھی کہ ان کا (قوم لوط کا) مقابلہ کرسکتے، بلکہ مجبوری کا یہ عالم تھا کہ چند لچوں اور لفنگوں کے مقابلہ میں ایک لٹھ باز اور شہ زور قبیلہ کی آرزو کررہے تھے، اس طرح غیر مقلد مناظر نے اپنی تحریر میں انبیائے کرام کو بے اختیار اور مجبور ثابت کرنے کی مذموم و ناپاک کوشش کی ہے، سنی مناظر نے اپنی تیسری تحریر کے شروع میں جب انھیں باتوں کو اختصار کے ساتھ بیان کرکے اس پر ایراد قائم کیا تو محشی ''رزم حق و باطل'' و دیگر غیر مقلدین پر بجلی گر پڑی، اور اسے جھوٹ اور ہیرا پھیری سے تعبیر کردیا، جب کہ کوئی بھی آنکھ والا غیر مقلد مناظر کی تحریر نمبر ۳ میں ان مذموم اور ہتک آمیز عبارتوں کو دیکھ سکتا اور پڑھ سکتا ہے۔ مگر

ع چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

لکھ دیا کہ نوح علیہ السلام اپنی قوم کے مقابلے میں مجبور تھے[۲]، حضرت ہود علیہ السلام اپنی
قوم کے مقابلے میں بے اختیار تھے، بلکہ آپ نے یہاں تک ترقی کی کہ فرعون اور
شیطان تک بلکہ ان انبیا کے زمانہ کے لفنگوں اور لچوں کو ان سے زیادہ طاقت تھی، کیا آپ
کی مذکورہ آیات میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا ہے جس کے یہ معنی ہوں جو آپ کی تحریر میں
ذکر ہوئے، اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو بے مقصد آیتوں پر آیتیں لکھنے سے کیا فائدہ[۳]۔

---

۳ اگر بقول محشی ''رزم حق و باطل'' یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ غیر مقلد مناظر کی پچھلی تحریر میں پیش کردہ
آیتوں سے وہی ثابت ہوتا ہے جو ان کا دعویٰ ہے، تو پھر یہ ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے کہ وہ ان آیتوں کا صحیح
صحیح جواب دیں جن کا ذکر سنی مناظر نے اپنی تیسری تحریر میں کیا ہے، اور جن سے انبیائے کرام کی فوق الفطری
طاقت ثابت ہوتی ہے اور غیر مقلد مناظر کے دعوے کے تار و پور بکھر جاتے ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ أتؤمنون
ببعض الكتاب وتكفرون ببعض کے آپ لوگ مصداق ہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام بلاؤں، مصیبتوں اور تکلیفوں پر صابر و شاکر رہتے،
کہ ان کی قوم انھیں مرتبۂ عبدیت سے اوپر نہ سمجھ بیٹھے، صفات الوہیت سے متصف نہ ماننے لگے، اور اس
صبر و رضا پر انھیں عظیم اجر عطا ہو، ان مصیبتوں اور تکلیفوں کے برداشت کرنے کو انبیائے کرام کی مجبوری سے
تعبیر کرنا دین و دیانت کا خون کرنا ہے، حدیث میں فرمایا گیا بلائیں سب سے زیادہ انبیا پر پھر ان پر جو ان کے
بعد افضل ہیں، پھر جو ان کے بعد افضل ہیں، آدمی اپنے دین کے اعتبار سے بلاؤں میں مبتلا کیا جاتا ہے،
ترمذی شریف کی حدیث ہے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول الله! أیّ الناس أشد بلاء
قال الانبياء ثم الأمثل فالأمثل يبتلي الرجل على حسب دينه. الحديث (ترمذی ج۲، ص۶۲)

یہی وجہ ہے کہ بہت سے موقع پر کفار نے انبیا سے معجزہ کے اظہار کا مطالبہ کیا، لیکن چوں کہ ان کا
مقصد نبی پر ایمان لانا نہ تھا، اس لیے انبیائے کرام علیہم السلام نے اظہار معجزہ نہ فرمایا، قرآن کریم میں ہے،
وَإِنْ يَّرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّايُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّىٰ إِذَا جَاءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنْ هٰذَا إِلَّا
أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ (پ۷، الانعام: ۲۵) ''اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ بھی لیں تو بھی ایمان نہیں لائیں گے، یہاں
تک کہ جب آپ کے پاس آئیں گے تو آپ سے جھگڑیں گے اور یہ کافر کہیں گے کہ یہ تو محض اگلوں کی کہانیاں
ہیں''، چوں کہ طلب معجزہ سے کفار کا مقصود ایمان لانا نہ تھا بلکہ مزید کفر میں حد سے بڑھنا تھا، اس لیے ایسے مواقع
پر معجزہ کا اظہار نہ فرمایا گیا، اس قسم کی حالت کو مجبوری سے تعبیر کرنا قرآن کریم سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ ۱۲

ہم اس تحریر میں آپ کے دلائل کا ایک ہلکا تجزیہ تحریر کر رہے ہیں۔

نوٹ:۔ آپ کی تحریر سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ دھیرے دھیرے اپنا ذہنی توازن کھو رہے ہیں اور قلم پر دماغ کی گرفت ڈھیلی ہوتی جا رہی ہے، جیسا کہ آپ کے تحریر کردہ الفاظ "مرغے کی ایک ٹانگ" وغیرہ سے ظاہر ہے، ہم ان الفاظ کا ترکی بہ ترکی جواب دینا جانتے ہیں، لیکن ہم علمی وقار کو مجروح ہونے دینا نہیں چاہتے۔

آپ نے اپنی تحریر اول کے صفحہ ۲ پر مشرکین سے متعلق قرآن حکیم کی چھ سورتوں سے چودہ آیتیں نقل کیں، ان آیتوں کا مضمون یہ ہے کہ مشرکین عرب اللہ تعالیٰ کو خالق، رزاق، بارش اتارنے والا، سمع وبصر کا مالک، مارنے اور جلانے والا، آسمان وزمین کا مالک اور مدبر مانتے تھے اور آپ نے بھی اس کا اقرار کیا ہے۔

(۱) سوال یہ ہے کہ ان آیات کا شرک کے معنی سے کیا علاقہ ہے؟ کیا اللہ کو خالق ورزاق وغیرہ ماننا شرک ہے اگر نہیں تو ان آیات کا محل استدلال میں پیش کرنا غلط ہے۔

(۲) ان آیات کے بعد آپ نے تین سورتوں سے چند آیات لکھیں اور بخاری سے حضرت ابن عباس کے دو اقوال نقل کیے جن کا مضمون یہ ہے کہ "مشرکین جن کو پوجا کرتے تھے وہ اللہ کے نیک بندے تھے بندوں میں بھی ایسے تھے کہ فرشتہ تھے، اب سوال یہ ہے کہ ان کا فرشتہ ہونا یا نیک بندہ ہونا شرک ہے اگر نہیں تو ان آیات واحادیث سے شرک کا ثبوت کیسے ممکن ہے؟۔

(۳) آپ نے صفحہ ۶ پر ایک دعویٰ کیا کہ مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کے معبودوں کو عطائی طور پر فوق الفطرۃ قوت واختیار ہے، یہ آپ کی ذکر کردہ آیات و احادیث میں سے کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے، نشاندہی کیجیے، اور یہ بتائیے کہ یہ ثبوت نصوص کی دلالات اربعہ میں سے کس دلالت سے ہے، بالفرض اگر ان کا یہ عقیدہ ہو تو کس آیت یا حدیث میں ہے کہ ان کا یہ عقیدہ شرک ہے؟۔

(۴) مافوق الفطرۃ قوت کس کو کہتے ہیں، اس کی وضاحت کریں؟۔

(۵) آیات صفحہ ۶ و ۷ کا مفہوم یہ ہے کہ مشرکین خدا کے سوا ایسوں کو پوجتے تھے
نھیں کچھ اختیار نہیں، اس پر بھی یہ سوال ہے کہ کیا کسی کا بے اختیار ہونا یا اس کو بے اختیار
نا شرک ہے؟ اگر نہیں تو ان آیات کو شرک کے ثبوت سے کیا علاقہ؟ اور اگر یہ مطلب
ہے کہ بے اختیاروں کو پوجنا شرک ہے تو کیا جو لوگ اسباب کے تحت اختیار رکھتے ہیں ان
ی پرستش شرک نہیں؟۔

(۶) آپ کی تحریر نمبر ا کے پورے متن سے یہ بات کہ شرک کیا ہے عنقا کی
رح غائب ہے، ڈھونڈ کر بتائیے کہ مشرکین کی وہ کون سی حرکت تھی جس کو خدا نے شرک
رار دیا ہے۔

(۷) اور چونکہ آپ نے تحریر نمبر ۲ میں شرک کی تعریف کی ہے، اس لیے اسی
ریف کی روشنی میں ان آیات و احادیث کا انطباق بھی فرمائیے۔

(۸) ساتھ ہی شرک کے دنیاوی اور اخروی احکام بھی واضح فرمائیں۔

(۹) آپ نے شرک کی جو تعریف کی ہے اس پر ہمارے حسب ذیل
عروضات ہیں۔

(الف) تعریف شرک مندرجہ تحریر نمبر ۲ شمارہ نمبر ۲ حد ہے یا رسم، شمارہ نمبر ۵ میں
کر کی ہوئی تعریف کیا ہے؟ کیا ایک ہی حقیقت کی چند حدیں ہو سکتی ہیں؟۔

(ب) ہم نے اپنے پرچہ نمبر ا شمارہ نمبر ۵ میں غایت تعظیم کی حد پوچھی تھی، آپ
نے جواباً شرک کی ایک اور تعریف لکھ دی، یہ طریقہ کہاں تک درست ہے؟۔

(ج) کسی کے لیے ایسی قوت و اختیار مان کر جسے آپ فطری کہتے ہیں اس
کے تقرب کے لیے کوئی عمل کرنا شرک ہے یا نہیں؟۔

(د) تعریف شرک تحریر نمبر ۲ شمارہ نمبر ۲ میں لفظ عبادت بھی آیا ہے اس لیے
بادت کی تعریف اور عبادت و تعظیم کا فرق بیان کرنا ضروری ہے۔

(۱۰) آپ اپنی پہلی تحریر صفحہ ۵ پر کہتے ہیں کہ مشرکین عرب اپنے معبودوں کی

قوت واختیار ذاتی نہیں مانتے تھے بلکہ عطائی تسلیم کرتے تھے۔

(الف) کیا کسی کے بارے میں عطائی قوت واختیار کا عقیدہ رکھنا شرک ہے؟۔

(ب) اگر ہے تو قرآن وحدیث کی نص سے ثابت کیجیے؟۔

(ج) اور اس وقت یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ یہ بھی واضح کرتے چلیے کہ شرک کے ثبوت کے لیے کس درجہ کی دلیل درکار ہے؟۔

(د) آپ کی تحریر کردہ دلیل درجۂ اثبات کو پہنچ رہی ہے۔

(۱۱) آپ اپنی تحریر نمبر ا کے خاتمہ پر لکھتے ہیں ''یہ آیات عقیدہ مشرکین کی تردید کرتی ہیں اور وہ اپنے معبودوں میں عطائی طور پر فوق الفطری قوت واختیار مانتے تھے، اس لیے ثابت ہوا کہ عطائی طور پر بھی اس فوق الفطری قوت واختیار کا ایک چھلکا اور ایک ذرہ بھی حاصل نہیں، یہ قوت واختیار اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اللہ کے علاوہ کسی میں بھی اس کا ماننا شرک ہے اور یہی شرک فی التصرف اصل شرک ہے اور دیگر مظاہر شرک کی بنیاد ہے'' آپ کی دلیل کا مدار اس بات پر ہے کہ انبیا واولیا کے لیے فوق الفطری قوت واختیار کا ایک چھلکا اور ذرہ بھی ماننا شرک ہے اگر چہ ان کا یہ وصف عطائے الٰہی سے مانا جائے۔

ہمیں دلیل کے اس جز پر منعاً اعتراض ہے اور بطور سند منع درج ذیل چند آیات پیش ہیں۔

(ا) قرآن پاک میں اللہ کا خالق ہونا ثابت ہے اور اسی قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق ارشاد فرمایا۔

قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدْتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ

رِجُ الْمَوْتیٰ بِاِذْنِیْ (پ۷، سورۃ المائدۃ: ۱۱۰)

ترجمہ:۔ جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! یاد کرو میرا احسان اپنے
ر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی تو لوگوں سے باتیں کرتا
لنے میں اور پکی عمر ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت توارۃ و انجیل اور
ب تو مٹی سے پرندہ کی سی مورت میرے حکم سے بناتا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ
ے حکم سے اڑنے لگتی اور تو مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا
اور جو تو مردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا۔

(۲) وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَ کَهْلاً وَّمِنَ الصَّالِحِیْنَ (پ۳،
رہ آل عمران: ۴۶)

اور لوگوں سے بات کرے گا گہوارہ میں اور پکی عمر میں اور خاصوں میں ہوگا۔

(۳) اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ
طَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْراً بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الاَکْمَهَ وَالاَبْرَصَ وَاُحْیِ
مَوْتیٰ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ اِنَّ فِیْ
کَ لَاٰیَةً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (پ۳، سورہ آل عمران: ۴۹)

ترجمہ:۔ (حضرت عیسیٰ نے فرمایا) میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں،
ارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر
ں میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر
اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا
ں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو بیشک ان باتوں میں تمہارے
ے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عطائے الٰہی سے اس عمر میں گفتگو کی جب بچے گفتگو
ے قابل نہیں ہوتے، مٹی سے پرند پیدا فرماتے اس میں روح پھونکتے، مادر زاد نابینا اور

سفید داغ والوں کو خداداد قوت سے مردوں کو زندہ فرماتے، لوگ گھر سے جو کھا کر آتے
اس کو اور گھر میں جو جمع رکھتے ان سب کو بے دیکھے بتا دیتے۔

یہ آٹھ مافوق الفطرۃ کارنامے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی خداداد فوق الفطری قوت و اختیار سے انجام دیتے ہے۔

اب کہیے کیا اللہ تعالیٰ ان کو یہ قوتیں دے کر مشرک ہوا؟ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ کارنامے انجام دے کر مشرک ہوئے، اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر یہ کارنامے فطری قوت و اختیار کے دائرہ میں ہیں تو کم از کم اس کی ایک نظیر اپنے اختیار سے ضرور پیش کریں۔

(۴) آپ نے خود ہی اپنی تحریر نمبر ا کے صفحہ ۲ پر سورۂ یونس کی ایک آیت نقل کی

ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا دیگر انبیائے کرام کو اظہار معجزہ میں قدرت علی الکسب حاصل ہے، قدرت علی الخلق تو کسی کے لیے نہیں، نہ یہ ہمارا دعویٰ ہے، اب خواہ فوق الفطری قوت کی نسبت بندے کی طرف ہو یا اللہ عزوجل کی طرف، اس کا معنیٰ یہی ہے کہ اس کا کسب بندے کے اختیار میں ہے، اور اس کا خالق اللہ عزوجل ہے، خواہ وہ کام بقول محشی "رزم حق و باطل" انسان کے فطری قوت و اختیار کے دائرے میں آتے ہوں جیسے مٹی سے چڑیا جیسا ڈھانچہ بنانا، یا انسان کی فطری قوت سے بالاتر ہو جیسے مٹی کے ڈھانچہ کو چڑیا بنا دینا۔

دونوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قدرت حاصل ہے، مگر یہ قدرت بطور کسب ہے، نہ کہ بطور خلق اور یہی خوارق عادات امر کا ظہور نبی کا معجزہ کہلاتا ہے، اللہ کے حکم و اذن سے ہونا اس امر کو نبی کا معجزہ ہونے اور ان کے فوق الفطری قوت کے دائرۂ اختیار سے خارج نہیں کرتا، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں وفات دینے کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف بھی ہے، اور ملک الموت کی طرف بھی، سورۂ زمر، آیت: ۴۲ میں ہے، اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا "اللہ ہی جانداروں کو وفات دیتا ہے، ان کی موت کے وقت" اور سورۂ سجدہ، آیت: ۱۱ میں ہے، قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ "تم فرما دو کہ تمہیں ملک الموت وفات دیتے ہیں جو تم پر مقرر کیے گئے ہیں، محشی "رزم حق و باطل" بتائیں کہ موت دینا فرشتہ کی فطری قوت سے بالاتر ہے یا نہیں؟ اگر ہے اور ضرور ہے تو پھر آپ کے بقول یہ شرک ہوا یا نہیں، کیا معاذ اللہ قرآن نے شرک کی تعلیم دی ہے؟۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

جس میں ہے وَمَنْ یُّدَبِّرُ الامْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہ (پ ۱۱، سورۃ
س: ۳۱) کون کام کی تدبیر کرتا ہے تو وہ (مشرکین) کہیں گے کہ اللہ۔
دوسری جگہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے والنّٰزِعٰتِ غَرْقاً وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطاً
سّٰبِحٰتِ سَبْحاً فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقاً فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْراً (پ ۳۰، سورۃ
عات: ۱،۵)
قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں اور نرمی سے بند کھولیں اور آسانی سے پیریں،
آگے بڑھ کر جلد پہنچیں، پھر کام کی تدبیر کریں۔
مدبرات جمع کا صیغہ ہے تو کیا اللہ تعالیٰ نے کاموں کے بہت سے مدبر بنا کر اپنے
یک پیدا کیے ہیں یا ان مدبروں نے اللہ کی عطا سے تدبیر کر کے ارتکاب شرک کیا ہے۔
(۵) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے ارشاد فرمایا اِذْهَبُوْا
ـمِیْصِیْ هٰذَا فَالْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْراً (سورہ یوسف: ۹۳
۱۳) میرا یہ کرتہ لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل
ئیں گی فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰهُ عَلٰی وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْراً (پ ۱۳،
وسف: ۹۶) پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کرتہ یعقوب کے منہ پر ڈالا
ں وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے پیرہن شریف کے ذریعہ حضرت یعقوب
یہ السلام کی آنکھیں واپس کرنے کا دعویٰ فرمایا اور واقعۃً آنکھیں واپس بھی آ گئیں، یہ
رنامہ مافوق الفطرۃ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو آپ کے کہنے پر شرک لازم آیا، کیا انبیائے
رام بھی معاذ اللہ مشرک تھے، اور اگر مافوق الفطرۃ نہیں ہے تو آپ بھی اپنا پیرہن کسی
بینا کی آنکھوں پر لگا کر آزمائیں اور ضرور آزمائیں۔
(۶) قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا آتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ
یْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ (پ ۱۹،

سورۃ النمل: ۴۰)
اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے (ملکۂ سبا کا تخت) حضور میں حاضر کروں گا ایک پل مارنے سے پہلے، پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکۂ سبا کا تخت آناً فاناً اپنے دربار میں حاضر کرنے کی خواہش اپنے درباریوں سے ظاہر کی، حالانکہ نہایت قلیل وقفہ میں تخت حاضر کرنے کا کوئی عادی ذریعہ نہیں تھا تو انھوں نے درباریوں سے ایک مافوق الفطرۃ تصرف کی خواہش کر کے شرک کیا یا نہیں؟۔

کتاب کا علم رکھنے والے درباری نے کہا کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے ہی تخت کو حاضر کردوں گا، ایک نبی کے حضور میں ایک ذی علم درباری نے پل مارنے سے پہلے ہی تخت حاضر کرنے کا دعویٰ کر کے ایک مافوق الفطرۃ قوت واختیار کا اظہار کیا، اور حضرت سلیمان نے اس کا انکار بھی نہ فرمایا، کیا یہ دوسرا اعتقاد شرک ہے یا رضا بالشرک ہے؟[۵]۔

(۷) وَاَوْحَیْنَا اِلٰی مُوْسٰیٓ اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ

---

[۵] محشی رزم حق وباطل نے مناظر اہل سنت کے قاہر ایراد سے زچ ہو کر بات بنانے کی کوشش کی، اور یہ لکھا کہ "مخلوقات کی فطری قوت کے دائرے مختلف اور متفاوت ہیں، ان کی فطری قوت میں کئی ایسی چیزیں شامل ہیں جو جانوروں کو حاصل نہیں، مثلاً نطق وعقل وغیرہ، اسی طرح فرشتوں اور جنوں کی فطری قوت میں کئی ایسی چیزیں شامل ہیں جو انسان کو حاصل نہیں، مثلاً فضا میں آنا جانا، اور آناً فاناً کہیں سے کہیں پہنچ جانا"۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ملکۂ سبا کا تخت لانے والے حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف ابن برخیا تھے، وہ نہ جن تھے نہ فرشتہ، ایک انسان تھے، جنھوں نے پلک جھپکتے ہی بارگاہ سلیمان علیہ السلام میں وہ تخت حاضر کرنے کی بات کہی، اور پلک جھپکتے ہی حاضر کر بھی دیا، جب کہ یہ وقفہ اس وقفے سے بھی بہت کم تھا، جس کا تذکرہ جن نے کیا تھا، جن نے اجلاس برخاست ہونے سے پہلے تک تخت حاضر کرنے کی بات کہی تھی، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا اجلاس دوپہر تک ہوتا تھا، تو اس سے پہلے لانے کا مطلب یہ ہوا، کہ دوپہر ہونے سے پہلے تخت حاضر کروں گا، ان دونوں باتوں کو سامنے رکھ کر یہ کہا .... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حجرَ فَانبَجَسَتْ مِنهُ اثنَتَا عَشرَةَ عَيناً (پ ۹، سورۃ الاعراف: ۱۶۰)
اور جب موسیٰ سے اس کی قوم نے پانی مانگا تو ہم نے اس کو وحی کی کہ اس پتھر پر عصا مارو تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔
جب کہ پانی کے لیے حضرت موسیٰ کی قوم ترس رہی تھی اور اس کے حاصل نے کا کوئی ذریعہ نہ تھا تو انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پانی طلب کیا، کیا یہ

---

۷ صفحہ کا)...... جاسکتا ہے کہ آصف ابن برخیا نے جو تصرف کیا وہ نہ صرف نوع انسان کے تناظر میں الفطری قوت و تصرف تھا بلکہ نوع جن کے لحاظ سے بھی، الغرض حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے یوں سے مافوق الفطری تصرف کی خواہش کی، حضرت آصف ابن برخیا نے مافوق الفطری تصرف کیا، اگر غیر مقلد مناظر یہ شرک ہے تو شرک کی خواہش کا اظہار کرنے والے پر کیا حکم ہوگا اور اس خواہش کے عمل کرنے والے پر کیا حکم ہوگا؟ تفسیر ''خزائن العرفان'' میں اگر تخت سے متعلق سلیمان علیہ السلام کے نے کا ذکر ہے تو کیا اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف ابن برخیا کا یہ تصرف، مافوق ہونے سے خارج ہو جائے گا؟ پھر یہ سوال تو غیر مقلد مناظر پر پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری ثابت ہوگا کہ پ نے خزائن العرفان لصدر الافاضل علیہ الرحمہ کا حوالہ بطور تقلید پیش کیا ہے تو اپنے آپ کے مقلد ہونے ان کیجئے، پھر آپ کی اس تقلیدی تاویل کے باوجود مناظر اہل سنت کا یہ اعتراض اپنی جگہ قائم ہے کہ ت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کا تخت آناً فاناً اپنے دربار میں حاضر کرنے کی خواہش اپنے درباریوں اہر کی، تو انھوں نے درباریوں سے ایک مافوق الفطرۃ تصرف کی خواہش کر کے شرک کیا، یا نہیں؟۔
یہ بھاری اعتراض اس لیے قائم ہے کہ غیر مقلد مناظر نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کرنے ت قرآن یا حدیث صحیح سے ثابت نہ کی، پھر اگر دعا ثابت بھی ہے تو اس سے پلک جھپکتے ملکہ سبا کا تخت کرنا وزیر موصوف کے مافوق الفطرۃ تصرف سے کیوں کر خارج ہوگا؟ اور اگر تھوڑی دیر کے لیے غیر ین کا یہ مفروضہ فارمولہ تسلیم بھی کر لیں کہ آصف ابن برخیا کا یہ عمل چوں کہ ایک نبی کی دعا کا نتیجہ تھا، اس زیر موصوف کا وہ تخت حاضر کرنا کوئی مافوق الفطرۃ تصرف نہ ہوا، لیکن، حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس ں کا کیا جواب ہوگا، جو انھوں نے دعا کرنے سے پہلے اپنے درباریوں سے ظاہر کی تھی کہ ملکہ سبا کا تخت بہت قلیل وقت میں کون میرے پاس لے آئے، قرآن کریم میں ان کا قول موجود ہے، قَالَ يَاَيُّهَا ايُّكُم يَاتِينِي بِعَرشِهَا قَبلَ اَن يَّاتُونِي مُسلِمِين (نمل: ۳۹)............ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

آپ کی زبان میں مافوق الفطری چیز کا مطالبہ نہیں ہے؟ اب کہیے موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل الشان رسول اپنی قوم کے اس شرک پر کیسے راضی رہے اور انھوں نے قوم کو اللہ سے دعا کرنے کی تلقین بھی نہ کی پھر اللہ کے حکم سے انھوں نے پتھر سے بارہ چشمے بہا دیے، یہ دوسرا شرک ہوا یا نہیں؟ وہ بھی اللہ کے حکم سے کیا، اللہ نے حضرت موسیٰ کو لاٹھی مار کر پتھر سے پانی نکالنے کا طریقہ بتا کے نبی کو اسباب سے بالاتر قوت دینے کا اظہار نہیں فرمایا۔

(بقیہ ۹۷ صفحہ کا)...... ''سلیمان نے فرمایا، اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے، قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں''۔

حالانکہ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ اتنے قلیل وقت میں تخت بلقیس حاضر کرنے کا کوئی عادی ذریعہ نہیں ہے، تو یہ مافوق الفطرۃ تصرف کی خواہش ہوئی، تو اگر ایسا تصرف شرک ہے، تو شرک کی خواہش کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام کیا ہوئے؟ پھر ایک جن نے اجلاس برخاست ہونے سے قبل تخت حاضر کرنے کی بات کہی، قرآن کریم میں ہے۔ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا آتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّىْ عَلَيْهِ لَقَوِىٌّ اَمِيْنٌ (نمل:۳۹) ''ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت حضور میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں، اور بے شک میں اس پر قوت والا امانت دار ہوں''۔

بارگاہ سلیمانی میں جن کی یہ عرضی مافوق الفطرۃ تصرف کے لیے ہے یا نہیں؟ چلیے ہم تھوڑی دیر کے لیے یہ مان لیتے ہیں، کہ یہ جن کی نوعی قوت کے تحت داخل ہے، اس لیے جن کے لیے یہ مافوق الفطری تصرف نہیں، لہٰذا شرک بھی نہیں، لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک درباری جو جن نہیں، انسان تھے، کے اس دعویٰ کو غیر مقلدین شرک کے کس خانے میں رکھیں گے؟

جس میں پل مارنے سے پہلے ہی تخت حاضر کرنے کے اختیار کا اظہار ہے، اور جو یقیناً ایک انسان کے لیے مافوق الفطری قوت و اختیار ہے، کہ یہ انسان کی نوعی قوت سے مافوق ہے، چنانچہ مؤلف رزم حق و باطل نے فوق الفطری کی تعریف یہی کی ہے: ''تمام مخلوقات میں نوعی قوتیں الگ الگ موجود ہیں، اور جن کے نہ ہونے سے وہ عیب دار ہو جاتی ہیں، وہ ہوئی فطری قوت اور اس پر اضافہ فوق الفطری ہے'' (رزم حق و باطل ص ۱۱۰)

قرآن کریم نے ان کلمات مبارکہ سے درباری کا قول بیان فرمایا ہے، قَالَ الَّذِىْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا آتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ (نمل:۴۰) ''اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کروں گا ایک پل مارنے سے پہلے''۔...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۸) موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے، فرعون اپنے لشکر کے ساتھ آپ کا تعاقب کر رہا تھا، راہ میں دریا حائل ہوا آگے بڑھنے کی کوئی سبیل نہ رہی فَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ (پ ۱۹، سورۃ الشعرا: ۶۳) تو ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مارو، تو جبھی دریا پھٹ گیا تو ہر حصہ بڑے پہاڑ جیسا ہو گیا۔

بیشک اللہ تعالیٰ بے وسیلہ دریا میں راہ بنانے پر قادر ہے، لیکن اس نے موسیٰ علیہ السلام کو دریائے عصا مار کر راستہ بنانے کا حکم کیوں دیا، کیا اللہ تعالیٰ اپنے انبیائے کرام کے ذریعے مافوق الفطرۃ کام انجام دلا کر ان کی عطائی قوت و اختیار کا اعلان نہیں فرما رہا ہے، یہ ہمارے منع کے سند کی پہلی اور مختصر فہرست ہے، ان کا جواب دیجیے تو مزید شواہد پیش کیے جائیں۔

ضیاء المصطفیٰ قادری عفی عنہ
مناظر اہلسنت و جماعت
۲۱/ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ

حکیم ابوالحسن عبیداللہ
صفی الرحمٰن

(بقیہ ۷۹ صفحہ کا)...... سوال یہ ہے کہ آصف ابن برخیا کی قوت تو عفریت جن کی قوت سے بھی بہت زائد تھی، کہ پلک جھپکنے اور اجلاس برخاست ہونے میں کافی فرق ہے، اور یہ قوت قرآن نے ان میں تسلیم کی، یہ شرک ہوا یا نہیں؟ پھر یہ کہ شرک بدلتا نہیں، تو ایک قوت کو ایک نوع میں ماننا آپ کے نزدیک شرک نہیں تو اسی قوت کو دوسری نوع میں ماننا کیسے شرک ہو گیا؟۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کا درباری کے اس دعوے پر نکیر نہ فرمانا غیر مقلدین کے فارمولے کے مطابق شرک ہو گا یا رضا بالشرک؟ اعاذنا اللّٰہ تعالیٰ عن هذه المعتقدات الفاسدة۔

آل مصطفیٰ مصباحی

نوٹ:۔

شرائط مناظرہ میں طے تھا کہ اگر اس کے مطابق چونکہ ابھی پہلا موضوع تشنہ تھا، اس لیے اہلسنت نے مطالبہ کیا کہ آج تیسرے دن بھی اسی موضع پر بحث ہو مگر غیر مقلدین نے صاف انکار کر دیا کہ اب اس موضوع پر بحث نہیں ہوگی، ان کے علما نے بھی اور ان کے منتظمین نے بھی، بات ظاہر تھی کہ غیر مقلدین مولوی تو اپنی بے بسی محسوس ہی کر رہے تھے ان کے عوام بھی اپنے مولویوں کا عجز نمایاں طور پر دیکھ رہے تھے، یہ کیا بحث ہے کہ ایک سانس میں لکھ گئے کہ انبیا و اولیا سے مرادیں مانگنا، اگر بتی سلگانا وغیرہ وغیرہ عبادت ہے اور شروع سے پوچھا جا رہا ہے اور ہر تحریر میں پوچھا جا رہا ہے کہ عبادت کہتے کسے ہیں تو دو دن مکمل گزرنے کے باوجود عبادت کی کوئی تعریف نہ کر سکے، جب آپ ہی نہیں بتا سکتے کہ عبادت کے کیا معنی؟ تو کسی چیز کو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ عبادت ہے یا نہیں، پھر آپ کا مدعیٰ کیسے ثابت ہوا، شرک کی تعریف ایک نہیں، تین تین کیں، اور تینوں ایک دوسرے سے مختلف، اس کا صاف مطلب ہے کہ ان مجتہدین کو شرک کے بھی معنی معلوم نہیں، جو جی میں آتا ہے، جب موقع ہوتا ہے لکھ دیتے ہیں، پھر دو تعریف میں فوق الفطری قوت کا لفظ استعمال کیا، مکرر سہ کرر، پوچھنے پر بولے تو وہ بولے کہ نہ بولتے تو بھرم قائم رہتا، جو بولے اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ بیچاروں کو فوق الفطری کے معنی نہیں معلوم، صاف صاف قبول لیا۔

جس طرح انسان اور حیوان کی فطری قوتیں متفاوت ہیں اسی طرح انسانوں، جنوں کی فطری قوتیں مختلف ہیں، ہر ایک کا دائرہ کیا ہے اس کے جاننے کے ہم مکلف نہیں۔

(۱) اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ غیر مقلد مناظر کو اقرار ہے کہ ہم یہ نہیں جانتے کہ انسان، حیوان، جن کی فطری قوتیں کیا ہیں اور کس حد تک ہیں، جب

آپ یہ نہیں جانتے کہ فطری قوتوں کی حدیں کیا ہیں، تو کسی قوت کے بارے میں یہ فیصلہ کیسے کریں گے کہ یہ فطری ہے یا فوق الفطری، اور جب یہ فیصلہ نہیں ہوسکتا تو کسی چیز یا اعتقاد کے شرک ہونے نہ ہونے کا فیصلہ نہیں ہوسکتا تو کسی چیز کے ایمان ہونے نہ ہونے کا بھی فیصلہ نہیں ہوسکتا تو آپ کی شرک کی تعریف کا حاصل یہ ہوا کہ کبھی اس کا فیصلہ ہی نہیں ہوسکتا ہے، کہ کیا چیز ایمان ہے کیا چیز شرک، تو آخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ کسی شخص کے بارے میں یہ بھی فیصلہ نہ ہوسکے گا کہ یہ مومن ہے کہ مشرک، چلو چھٹی ہوئی **شاک فی اللہ شاک ثم ھو شاک فی اللہ شاک**، یہ آج راز کھلا کہ غیر مقلدیت نام ہے لاادریت کا۔

(۲) پھر کس منہ سے کہہ دیا کہ انسانوں، جنوں کی فطری قوتیں مختلف ہیں، کسی چیز کو جانے بغیر ان کے مختلف ومتفق ہونے کا حکم سراسر باطل ہے۔

(۳) اور جب فطری اور فوق الفطری قوت ماننے پر مدار ہے ایمان وشرک کا، اور ایمان وشرک کے جانے بغیر کوئی مومن ہو نہیں سکتا کہ جب جانے گا نہیں تو ایمان کیسے لائے گا، تو لازم کہ کوئی غیر مقلد مومن نہیں۔

(۴) فطری قوتوں کے دائرے کے جاننے کے مکلّف نہیں، مگر ایمان وشرک جاننے کا مکلّف ہر انسان ہے اور یہی جاننا مدار ایمان وشرک، تو اس کا جاننا ہر فرض سے اہم فرض، پھر کس منہ سے کہہ دیا کہ ہم اس کے جاننے کے مکلّف نہیں۔

(۵) **الکذوب قد یصدق** پکا جھوٹا بھی کبھی کبھار سچ بول دیتا ہے، یہ حق ہے کہ ہم انسانوں، جنوں کی فطری قوتوں میں سے ہر ایک کے دائرے کے جاننے کے مکلّف نہیں اور یہ دلیل ہے، کسی میں فوق الفطری ماننے کا نام شرک نہیں، ورنہ ہم اس کے ضرور مکلّف ہوتے، ہم شرک سے بچنے کے مکلّف ہیں تو جب تک شرک جانیں گے نہیں اس سے بچیں گے کیسے، تو آپ کی اس ان کہی سے ثابت کہ آپ کی شرک کی خودساختہ تعریف باطل، اور اسی پر مدار تھا کہ مرادیں مانگنا، نیاز فاتحہ کرنا شرک ہے، اور جب مدار

باطل تو حکم باطل، تو آپ کے قول سے ثابت کہ وسیلۂ مروجہ شرک نہیں۔
معلوم ہوتا ہے رات کو اونگھتے اونگھتے کسی نے یا مناظر ہی نے اتنا لکھ لیا تھا مسودہ صاف کرنے والا لکھنے والے سے سیانا تھا، اسی نے اسٹیج پر اتنا نقل کیا تو ہوش آیا کہ یہ تو دعوئ توحید ہی ملیا میٹ کر دے گا تو پنچایت کر کے پلٹا کھایا، لکھا۔
تمام مخلوقات میں جو نوعی قوتیں الگ الگ موجود ہیں اور جن کے نہ ہونے سے وہ عیب دار ہو جاتی ہیں وہ ہوتی ہیں فطری قوت اور اس پر اضافہ فوق الفطری ہے۔
سبحان اللہ! سبحان اللہ! کیا تحقیق ہے، کیا دور کی کوڑی لائے، مگر یہ نہیں جانا لـن یصلح العطار ما اشده المدهر سڑے مردار پر منوں عطر ڈالو بیکار، سنیے۔
انسان الگ نوع ہے، شیر الگ نوع ہے، آپ کا حال تو نہیں معلوم مگر کتنے غیر مقلدین ہیں کہ اگر شیر سے سامنا ہو جائے تو وہ خود بھاگ سکے یا نہیں مگر اس کی روح اس کے جسم کا ساتھ چھوڑ کر ضرور بھاگ جائے گی، مگر کچھ ایسے بھی انسان ہیں جو شیر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس سے پنجہ آزمائی کرتے ہیں، شیر کو پچھاڑ دیتے ہیں، بتائیے اس بہادر انسان کی یہ قوت فطری ہوئی کہ فوق الفطری، اگر فطری ہوتی تو ہوسکتا ہے آپ اس غیر مقلد کو عیبی کہہ دیں کہ اس کا نام نہیں لیا گیا ہے کہ اس کے ناراض ہونے کا ڈر ہو، مگر غالباً آپ شیر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پنجہ آزمائی تو بڑی بات ہے کھڑے بھی نہیں ہوسکتے، تو آپ اس شیر مرد انسان جیسی قوت نہ رکھ کر عیبی ہوئے کہ نہیں۔
آپ نے قبول لیا کہ عفریت جنی میں بلقیس کے تخت لانے کی قوت فطری تھی اور بنص قرآن آصف بن برخیا میں اس جن سے بدرجہا زائد قوت تھی، تو لازم کہ آصف بن برخیا میں فوق الفطری قوت تھی، قرآن مجید نے ایک ولی میں فوق الفطری قوت مانی تو اب بتائیے کہ اللہ عزوجل اور تمام امت جو قرآن پر ایمان رکھتی ہے، مشرک ہوئے کہ نہیں۔

آپ نے قبول لیا ہے کہ شرک بدلتا نہیں، تو ایک قوت جن میں ماننا ایمان، اور
ں قوت انسان میں ماننا شرک نہیں ہوسکتا، تو بقول آپ کے عفریت جنی کی کہ یہ قوت
ن نہیں تو انسان میں یہ قوت ماننا بھی شرک نہیں، اور جب شرک نہیں تو بقول آپ کے
ق الفطری نہیں، لامحالہ فطری، اور اتنی قوت نوع انسانی میں نہ ماننا انسان کو عیب دار نہیں
رتا، عیب دار ہونے سے بچنے کے لیے جتنی قوت نوع انسانی کے لیے ضروری ہے اس پر
ضرور اضافہ، تو اس قول کے بموجب آصف بن برخیا کی یہ قوت فوق الفطری، عجیب
جتہاد ہے، ایک ہی قوت ایک ہی شخص میں فطری بھی، فوق الفطری بھی، ایمان بھی، شرک
ں، آپ کا اجتہاد کیا ہے چوں چوں کا مربہ ۔

تعارض کے پیچھے تناقض کا شور تناقض کی دم میں تعارض کی ڈور۔

اس سیانے سے سیانا تو او نگھتے میں لکھنے والا نکلا۔

اس قسم کے لطائف وظرائف اس تحریر سراپا اجتہاد میں بھی بے شمار ہیں، غیر مقلد
نتے تھے کہ اب جو رہ گئی ہے وہ بھی جانے والی ہے، اس لیے اڑ گئے کہ اب اس موضوع
مناظرہ نہ ہوگا، مگر منتظمین اہلسنت نے چار گھنٹے کی کوشش کے بعد منوایا کہ اسی موضوع پر
ظرہ ہوگا، مگر آج نہیں کل، اور کل پر ایسا اڑے کہ ٹلنے کا نام نہ لیا، حالانکہ جب مناظرہ
ں موضوع پر ہوتا ہے تو آج نہیں کل کی بات وہی ہوئی، آج نقد کل ادھار، مگر اہلسنت کو
ناظرہ کرنا تھا، اس لیے منظور کر لیا گیا۔

یہ تحریر سب سے اخیر میں ۲۶ رتاریخ کو پڑھی گئی، مگر چونکہ یہ پہلے ہی موضوع
ے متعلق ہے اس لیے اسے یہیں درج کی جاتی ہے تا کہ بحث کا تسلسل ٹوٹے بغیر
ظرین اسے پڑھ لیں، یہ تحریر صرف اسی مناظرے میں نہیں بلکہ قیامت تک کے لیے
ر مقلد پر حجت الٰہیہ ہے۔

☆☆☆

تحریر نمبر (۴)

از:۔ غیر مقلدین:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین . والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین . ومن تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین.

اما بعد

آپ کو جانے ہوئے الفاظ کی تشریح کا حق اگر مناظرہ رشیدیہ کی رو سے ہوتا بھی تو آپ کا یہ حق مسلمانوں کی موجودہ ضرورت سے ٹکرا کر ساقط ہو جاتا، آپ جن الفاظ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں عوام روزمرہ اس کا استعمال کرتے اور اس کا معنی جانتے ہیں، لہٰذا اس پر وقت ضائع کرنے کے بجائے کتاب وسنت کے روشن دلائل سنیے، ہم تمام انبیا کے حالات قرآن کی روشنی میں پیش کر چکے، جس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ان کو کسی قسم کی فوق الفطری قوت نہیں دی گئی تھی، معجزات کی صورت میں جو کچھ ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوا اس کا ڈائرکٹ تعلق اللہ سے تھا، اگر یہ بات آپ کو تسلیم نہیں ہے تو کتاب وسنت کی روشنی میں ان کو معجزات کی قوت دیے جانے کے دلائل پیش کیجیے، یہی معاملہ کرامات کا بھی ہے، ہاں معجزات کے سلسلے میں قرآن کا یہ بیان بھی مدنظر رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقاً فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّماً فِي السَّمَاءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِآيَةٍ (پ۷، سورۃ الانعام: ۳۵) اگر ان کا منہ پھیرنا تم پر شاق گذرا ہے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین

میں کوئی سرنگ تلاش کرلو یا آسمان میں زینہ، پھران کے لیے نشانی لے آؤ، ذرا آگے ارشاد ہے وَقَالُوا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّنَزِّلَ آيَةً وَّلٰكِنْ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (پ۷، سورۃ الانعام:۳۷) اور بولے ان پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتری ان کے رب کی طرف سے تم فرماؤ کہ اللہ قادر ہے کہ کوئی نشانی اتارے، لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ (پ۷، سورۃ الانعام: ۱۰۹) اور انھوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں پوری کوشش سے اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے، تم فرمادو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں۔

سورۂ بنی اسرائیل میں بیان کیا گیا کہ مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ زمین سے کوئی چشمہ بہادیں یا آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا کوئی ایسا باغ ہو جس کے درمیان نہریں بہہ رہی ہوں یا آپ آسمان کے ٹکڑے ان پر گرادیں یا آپ کے پاس طلائی گھر ہو یا آپ آسمان میں چڑھ جائیں اور کوئی ایسی کتاب اتار دیں جسے ہم پڑھیں تو آپ پر ایمان لائیں گے، اس کا جواب آپ یہ دیتے ہیں۔

سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (پ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل: ۹۳) میرا رب پاک ہے میں تو محض ایک پیغمبر ہوں اور بشر ہوں، اس کا کیا مطلب کہ ان چیزوں کو لانے کی طاقت مجھے نہیں دی گئی ہے، یہ خدا کے تصرفات ہیں اور میں ایک انسان کی فطری قوت سے بالاتر قوت نہیں رکھتا، اگر ایسا سمجھا گیا تو یہ اللہ کی سبوحیت کے خلاف ہوگا۔

جو آیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ نے پیش کی ہیں ان میں اس کے علاوہ اور کیا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی کا ڈھانچہ بنایا اور اس میں

پھونک دیا پھر اس کے بعد وہ اللہ کے حکم سے چڑیا ہوگئی، دنیا جانتی ہے کہ مٹی کا ڈھانچہ بنانا انسان کی فطری قوت میں داخل ہے اور یہی کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا اس سے زائد جو کچھ ہوا اس کے متعلق خود قرآن میں کہا گیا ہے کہ فَيَكُونُ طَيْراً بِإِذْنِ اللّٰهِ اس سے معلوم ہوا کہ اس کا چڑیا بن جانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اختیار میں نہیں تھا یہی حال ان کے بقیہ معجزات کا ہے، یہی معاملہ ان تمام معجزات کا ہے جن کا آپ نے حوالہ دیا، جس طرح آپ نے انبیا کے ہاتھ پر ان کے ظہور کو دیکھ کر دھوکا کھایا اور ان کے سامنے نذر و نیاز کرنے لگے، اسی طرح غیر مسلموں نے چاند، سورج، آگ وغیرہ میں جو ظاہری اثرات ہیں انھیں دیکھ کر دھوکا کھایا اور ان کی پوجا شروع کردی اور یہ نہ جانا کہ ان کا ڈائرکٹ تعلق اللہ سے ہے، پھر بتلائیے کہ آپ میں اور ان میں کیا فرق ہے۔

ہم نے مشرکین کے عقائد کے سلسلے میں آپ کو یہ سمجھایا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کو ان تمام صفات سے متصف مانتے تھے جن سے آپ مانتے ہیں، لیکن وہ بھی فرشتوں، نبیوں، ولیوں اور بزرگوں وغیرہ میں مافوق الفطری قوت تسلیم کر کے ان کی نذر و نیاز وغیرہ کرتے تھے، جس طرح آپ کرتے ہیں، ان کے اس عقیدہ و عمل کو کئی جگہ شرک سے تعبیر کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں ہم نے آیات نقل کردی ہیں ان کے عقیدے کے پورے مجموع سے محض ایک جزیہ کو لے کر اس کے شرک اور عدم شرک کا سوال اٹھانا سوائے مجادلہ کے اور کیا کہلا سکتا، آپ نے رشیدیہ کی عبارت میں جو حرکت کی تھی اس سے یہاں بھی باز نہیں رہے۔

فوق الفطری قوت کا ثبوت ہم نے پہلی تحریر کے صفحہ ۴، اور صفحہ ۵، میں پیش کیا ہے اور اسی ثبوت میں استدلال کی نوعیت بھی سامنے آگئی ہے اگر آپ اس کی تردید کر سکتے ہوں تو کیجیے، جس طرح انسان اور حیوان کی فطری قوتیں متفاوت ہیں اسی طرح انسانوں، جنوں وغیرہ کی فطری قوتیں مختلف ہیں، ہر ایک کا دائرہ کیا ہے اس کے جاننے کے ہم مکلّف نہیں، ہاں ہم اتنا جاننے کے مکلّف ہیں کہ انھیں حاجت روائی اور مشکل

شائی کے لیے پکار نہیں سکتے، نذر چڑھاوے وغیرہ افعال عبادت انجام نہیں دے سکتے،
ونکہ مشرکین مکہ کے انھیں اعمال کو شرک کہا گیا ہے۔
تمام مخلوقات میں جو نوعی قوتیں الگ الگ موجود ہیں اور جن کے نہ ہونے سے وہ
ب دار ہو جاتی ہیں وہ ہوتی فطری قوت اور اس پر اضافہ فوق الفطرۃ ہے، ہماری یہ تعریف
تحریر سے بھی ظاہر ہے جو پہلی تحریر کے صفحہ ۵ پر درج ہے ایک بار پھر نظر ڈال لیجیے۔
آپ کے بقیہ ضروری سوالات کے جوابات بھی ہماری پہلی تحریر میں موجود ہیں،
ر جو موجود نہیں ہیں وہ ہماری اسی تحریر میں مل جائیں گے۔
ہم اپنی پہلی اور دوسری تحریر میں کتاب وسنت کے ناقابل انکار دلائل سے ثابت
ر چکے ہیں کہ مشرکین اپنے معبودوں یعنی فرشتوں، پیغمبروں، اللہ کے نیک بندوں اور
ں وغیرہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ انھیں عطائی طور پر فوق الفطری قوت
ختیار حاصل ہے۔
مشرکین کا یہ عقیدہ متعین ہو جانے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ مشرکین مذکورہ
ہستیوں کے ساتھ کیا کیا کرتے تھے، جن کی وجہ سے ان کے عابد اور پجاری قرار دیے
ئے، اس سلسلے میں قرآن کا بیان حسب ذیل ہے۔
(الف) اپنی حاجت روائی و مشکل کشائی کے لیے پکارتے تھے اور التجائیں
رتے تھے، قرآن میں یہ مضمون بہت سارے مقامات پر بیان کیا گیا ہے اور مختلف
رایہ میں بیان کیا گیا ہے، مثلاً قُلْ اِنِّیْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ
للّٰهِ (پ ۷، پ ۲۴، سورۃ الانعام: ۵۶، المومن: ۶۶) تم فرماؤ میں منع کیا گیا
ں کہ انھیں پوجوں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔
واضح رہے کہ احمد رضا خاں صاحب نے یہاں تدعون کا ترجمہ کیا ہے ”پوجتے
“اس سے معلوم ہوا کہ یہ پکاران کے نزدیک عین عبادت ہے۔
قُلْ اَرَئَيْتَكُمْ اِنْ اَتَاكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ

تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ . بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ (پ۷، سورة الانعام: ۴۰، ۴۱) تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے یا قیامت قائم ہو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکاروگے اگر سچے ہو، بلکہ اسی کو پکاروگے تو وہ اگر چاہے جس پر اسے پکارتے ہو اسے اٹھالے اور شریکوں کو بھول جاؤگے۔

(ب) کفار کا ایک دوسرا کام یہ تھا کہ وہ اپنے معبودوں کے لیے نذر مانتے اور چڑھاوے چڑھاتے، ارشاد ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ (پ۷، سورة المائدة: ۱۰۳) اللہ نے نہیں مقرر کیا ہے کان چرا ہوا اور نہ بجار اور نہ وسیلہ اور نہ حامی۔

مولوی احمد رضا خاں کے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر مولوی نعیم الدین صاحب لکھتے ہیں۔

''زمانۂ جاہلیت میں کفار کا یہ طریقہ تھا کہ جو اونٹنی پانچ مرتبہ بچہ جنتی اور آخر مرتبہ اس کے نر ہو تو اس کا کان چیر دیتے، پھر نہ اس پر سواری کرتے اور نہ اس کو ذبح کرتے نہ پانی اور چارے پر سے ہنکاتے اس کو بحیرہ کہتے، اور جب سفر پیش ہوتا یا کوئی بیمار ہوتا تو یہ نذر کرتے کہ اگر میں سفر سے بخیریت واپس آجاؤں یا تندرست ہوجاؤں تو میری اونٹنی سائبہ (بجار) ہے'' الخ۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔

''بخاری، مسلم کی حدیث میں ہے کہ بحیرہ وہ ہے جس کا دودھ بتوں کے لیے روکتے تھے کوئی اس جانور کا دودھ نہ دوہتا اور سائبہ وہ جس کو اپنے بتوں کے لیے چھوڑتے جس سے کوئی کام نہ لیتا''۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ مشرکین سائبہ کو اپنے معبودوں کے لیے بطور نذر چھوڑتے تھے، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ

عَامَ نَصِيْباً فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا (پ۸،
عام: ۱۳۶) اور اللہ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کیے انھیں اسے ایک حصہ دار ٹھہرایا تو
یہ اللہ کا ہے، ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا، اس سے ثابت ہوا کہ مشرکین
ور چوپائے اپنے معبودوں کو نذر کرتے تھے اور ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے۔

حافظ ابو نعیم الاصفہانی نے حلیۃ الاولیا جلد ا صفحہ ۲۰۳ میں حضرت سلمان رضی
عنہ سے روایت کیا ہے کہ، دخل رجل الجنة فی ذباب و دخل آخر النار
ذباب قالوا و کیف ذاک قال مر رجلان ممن کان قبلکم علی ناس
م صنم لا یمربهم احدا الاقرب بصنمهم فقالوا لاحدهم قرب شیئاً
ما معی شی قالوا قرب ولو ذبابا ومضی فدخل النار وقالوا للآخر
ب شیئاً قال ماکنت لاقرب لاحد دون اللّٰه فقتلوه فدخل الجنة۔
آدمی ایک مکھی کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا اور ایک دوسرا آدمی ایک مکھی کی وجہ
جہنم میں داخل ہوا، لوگوں نے کہا اور یہ کیسے؟ انھوں نے فرمایا، تم سے پہلے جو لوگ
ان میں سے دو آدمی ایسے لوگوں پر گزرے جن کے پاس ایک بت تھا، ان کے پاس
ئی نہیں گزرتا مگر ان کے بت پر چڑھاتا انھوں نے ان میں سے ایک سے کہا کوئی چیز
ھاؤ، اس نے کہا میرے پاس کوئی چیز نہیں، لوگوں نے کہا چڑھاؤ اگر چہ ایک مکھی ہی،
س نے ایک مکھی چڑھادی اور گزر گیا تو وہ جہنم میں داخل ہوا، لوگوں نے دوسرے
ے کہا کہ کوئی چیز چڑھاؤ اس نے کہا میں اللہ کے سوا کسی کے لیے کوئی چیز نہیں چڑھاتا
ں لوگوں نے اسے قتل کر دیا تو وہ جنت میں داخل ہوا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مکھی جیسی حقیر چیز کا چڑھانا بھی شرک ہے اور آخری
ڑے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کے لیے بھی چڑھاوا پیش کرنے کی گنجائش
یں پس غیر اللہ پر جو چڑھاوا بھی چڑھایا جائے خواہ وہ حلوہ، بتاشہ اور چادر ہو یا چراغ،
ربتی اور خوشبو ہو یہ سب شرک ہے۔

(ج) مشرکین ایک کام یہ بھی کرتے تھے کہ اپنے معبودوں کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے اور ان کے استھانوں پر بھی ذبح کرتے تھے، سورہ بقرہ، سورہ نحل اور سورہ انعام وغیرہ میں ما اھل بہ لغیر اللّٰہ کو حرام کہا گیا، جس سے مراد احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک وہ جانور ہے جس کو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو (دیکھیے متعلقہ مقامات کا ترجمہ قرآن از خاں صاحب موصوف) سورہ مائدہ آیت ۳ میں حرام جانوروں کی فہرست میں و ما ذبح علی النصب بھی ہے، یعنی وہ جانور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا۔

(د) مشرکین اپنے معبودوں کی مجاوری بھی کرتے تھے، ارشاد ہے وَجَاوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآئِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰۤی اَصْنَامٍ لَّهُمْ (پ ۹، الاعراف: ۱۳۸) اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اتارا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو اپنے بتوں کے آگے آسن مارے تھے، یا بلفظ دیگر لگے بیٹھے تھے، نیز دیکھیے سورۂ انبیا آیت ۵۲ سورہ شعرا آیت ۷۱۔

(ہ) یہ بھی معروف بات ہے کہ مشرکین اپنے معبودوں کو سجدہ کرتے تھے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانی کے طور پر رات دن اور سورج چاند کا تذکرہ کیا تو یہ بھی فرمایا لَاتَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (پ ۲۴، حٰم السجدہ: ۳۷) سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

حاشیہ پر مولوی نعیم الدین لکھتے ہیں ”وہی سجدہ اور عبادت کا مستحق ہے“ پچھلی آیات سے ثابت ہوا کہ مشرکین ان ہستیوں کو جن کا ذکر گزر چکا ہے تصرف کی عطائی قوت سے متصف مان کر اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے پکارتے تھے، ان کے لیے نذر مانتے تھے، چڑھاوے چڑھاتے تھے، ان کے نام پر اور ان استھان پر جانور ذبح کرتے تھے، ان کی مجاوری کرتے تھے، انھیں سجدہ کرتے تھے، ان کی ان ہی حرکتوں

ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان ہستیوں کی عبادت اور پوجا کرتے ہیں، معلوم ہوا کہ
قیدۂ تصرف کے تحت یہ سارے کام عبادت قرار پاتے ہیں، لہٰذا جب یہ کام اس
قیدے کے تحت غیر اللہ کے ساتھ کیے جائیں گے، تو یہ ان کی عبادت ہوگی۔
یہ بھی یاد رہے کہ اس عبادت کی غرض ان کے نزدیک قرآن کے بیان کے
طابق یہ تھی وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ
ـؤُلَآءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ (پ ۱۱، سورة یونس: ۱۸) اور اللہ کے سوا ایسی
یزوں کو پوجتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچا سکے اور نہ ان کا بھلا کر سکے اور کہتے ہیں کہ یہ
للہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔
چونکہ مشرکین آخرت کے قائل نہ تھے اس لیے مطلب یہ ہوا کہ دنیاوی مرادوں
ی تکمیل کے لیے اللہ سے سفارش کر دیتے تھے، یعنی ایک مقصد یہ تھا کہ اپنے معبودوں کو
بادت کر کے خوش رکھیں تو یہ ہماری مراد اللہ سے پوری کرا دیں گے اور دوسرا مقصد یہ
ا۔ مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (پ ۲۳، سورة الزمر: ۳) ہم تو
ھیں اس لیے پوجتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں، یعنی ان کی عبادت سے اللہ کا
رب حاصل ہوتا ہے۔
اب تک کی بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ مشرکین اللہ کو خالق اور رزاق اور ساری چیزوں
ور سارے اختیارات کا مالک سمجھتے تھے، پھر وہ فرشتوں اور پیغمبروں اور بزرگوں وغیرہ
کے سلسلے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ انھیں اللہ کی طرف سے فوق الفطری قوت واختیار
ا ہوا ہے، اس لیے وہ انھیں پکارتے اور التجائیں کرتے تھے، ان کی نذریں مانتے تھے،
ن پر چڑھاوے چڑھاتے تھے، ان کے نام پر اور ان کے استھان پر جانور ذبح کرتے
تھے، مجاور بن کر بیٹھتے تھے انھیں سجدہ کرتے تھے، وغیرہ یہی سب ان کا شرک تھا۔
چونکہ وسیلۂ مروجہ جو موضوع بحث ہے عقیدہ سے لے کر عمل تک اس سے
طابقت رکھتا ہے، اس لیے وہ بھی شرک ہے اور اس کا مرتکب بھی مشرک ہے۔

آیئے ایک دوسری طرح سے بھی ہماری دلیل ملاحظہ فرمایئے۔
یہ بات اپنی جگہ مسلم اور کسی بھی بحث سے بالاتر ہے کہ غیر اللہ کی عبادت شرک ہے، لہٰذا ہر وہ کام جو عبادت ہے وہ اللہ کے ساتھ مختص ہوگا اور کسی بھی دوسرے کے لیے اس کا کرنا شرک ہوگا، اس کے بعد سنئے کہ وسیلۂ مروجہ کی تشریح میں جن کاموں کا ذکر کیا گیا ہے، وہ سب عبادت کے کام ہیں۔

(۱) فوق الفطری قوت واختیار سے متصف سمجھ کر کسی کو حاجت روائی ومشکل کشائی کے لیے پکارنا عبادت ہے، جامع ترمذی (کتاب الدعوات ج ۲ ص ۱۷۳ مطبوعہ رشیدیہ دہلی) میں حضرت نعمان بن بشیر سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدعاء هو العبادة دعا عبادت ہے، اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْن (پ ۲۴، سورة المومن: ۶۰) اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو، میں قبول کروں گا، بیشک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھینچتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر۔

اس آیت کو اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرما کر یہ بتلایا کہ پہلے فقرے میں جس چیز کو دعا سے تعبیر کیا گیا ہے اسی کو دوسرے فقرے میں عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے، الفاظ کے معمولی سے فرق کے ساتھ یہ روایت ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲۴ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند کتاب الصلوٰۃ باب الدعا میں مروی ہے، قرآن مجید میں کہیں کہیں ایک ہی چیز کو ایک دفعہ دعا سے اور ایک دفعہ عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے، (مثال کے طور پر دیکھیے سورہ مریم ۴۸، ۴۹) خود احمد رضا خاں صاحب نے بھی دعا سے بنے ہوئے فعل کا ترجمہ پوجا کے لفظ سے کیا ہے، مولوی نعیم الدین صاحب آیت وقال ربکم ادعونی کی تفسیر کرتے ہوئے اخیر میں لکھتے ہیں۔

”آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ دعا سے مراد عبادت ہے اور قرآن

یم میں دعا بمعنی عبادت بہت جگہ وارد ہے، حدیث شریف میں ہے الدعاء هو
بادة (ابو داؤد، ترمذی)

چونکہ دعا عبادت ہے اس لیے غیر اللہ سے دعا کرنا شرک ہے، اسی لیے یہ حکم دیا
یا وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَداً (پ ۲۹، سورة الجن: ۱۸)
یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو، اور حضور سے کہا گیا کہ
لْ اِنَّمَا اَدْعُوْ رَبِّيْ وَلَا اُشْرِكُ بِهٖ اَحَداً (ایضا) آپ کہہ دیجیے کہ میں تو اپنے
ب ہی کو پکارتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا، اس حکم کا مفاد یہ ہے کہ کسی اور کو
راجائے تو یہ اللہ کے ساتھ شرک ہوگا۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ غیر اللہ کو پکارنا، اور اس سے مرادیں مانگنا شرک ہے تو زیر
ث موضوع کا ابتدائی حصہ جو طلب حاجات سے متعلق ہے اس کا شرک ہونا ثابت ہوگیا۔

(۲) نذر اور چڑھاوا عبادت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ
پ ۱۷، الحج: ۲۹) اور اپنی نذریں پوری کریں، درمختار مصری ج ۲ ص ۱۳۹ میں
لکھا ہے کہ نذر عبادت ہے۔

چڑھاوے کے متعلق مشرکین کے فعل کا حوالہ قرآن سے گزر چکا ہے، پس جب
ذر اور چڑھاوا عبادت ہے تو غیر اللہ کے لیے نذر ماننا اور چڑھاوا چڑھانا غیر اللہ کی
عبادت ہوئی، جو شرک ہے اس سے ثابت ہوا کہ حلوہ، بتاشہ، چادر، چراغ، اگربتی وغیرہ
قبروں کی نذر کرنا اور چڑھانا شرک ہے۔

(۳) تقرب کے لیے جانور ذبح کرنا بھی عبادت ہے، ارشاد ہے فَصَلِّ
رَبِّكَ وَانْحَرْ (پ ۳۰، سورة الکوثر: ۲) تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو
اور قربانی کرو۔ قُلْ اِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ (پ ۸، الانعام: ۱۶۳) تو تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری
قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لیے۔

جب جانور کو اللہ کے تقرب کے لیے ذبح کرنا اللہ کی عبادت ہے تو غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا غیر اللہ کی عبادت ہوئی، درمختار میں لکھا ہے **ذبح لقدوم الامیر ونحوه کواحد من العظماء یحرم لانه اهل به لغیر الله ولو ذکراسم الله تعالیٰ** امیر اور اس کے مثل جیسے بڑوں میں سے کسی کی آمد پر ذبح کیا تو حرام ہے کیونکہ یہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے۔

اس کے بعد اس بارے میں فقہائے احناف کا اختلاف ذکر کیا ہے کہ یہ ذبح کرنے والا شخص کافر ہوا یا نہیں، جمہور کا مذہب یہ بتلاتا ہے کہ کافر ہوگیا، اور ایک قول یہ ذکر کیا ہے کہ کافر نہیں ہوا، جو کہتے ہیں کہ کافر نہیں ہوا، وہ یہ وجہ بیان کرتے ہیں **لانا لانسی الظن بالمسلم انه یتقرب الی الآدمی بهذا النحر** کیونکہ ہم مسلمان کے ساتھ یہ سوئے ظن نہیں رکھتے کہ وہ اس ذبح سے آدمی کا تقرب چاہتا ہے (دیکھیے در مختار ص ۵۲۱، ص ۵۲۴ مطبع نول کشور) اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر تقرب کے لیے ذبح کرے تو کافر ہو جائے گا۔

(۴) نماز میں اللہ کے سامنے اس کا خوف کرتے ہوئے، اس کی رضا چاہتے ہوئے اس کی نہایت تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، رکوع کرتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں، یہ سب اللہ کی عبادت ہے اور اس نے ان کاموں کا حکم دیا، ارشاد ہے، **قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ** (پ ۲، البقرۃ: ۲۳۸) اللہ کے لیے یہاں باادب کھڑے ہو، **وَاَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَداً** (الجن: ۱۹) اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جن ان پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جائیں، **قُمِ اللَّيْلَ اِلاَّ قَلِيْلاً** (المزمل: ۲) رات میں قیام فرماؤ سوا کچھ رات کے، **وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ** (البقرہ: ۴۳) اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو، **وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْقَائِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ** (پ ۱۷، الحج: ۲۶) اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو

ھر کا ٹھکانا ٹھیک بنادیا اور حکم دیا کہ میرا کوئی شریک نہ کر اور میرا گھر ستھرا رکھو طواف
ں اور کھڑے ہونے والوں اور رکوع سجدے والوں کے لیے، وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ
۳۰، العلق: ۱۹) اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔
صحیح مسلم مطبوعہ رشیدیہ ج ا ص ۱۹۱ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اقرب ما یکون العبد من ربه وهو ساجد
کثر و الدعاء بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب کے قریب تر ہوتا ہے پس کثرت
دعا کرو، اس آیت کا ذکر گزر چکا ہے کہ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ
ہ تَعْبُدُوْنَ (پ ۲۴، حم السجدہ: ۳۷) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت محمدی
غیر اللہ کو سجدہ کرنا خالص اللہ کی عبادت کے کیسے منافی ہے۔
جامع ترمذی مع شرح تحفۃ الاحوذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی
ۃ ص ۴۷ ۳ ۲۰ ج ۲) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
تے ہیں لو کنت آمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد
وجها اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو
ہ کرے۔
اس سے بھی غیر اللہ کے لیے سجدہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے، جب اللہ کے خوف
ے اور اس کی تعظیم کے لیے اس کے سامنے کھڑا ہونا، رکوع کرنا بھی جھکنا اور سجدہ کرنا،
ں کی عبادت ہے تو یہی سب کام اسی طرح کے خوف و تعظیم کے ساتھ غیر اللہ کے سامنے
نا غیر اللہ کی عبادت ہے، لہٰذا اہل قبور کے سامنے یہ سب حرکتیں کرنا اہل قبور کی عبادت
ے اس لیے یہ شرک ہے۔
آیئے ذرا آپ کو آپ کے گھر کی بھی سیر کرادی جائے، درمختار اور در المختار کھول
ے جو فقہ حنفی کی معروف ترین کتابوں میں سے ہے، درمختار میں لکھتے ہیں۔
واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام و ما یوخذ من

الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الاوليا الكرام تقربا اليهم فهو بالاجماع باطل و حرام۔ ردمحتار میں تقربا اليهم پر لکھا ہے كان يقول يا سيدى فلان ان ردغابى او عوفي مريضى او قضيت حاجتى فلك من الذهب او الفضة او من الطعام او الشمع او الزيت كذا، اور باطل وحرام پر لکھا ہے لوجوه منها انه نذر لمخلوق، والنذر للمخلوق لايجوز، لانه عبادة، والعبادة لا تكون لمخلوق، ومنها ان النذور له ميت، والميت لا يملك، ومنها انه ان ظن ان الميت يتصرف فى الامور دون الله واعتقاده ذلك كفر (دیکھئے ردمحتار مصری ص ۱۳۹ ج ۲)

ان عبارتوں کا مفہوم یہ ہوا کہ جو نذر اکثر عوام کی جانب سے مردوں کے لیے واقع ہوتی ہے اور جو درہم اور شمع اور تیل اوران کی مانند چیزیں اولیائے کرام کے مزارات کی طرف ان کے تقرب کے لیے کی جاتی ہیں یہ بالا جماع باطل اور حرام ہے۔

اولیا کے تقرب کے لیے ان کاموں کے کرنے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً یوں کہے کہ اے میرے فلاں سید اگر میرا غائب واپس کردیا جائے یا میرے مریض کو اچھا کردیا جائے یا میری حاجت پوری کردی جائے تو آپ کے لیے اتنا سونا یا چاندی یا خوراک یا شمع یا تیل ہے، اس کے باطل اور حرام ہونے کی کئی وجہیں ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ یہ مخلوق کے لیے نذر ہے اور مخلوق کے لیے نذر جائز نہیں، کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے لیے درست نہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ جس کے لیے ندر مانی گئی ہے وہ میت ہے اور میت مالک نہیں ہوتا، ایک اور وجہ یہ ہے کہ اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کے علاوہ میت امور میں تصرف کرتا ہے تو اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔

ردمحتار کے اس فتویٰ کی روشنی میں یہ بھی فرمایئے کہ آپ سمیت وہ تمام احناف جو ردمحتار کو قابل حجت تسلیم کرتے ہیں، وہ انبیا کے پیش کردہ معجزات کو تسلیم کر کے کافر ہوئے یا نہیں۔

وسیلۂ مروجہ

جس کی تشریح شرائط مناظرہ میں کردی گئی ہے، اس کا کوئی تعلق اس وسیلہ سے
ہیں ہے جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا
لَیْهِ الوَسِیْلَةُ (سورۃ المائدۃ: ۳۵) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف
قربت ڈھونڈو۔

ہم نے وسیلہ کی تشریح کے لیے تفسیر کی کتابوں میں سے روح المعانی کو چنا ہے،
کیونکہ یہ ایک حنفی علامہ کی لکھی ہوئی ہے اور احناف میں مشہور بھی ہے اور مقبول بھی، علامہ
فرماتے ہیں وابتغوا الیه ای اطلبو لانفسکم الیٰ ثوابه والزلفی منه الوسیلة
ھی فعلیة بمعنی مایتوسل به ویتقرب الی اللّٰه عزوجل من فعل الطاعات
وترک المعاصی (ص ۱۱۲ ج ۴)

عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور
اپنے لیے اس کے ثواب اور قرب حاصل کرنے کا وسیلہ ڈھونڈو، علامہ فرماتے ہیں ''وسیلہ
نیکیوں کا کرنا اور منکرات کا چھوڑ دینا ہے، کیونکہ اسی طریقہ سے اللہ کی قربت مل سکتی ہے،
وسیلہ کا جو مطلب علامہ نے لکھا ہے مروجہ وسیلہ اس کا الٹا ہے کیونکہ مروجہ وسیلہ یہ ہے کہ
انسان مردہ بزرگوں کو اس لیے پکارتے کہ وہ اپنے اثر و رسوخ سے بلا عمل اللہ سے اس کے
کام کرا دے اور وہ درجہ دلا دے جو شریعت پر عمل اور سنت نبوی کی پیروی سے ملتا ہے اور
اس کا طریقہ یہ ہے کہ مردہ بزرگوں کا نام لے کر نعرے لگائے جائیں اور اپنی اغراض ان
کے سامنے پیش کی جائیں۔

اب آیئے عربی کا مشہور و مقبول لغت لسان العرب کی بھی کچھ سیر کرلیں۔

الوسیلة المنزلة عند الملک، الوسیلة الدرجة، الوسیلة القربة

ماحصل یہ ہے کہ وسیلہ وہ بلند مقام ہے جو بادشاہ کے نزدیک کسی کو حاصل ہو، وسیلہ نزدیکی کے معنی میں بھی آتا ہے "توسل الیه بوسیلة" کا مطلب یہ ہے کہ عمل کے ذریعہ نزدیکی حاصل کی جائے۔ (ص ۲۵ ج ۱۳)

اذان کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے اس میں یہ لفظ ہے آت محمدا الوسیلة صاحب روح المعانی نے ص ۱۱۲ ج ۴ پر مسلم کی ایک روایت کے حوالے سے لکھا ہے کہ جو وسیلہ حضور کے لیے مانگا جاتا ہے وہ جنت کا ایک بلند مقام ہے، سنی حضرات وسیلہ کا جو مطلب لیتے ہیں وہ ہرگز یہاں پر صحیح نہیں ہوسکتا، کیونکہ حضور کا درجہ اور مقام خدا کے بعد ہے، اگر یہاں وسیلہ سے مراد مردہ بزرگ ہوں اور دعا کا مطلب یہ ہے کہ مردہ بزرگوں کا سہارا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مل جائے تو اس سے بڑھ کر اہانت رسول کیا ہوگی، ہم اہل حدیث حضور کی شان میں اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔

حکیم ابوالحسن عبیداللہ

تحریر نمبر (۴)

از :۔ اہلسنت وجماعت :۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

اما بعد

جب شرائط مناظرہ میں یہ طے ہے کہ مناظرہ کتب مناظرہ کے مطابق ہوگا اگر ان شرائط کی پابندی ضروری نہیں تھی تو پھر آپ نے ان کو تسلیم کیوں کیا؟۔

یہ تسلیم کرنا ایک لغو کام ہوا، شرائط طے کرتے وقت عوام کی ضرورت کا خیال نہیں آیا؟ عوام روشنی میں آنے کی ضرورت محسوس کررہے ہیں، اندھیرے میں رہنے کی ضرورت شاید ہی کسی کو ہو۔

آپ نے ایک دعویٰ کیا ہے اور دعویٰ کے دو جز ہیں، ایک مسند دوسرے مسند الیہ جب تک مسند اور مسند الیہ دونوں معلوم نہ ہوں کسی کو کیا پتہ چلے گا کہ آپ کی دلیل نے دعویٰ کو ثابت بھی کیا یا نہیں، اس لیے یہ ضروری ہے کہ آپ دعویٰ سے متعلق جن الفاظ کی تشریح آپ سے طلب کی گئی ہے اس کی تشریح ضرور کریں، تنقیح دعویٰ کے بغیر دلائل بیان کرنا یہ مناظرہ نہیں صراحۃً مجادلہ ہے۔

لہٰذا ہم پھر آپ کو یاد دلاتے ہیں کہ :۔

(۱) آپ نے شرک کی کوئی جامع ومانع تعریف نہیں کی۔

(۲) مولوی اسماعیل کے بیان کردہ اقسام شرک سے آپ کو اتفاق ہے یا نہیں؟ اس

کا بھی آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

(۳) شرک و مشرک کے احکام دنیوی واخروی کیا ہیں؟ آپ نے اس کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔

(۴) تعظیم اور عبادت کی تشریح اور فرق نہیں بیان کیا، جب کہ آپ کے سارے دلائل کا محور یہی دونوں الفاظ ہیں۔

(۵) تعظیم اور نہایت تعظیم کی کیا حد ہے اس کو متعین نہیں کیا۔

(۶) کسی غیر اللہ کی تعظیم کے لیے اس طرح پر کھڑا ہونا کہ نہایت تعظیم کی نیت نہ ہو شرک ہے یا نہیں؟ اس کا بھی جواب نہیں ملا۔

(۷) سجدہ کی تعریف وتشریح کے سلسلہ میں جو سوال کیا گیا تھا اس کو بھی ہاتھ نہیں لگایا گیا۔

(۸) آپ نے اس کا بھی جواب نہیں دیا ''کوئی ایسا بھی شرک ہے جو کسی زمانہ میں نہ رہا ہو اور بعد میں ہو گیا ہو''۔

(۹) نبی، ولی، پیر، شہید، نذر، چڑھاوے چڑھانا ان تمام الفاظ کی بھی آپ نے کوئی واضح تشریح نہیں کی۔

(۱۰) شریعت میں وسیلہ کی کیا حقیقت ہے؟ اس کو بھی آپ نے بیان نہیں کیا۔

(۱۱) قبور انبیا علیہم السلام وقبور اولیا رحمہم اللہ تعالیٰ اور بتوں کے درمیان کوئی فرق ہے یا نہیں، آپ نے اس کا بھی جواب نہیں دیا، جب کہ ان امور کی وضاحت وتشریح آپ کے دعویٰ کا اہم عنصر ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے ہمارے پرچہ نمبر۳ پر بھی جولانی فکر نہیں آزمائی، اسی لیے آپ معجزات کے سلسلے میں ایک غیر مربوط بات کہہ گئے، آپ اپنی موجودہ تحریر میں یہ کہتے ہیں کہ معجزات وکرامات کا تعلق ڈائرکٹ اللہ سے ہے اور اس سلسلہ میں آپ نے چند آیتوں کا حوالہ دیا کہ معجزات انبیا اللہ کے حکم سے ظہور پذیر ہوئے، ضروری ہے آپ افعال عباد سے متعلق چند گوشے واضح کریں تا کہ آپ پر بھی اس

مسئلہ کی تنقیح واضح ہو جائے۔

(الف) آپ کی ذکر کی ہوئی تمام آیتیں اللہ کے تصرف ذاتی پر دال ہیں، لیکن انبیا کے تصرف عطائی کی ان سے کیوں کر نفی ہوئی۔

(ب) تمام نصوص اپنے ظواہر پر محمول ہوتے ہیں۔

تخلیق کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف قرآن پاک میں کی گئی جیسا کہ ہمارے پرچہ نمبر۳ میں مذکور ہوا، اسی طرح مادر زاد نابینا اور سفید داغ والے کو تندرست کرنے کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف صراحۃً ہے یونہی مردہ زندہ کرنے کی نسبت بھی مصرح ہے، اور آپ ان افعال کی نسبت ان کی طرف تسلیم کرنے سے اعراض کرتے ہیں۔

اسی طرح سند منع میں ہم نے جو آٹھ آیتیں پیش کیں، ان سب میں فوق الفطرۃ فعل کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہے اور آپ اس نسبت سے انکار کرتے ہیں۔

(ج) معجزات و کرامات ہوں یا بندوں کے اور افعال کیا ان کی تخلیق سے ڈائرکٹ اللہ کا تعلق نہیں ہے، کیا آپ کے نزدیک افعال عباد کا خالق اللہ نہیں ہے؟۔

عقائد کی تمام کتابوں میں مذکور ہے **واللہ خالق افعال العباد** بندوں کے افعال کا خالق اللہ ہے، بلکہ قرآن عظیم میں بھی ارشاد ہے **وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ** (پ۲۳، سورۃ الصّٰفّٰت: ۹۶) اللہ نے تم کو پیدا کیا اور جو تم کرتے ہو اس کو بھی۔

کیا آپ معتزلہ کی طرح بندوں کے تمام افعال کا خالق بندوں ہی کو مانتے ہیں، کیونکہ آپ معجزہ کی تخلیق اور دیگر افعال عباد کی تخلیق میں فرق کے قائل نظر آتے ہیں۔

(د) اور اگر آپ ہر عمل کا خالق اللہ ہی کو مانتے ہیں تو آپ کیوں معجزات کی نسبت انبیا کی طرف کرنے سے گریز کرتے ہیں، جب کہ بندوں کے عام افعال کی نسبت بندوں کی طرف کرنے میں آپ کو کوئی عار نہیں، حالانکہ ان کا خالق بھی اللہ ہی

ہے، اور ڈائرکٹ ان کا تعلق تخلیق اسی ذات برتر سے ہے۔

آپ نے نذر کے سلسلے میں درمختار کی جو عبارت نقل کی ہے، اس کے متعلق ہمیں بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ آدھی عبارت آپ نے نقل کی اور آدھی چھوڑ دی، مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس کا کیا نام دوں "باطل حرام" کے بعد ہے **مالم یقصدوا صرفھا لفقراء الانام** یہ باطل وحرام اس وقت ہے جب کہ مخلوق کے فقرا پر صرف کرنے کا ارادہ نہ ہو، اسی طرح آپ نے ردالمحتار کی عبارت میں بھی ہاتھ صفائی دکھائی ہے وہیں پر "**ذلک کفر**" کے بعد ہے **اللّٰھم الا ان قال یا اللّٰہ انی نذرت لک ان شفیت مراضی او رددت غائبی او قضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدۃ نفیسۃ او الامام الشافعی اولامام اللیث او اشتری حصراً لمساجدھم او زیتا لوقودھا او دراھم لمن یقوم بشعائرھا الی غیر ذلک مما یکون فیہ نفع للفقراء والنذر للّٰہ عزوجل (الی ان قال) فیجوز بھذا الاعتبار (ردالمحتار ص ۱۳۹)**

ترجمہ:۔ اے اللہ! مگر یہ کہ اس نے کہا اے اللہ! میں نے تیرے لیے نذر مانی ہے کہ اگر تو نے میرے بیمار کو شفا دی اور یا میرے غائب کو واپس کیا یا میری ضرورت پوری کی کہ میں ان فقرا کو کھلاؤں گا جو سیدہ نفیسہ یا امام شافعی یا امام لیث کے آستانہ پر میں یا ان کی مسجدوں کے لیے چٹائیاں خریدیں یا جلانے کے لیے تیل یا اس کی خدمت کرنے والوں کے لیے پیسے وغیرہ جس میں فقیروں کے لیے نفع ہو اور نذر اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو تو اس اعتبار سے جائز ہے۔

کس مصلحت کی بنا پر آپ نے یہ عبارت ذکر نہیں کی، اس کو بتا دیں تو ظاہر ہو جائے گا کہ مجادلہ ہم نہیں کر رہے ہیں بلکہ آپ، یہی نہیں بلکہ مجادلہ سے آگے بڑھ کر مکابرہ و مغالطہ دینے کے مرتکب ہوئے بالکل وہی مثال ہوئی **لا تقربوا الصلوٰۃ** پڑھ کر سکاری چھوڑ دیا جائے۔

انبیا علیہم السلام کے عدم قوت و اختیار کے سلسلہ میں آپ نے آیت اَنَّکَ لَا تَهدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ (پ ۲۰، سورة القصص: ۵۶) لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ (پ ۱۹، سورة الشعراء: ۳) وَمَا اَنْتَ بِهَادِ الْعُمْیِ (پ ۲۱، سورة الروم: ۵۳۔ پ ۲۰، سورة النمل: ۸۱) پیش کیں جس سے آپ نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ آپ کو ہدایت کا بھی اختیار نہ تھا، ٹھیک فرمایا ہے، قرآن عظیم نے اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَ تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (پ ۱، سورة بقرة: ۸۵) اب وہ آیتیں سنئے، جس میں ہدایت کا ثبوت انبیا علیہم السلام کے لیے ہے۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (پ ۱۳، سورة الرعد: ۷) اے رسول! جز ایں نیست کہ آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کو ہدایت کرنے والے ہیں۔

فرمایئے کس منہ سے آپ کہہ رہے تھے کہ انبیا علیہم السلام ہدایت نہیں کر سکتے۔

جَعَلْنَا مِنْهُمْ ائمةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (پ ۲۱، سورة السجدة: ۲۴) ہم نے ان میں سے امام بنائے، جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں۔

آپ نے کس طرح دعویٰ کیا کہ انبیا کو ہدایت کی قوت نہیں دی جاتی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاتَّبِعْنِیْ اَهْدِکَ صِرَاطاً سَوِیًّا (پ ۱۶، سورة مریم: ۴۳) اس آیت مبارکہ میں پیغمبر نے ہدایت کی نسبت اپنی ذات کی طرف کی ہے اور آپ ہی کہے جا رہے ہیں کہ پیغمبر کو ہدایت کی طاقت نہیں۔

آپ نے حضرت نوح علیہ السلام کا قول اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (پ ۲۷، سورة القمر: ۱۰) ذکر کیا آپ سے یہ کس نے کہہ دیا کہ انبیا علیہم السلام کے قوت و اختیار کے عطائی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے یہ بندے اس سے دعا بھی نہ مانگیں، سچ کہا ہے قرآن عظیم نے اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَ تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (پ ۱، سورة بقرة: ۸۵) آپ نے حضرت نوح کا مغلوب ہونا دیکھا اور یہ آیت آپ کو نظر نہیں آئی کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ (پ ۲۸، سورة المجادلة: ۲۱)

اللہ نے یہ طے فرما دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول غالب ہوں گے۔

آپ نے حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے عدم اختیار کو بھی ثابت کرنا چاہا ہے اور آیتیں ایسی ذکر کی ہیں جس میں طاقت یا عدم طاقت کی کچھ تصریح نہیں، یاد رکھیے عدم قول کے لیے عدم شی لازم نہیں، قرآن سنئے جس نے انبیا علیہم السلام کی طاقت وقوت کی تنصیص فرمائی ہے اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ (پ ۲۰، سورۃ القصص: ۲۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام قوت والے امین ہیں، بلکہ ایسی قوت کا ثبوت قرآن نے غیر نبی کے لیے ثابت مانا ہے۔

اَنَا آتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِکَ وَاِنِّیْ عَلَیْہِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ (پ ۱۹، سورۃ النمل: ۳۹) میں تخت بلقیس آپ کے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے لا سکتا ہوں میں اس پر قوی امین ہوں خیال رہے کہ یہاں بھی قوت و امانت کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو رہی ہے مگر آپ کو ایسی آیتیں نظر نہیں آتیں یا قصداً اغماض فرماتے ہیں۔

آپ ہر جگہ یہی دہراتے ہیں کہ اگر ان کو مافوق الفطرۃ طاقت تھی تو اس کا اظہار کیوں نہیں فرمایا ہم نے آپ پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ عدم ذکر عدم شی کو مستلزم نہیں جب کہ یہ طاقت عطائی ہو کہ بے اذن الٰہی اس کا استعمال ہی نہیں ہو سکتا مگر ہمیں تو افسوس ہے کہ آپ قصداً ایسی آیات، احادیث سے اغماض فرماتے ہیں جس میں اشیا کی طاقت و اختیار کا ذکر ہے۔

آپ نے فرمایا ہے کہ ایوب علیہ السلام شیطان کے مقابلے میں مجبور تھے، حالانکہ قرآن فرماتا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ (پ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل: ۶۵) اور شیطان لعین تجھ کو میرے نیک بندوں پر کوئی غلبہ نہیں۔

عن ابی الدرداء قال قام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلی فسمعناہ یقول اعوذ باللّٰہ منک ثم قال العنک بلعنۃ اللّٰہ ثلثا وبسط یدہ کانہ یتناول شیئاً لما فرغ من الصلوٰۃ قلنا یا رسول اللّٰہ قد

معناک تقول فی الصلوٰۃ شیئاً لم نسمعک تقوله قبل ذلک
وأیناک بسطت یدک قال ان عدواللّٰه ابلیس جاء بشهاب من نار
جعله فی وجهی فقلت اعوذ باللّٰه منک ثلث مرات ثم قلت العنک
بلعنة اللّٰه التامة فلم یستاخر ثلث مرات ثم اردت ان آخذه واللّٰه لولا
دعوۃ اخینا سلیمن لاصبح موثقا یلعب به ولدان اهل المدینة (رواه
مسلم مشکوٰۃ شریف)

یہ دیکھیے اقتدار مصطفےٰ کا جمال کہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا خیال نہ ہوتا تو میں شیطان کو مسجد کے کھمبے میں باندھ دیتا۔

اب ہم پھر آپ کی توجہ اس طرف دلاتے ہیں کہ بے موقع و بے محل قرآن مجید کی آیات پڑھ کر عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش نہ کیجیے کہ ہم قرآن مجید کے حافظ جی ہے، آپ سے تنقیح دعویٰ کے سلسلے میں جو باتیں پوچھی گئی ہیں ان کی توضیح کیجیے ورنہ ہم یقین کرنے پر مجبور ہورہے ہیں کہ آپ یا تو اصول مناظرہ سے بالکل ناواقف ہیں یا پھر کسی اندیشہ کے تحت تجاہل عارفانہ برت رہے ہیں۔

ہم نے اصولی طور پر جتنے بھی بنیادی سوالات کیے ہیں ان کے جوابات تو درکنار آپ اسے چھونا بھی نہیں چاہتے، آپ کے انداز تحریر سے یہ شک یقین کی منزل تک پہنچ گیا ہے کہ آپ صرف آیتیں پڑھ پڑھ کر جن کا مدعا سے کوئی تعلق نہ ہو وقت گزاری کررہے ہیں۔

سوال نمبر۱:۔ آپ نے اپنی اس تحریر میں لفظ نذر استعمال کیا ہے لہٰذا نذر کے معنی بھی بتایئے؟۔

سوال نمبر۲:۔ آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ قرآن میں مذکور لفظ دعا بمعنی عبادت ہے کیا یہ قرآن مجید میں وارد ہر لفظ دعا یا دعا سے مشتقات افعال سب کے لیے کل طور پر ہے؟ اگر نہیں تو بتایئے قرآن وحدیث کی روشنی میں بتایئے کہ کہاں عبادت کے معنی میں

ہے اور کہاں دوسرے معنی میں؟۔

سوال نمبر۳:۔ یہ بتایئے کہ مشرکین عرب کا شرک پکارنے، مدد مانگنے ہی کی بنا پر ہے یا پکارنے اور مدد مانگنے کے ساتھ ان کے پوجنے پر؟۔

حکیم ابوالحسن عبید اللہ　　　　ضیا المصطفٰے قادری عفی عنہ

۲۱/ ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ

تحریر نمبر (۵)

غیر مقلدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اما بعد

رشیدیہ کا نام لے کر چونکہ آپ اپنی روش پر اڑے ہوئے ہیں، اس لیے آیئے
کی بھی حقیقت کھول ہی دی جائے، رشیدیہ کی جس عبارت میں وضو، نیت اور شرط کی
یف پوچھنے کی اجازت دی گئی اس کے متعلق آگے اس ٹکڑے پر مع انه فی التعبیر
عنه اشارة الیٰ ما ستعرف من انه ینبغی ان لا یکون احد المتخاصمین
غایة ردائة لان هٰذه الاشیاء ظاهرة لا تکون مجهولة الا لمن کان اسؤ
حال غور کر کے ارشاد فرمایئے کہ کیا آپ علمی لیاقت کے اعتبار سے غایت ردائت اور
حال کے اوصاف کا اعتراف اپنے لیے کر رہے ہیں، اگر کر رہے ہیں تو آیئے اپنا
ت تک کا قرض ابھی چکا لیجیے۔

آپ سے آپ کے سوالات کی مبہمات توضیح محض آپ کی اس ضد پر طلب کی گئی
آپ ایسی معلوم باتوں کو پوچھ کر وقت ضائع کر رہے تھے جو عوام تک کو معلوم ہیں یہ کھلی
بات ہے کہ جب تک آپ کا سوال متعین اور واضح نہ ہو جائے آپ جواب طلب
نے کا حق نہیں رکھتے، لیکن آپ کی بیجا ضد پر آپ کا جواب حاضر ہے، البتہ اجزائے
ل کی توضیح آپ پر قیامت کے لیے قرض رہے گی۔

ہماری تینوں تحریر پڑھ کر بھی آپ کو شرک کی جامع و مانع تعریف نہ سمجھ میں آئی تو یہ پوری رامائن پڑھ کر سیتا کے مرد اور عورت ہونے کا پتہ نہ چلنے سے کم نہیں۔

مولوی اسماعیل کا درمیان میں لانا خلاف شرط ہے، جس کا آپ مسلسل ارتکاب کرر ہے ہیں، آپ اپنی اس حرکت سے باز آجایئے۔

آپ نے مشرک کے احکامات پوچھے تھے اس وقت احکام بتانا قبل از وقت تھا اب آپ کا مشرک ہونا ثابت ہوگیا، اب اس کے احکام غور سے سنئے، مشرک شرک پر مرجائے تو اس کی بخشش نہ ہوگی، مشرک کے برتنو میں کھانا کھانے کی مجبوری ہوتو صفائی کی ضرورت ہے، یہ دو احکام بتلا دیے گئے ہیں، اگر ضرورت ہو تو پھر دوسرے احکام بتلا دیے جائیں گے۔

(۵) نہایت تعظیم کی حد دل سے شروع ہوتی ہے، کسی میں فوق الفطری قوت و اختیار ماننا نہایت تعظیم ہے جو ہماری پچھلی تحریروں سے واضح ہے اور اس سے تعظیم و عبادت کا فرق بھی واضح ہے۔

(۶) جی نہیں۔

(۷) سجدہ کی لغوی تعریف وضع الجبهة علی الارض ہے اور شرعاً اعضائے سبعہ کا زمین پر رکھنا، کسی کو لغوی سجدہ کی بھی اجازت نہیں۔

(۸) کسی زمانہ میں کوئی شرک جائز نہیں۔

(۹) یہ بھی مجادلہ ہے

(۱۰) ہمارے بیان سے وسیلہ کی حقیقت کھل چکی ہے۔

(۱۱) یہ بتا دیا گیا کہ انبیا کی قبر اور بتوں کی پوجا کا ایک ہی حکم ہے، ہاں اب یہ بتایئے کہ حضرت عیسیٰ کے پھونکنے سے مٹی کا ڈھانچہ اللہ کی قدرت سے چڑیا بنا، یا حضرت عیسیٰ کی، آپ نے اس کی کوئی دلیل نہیں دی۔

جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مشرکین غیر اللہ میں تصور عطائی مانتے تھے اور ان کے

ید ے کی تردید میں قرآن کی آیات اتریں تو تصرف عطائی کی نفی کیوں نہیں ہوتی۔

اَخۡلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيۡـَٔةِ الطَّيۡرِ (پ۳، سورۃ آل عمران: ۴۹)

معنی متفق علیہ ہیں کہ مٹی کا ڈھانچہ یا مورت بنایا، دیکھیے احمد رضا خاں کا ترجمہ آپ نے اس سے گریز کیوں کیا، اگر یہ کہا جائے کہ آپ لمبے ہوگئے تو کیا اس سے یہ ثابت تا ہے کہ لمبا ہونا آپ کے اختیار میں ہے، بالکل اسی طرح معجزات کی نسبت پیغمبروں طرف کی گئی ہے ورنہ خود قرآن قرآن سے ٹکرا جائے گا، یعنی جس عقیدہ پر مشرکین کو شرک کہا اسی عقیدہ کی تعلیم ہو جائے گی، کیا آپ ایسے ٹکراؤ کے قائل ہیں۔

اسی سے آپ کی سند منع میں پیش کی ہوئی ساری آیات کا جواب ہو جاتا ہے۔

اگر بندوں کے افعال کے خالق ہونے کا مطلب وہی ہے جو معجزات میں نسبت ا ہے تو آپ بندوں کی چوری اور زنا وغیرہ افعال کے سلسلے میں کیا فرماتے ہیں، یہ خوب پ نے قرآن کی تشریح کی، کہ اللہ ہی کو ساری برائیوں کا مجرم قرار دیا۔

آپ نے ردالمحتار کی جس عبارت کے سلسلے میں اپنی زور بیانی صرف کرنے کی کوشش کی ہے اس میں خود آپ نے بدترین خیانت کی ہے اور غلط تاثر دینے کی کوشش کی ہے، ہم نے مخلوق کے لیے نذر ماننے کا حکم نقل کیا تھا، خدا کے لیے نذر ماننے کا حکم نقل ہیں کیا تھا۔ اس میں خیانت کیا ہوئی۔

اس کے بعد یہ بتائیے کہ آپ نے جس عبارت کو پیش کیا ہے اس میں صاف کہا گیا ہے یا نہیں کہ نذر اللہ کے لیے ہو اور فقیروں پر خرچ کرنا مقصود ہو تو نذر درست ہے، پھر آپ کی پیش کردہ عبارت سے قبروں پر نذر چڑھانا جائز ثابت ہوا یا شرک، اب بتائیے کہ بدترین مغالطہ کس نے دیا ہے۔

یہ پہلے ہی صاف کر دیا گیا ہے کہ دعوت حق دینا انبیا کا کام تھا، جو فطری اختیار کے دائرے میں آتا ہے، آپ کی پیش کردہ کسی بھی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ دل میں ہدایت کا اتار دینا بھی انبیا کے اختیار میں تھا اگر ہے تو ثابت کیجیے۔

دعا مانگنے کے سلسلے میں جواباً عرض ہے کہ کیا آپ کے سامنے اور آپ کے اختیار میں ایک گلاس پانی ہے تو آپ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! مجھے یہ پانی دے دے۔

یہ آپ نے کہاں طے کرلیا کہ پوری تیز رفتاری سے اڑنا جنوں کے فطری اختیار سے بالاتر ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ (پ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل: ۶۵) کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اللہ کے خاص بندوں کو گمراہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ورنہ آپ ہی بتائیے کہ حضرت ایوب کے معاملہ کی توجیہہ کیا ہے۔

آپ کے بقیہ سوالات کا جواب ہماری پچھلی تحریروں میں آچکا ہے آپ انھیں بغور پڑھ لیجیے۔

صفی الرحمٰن الاعظمی

۲۴/اکتوبر ۱۹۷۸ء

حکیم ابوالحسن عبیداللہ

تحریر نمبر (۵)

ـ اہلسنت وجماعت:۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

حمد للّٰہ العزیز المجید الامجد العلی الاعلی والصلوٰۃ والسلام علیٰ
احمد رضا سیدنا محمد المصطفےٰ وعلیٰ آلہ سفینۃ النجاہ وصحبہ
النجوم الھداۃ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق انت خیر الفاتحین

اما بعد

آپ نے اپنی تحریر پر رامائن کی پھبتی کسی بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ نے اپنی
ثیت عرفی ہم پر اور سامعین پر واضح کردی۔

آپ نے بے موقع سیتا اور رامائن کی مثل پیش کر کے بحث کا ایک نیا دروازہ
ھول دیا ہے، اب اگر اس پر گفتگو شروع ہوئی تو کیا اس میں ایک قوم کی دل آزاری کا
وال نہیں اٹھے گا اور شرائط مناظرہ کی خلاف ورزی کا فتح باب نہ ہوگا؟ اور پھر آخر میں
ں کی ساری ذمہ داری آپ ہی پر عائد نہ ہوگی؟ لہٰذا آئندہ خیال رہے کہ اس قسم کے
ثال سے آپ پرہیز برتیں گے۔

الحمد للہ! آپ نے ہمارے مطالبہ کی قوت اور شوکت سے دب کر ہزار انکار کے
د سہی بعض سوالات کی تشریح کردی، چلیے دیر سہی، راہ پر آئے تو، صبح کا بھولا شام کو گھر
ئے تو بھولا نہیں کہتے ہیں اس وقت ہمیں ایک شعر یاد آرہا ہے۔

لائے اس بت کو التجا کر کے   کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

آپ نے ہم کو جاہل اسوٴالحال بنایا چلیے ہم نے معاف کیا، مثل مشہور ہے ''بازار کی گالی ہنس کرٹالی'' حافظ شیراز کے الفاظ میں ۔

بدم گفتی و خرسندم نیکو گفتی ہداک اللہ　　جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

آپ نے اپنی پانچویں تحریر میں بڑی تعلّی کی ہے کہ ہم نے وسیلۂ مروجہ کو شرک ثابت کردیا، ضرورت اس بات کی ہے کہ پیچھے پلٹ کر اپنی زخمی دلیلوں کا حال دیکھ لیں۔

آپ نے اپنی تحریر اول میں جو غالباً مہینوں کی محنت کا ثمرہ ہے کئی گروپ کی آیتیں پیش کی ہیں، جس میں پہلے اس مضمون کی آیتیں تھیں کہ مشرکین عرب اللہ کو خالق، رزاق، بارش اتارنے والا، سمیع و بصیر مانتے تھے، آسمان وزمین کا مالک اور مدبر بھی تسلیم کرتے تھے۔

دوسری نوع کی آیتوں اور آثار سے آپ نے ثابت کیا ہے کہ مشرکین عرب جن لوگوں کی پوجا کرتے تھے وہ اللہ کے نیک بندے تھے، ہم نے ان آیتوں پر آپ سے سوال کیا تھا کہ ان آیتوں سے شرک کا ثبوت کس طرح ہوتا ہے، اور نہیں ہوتا تو آپ نے انھیں بے کار ہی تحریر کیا، اس کے بعد سے آپ کی دو تحریریں آئیں مگر آپ نے ایک میں بھی اس کے بارے میں کچھ ذکر نہیں کیا اور ایسا خاموش ہوئے کہ ہمیں شعر پڑھنا پڑا ۔

کیوں نہیں بولتے صبح کے طیور　　کیا شفق نے کھلا دیا سندور

اس کا مطلب یہی ہے کہ ہمارا اعتراض تسلیم اور آپ کی وہ ساری دلیل بے محل، اس کے بعد آپ نے یہ عنوان اٹھایا تھا کہ مشرکین عرب بتوں کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے تھے، اس سلسلہ میں آپ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا احد والا قول نقل کیا تھا **لنا العزی ولا عزی لکم** ہم کو آپ کے مستزاد سے غرض نہیں، مگر آپ کو آپ کے دھرم و دیانت کا واسطہ آپ بتائیے کہ اس جملہ کے کس لفظ کا مطلب بقول آپ کے مافوق الفطری ہے، اس مافوق الفطری کا سمجھنا آپ ہی کی فطرت ہے، ظاہر ہے کہ یہ ہم پر حجت نہیں، آپ عربی لغت و گرامر کی کسی کتاب سے دکھادیں کہ **لنا العزی ولا عزی**

کم کے معنی مافوق الفطرۃ ہے، تو سو روپے انعام حاضر کردوں گا۔

دوسری آیت سورۂ ہود کی پیش کی تھی اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرَاکَ بَعْضُ آلِهَتِنَا
سُوْءٍ (پ ۱۲، سورۃ الھود: ۵۴) ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی خدا کی تم پر
ی جھپٹ پڑی، یہ بات ہرگز اس امر کو مستلزم نہیں کہ وہ بتوں کے مافوق الفطرۃ ہونے
کے قائل ہوں، کیونکہ یہ مطلب بھی تو ہوسکتا ہے کہ ان کی بددعا لگی اور ظاہر ہے کہ بددعا
کرنا مافوق الفطرۃ نہیں اور جیسا کہ آپ نے اپنی تحریر نمبر۴ میں اقرار کیا ہے کہ انسانوں
ور جنوں کی فطری قوتیں مختلف ہیں، تو انسان کو پاگل بنانا تو شیطان کی فطری طاقت ہے
لَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (پ ۳، سورۃ البقرۃ: ۲۷۵) ممکن ہے
شرکین کا ارادہ اسی کا ہو، اس لیے یہاں بھی مافوق الفطری کی داستان ادھوری ہی
رہی، جسے صرف آپ بیان کررہے ہیں، دلائل سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، اسی لیے ہم
نے تحریر نمبر۳ میں آپ کو للکارا ہے، بقول آپ کے مشرکین کا یہ عقیدہ کہ ان کے
معبودوں کو مافوق الفطری قوت واختیار ہے، آپ کی ذکر کردہ آیات واحادیث میں
سے کس سے ثابت ہے، نشاندہی کیجیے اور نصوص کی دلالت اربعہ میں سے کس دلالت
سے ثابت ہے، بالفرض اگر ان کا یہ عقیدہ ہو تو کس آیت یا حدیث میں ہے کہ ان کا یہ
عقیدہ شرک ہے، نیز مافوق الفطری قوت کس کو کہتے ہیں اس کی وضاحت کریں، مگر آپ
تو کچھ علمی الفاظ سن کر اتنا سہم گئے کہ بالکل آنکھ بند کرلی، کیا صرف اتنا کہہ دینے سے
کہ صفحہ ۱، ۵ دیکھیے، ثبوت فراہم ہوگیا۔

مولانا! یہ مافوق الفطری صرف آپ کا خانہ زاد ہے جس کا قرآن وحدیث میں
کہیں پتہ نہیں، اس لیے یہ سوال خود ہی سر اٹھائے ہوئے کھڑا ہے کہ آپ کسی نص سے
ثابت کریں کہ مشرکین کا عقیدہ بتوں کے حق میں مافوق الفطرۃ کا تھا اور یہ عقیدہ رکھنا کفر
وشرک ہے۔ (ودونہ خرط القتاد)

اس کے بعد آپ نے ۲۴ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کی صبح کو مکمل اٹھارہ گھنٹوں کی مہلت

کے بعد زور باندھا، مگر ایسا زور میں آئے کہ حد دین ودیانت سے آگے نکل گئے، اور کچھ آیتیں لکھ کر یہاں تک کہہ گزرے کہ انبیائے کرام اپنی فطری طاقتوں میں بھی لچوں، لفنگوں اور شیطان سے بھی کم تھے۔ **العیاذ باللہ تعالیٰ۔**

اس پر ہم نے آیات سے انبیا علیہم السلام اور محبوبان خدا کی باشوکت طاقتوں کا نظارہ پیش کیا، ہم نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اور ان کے لیے فرمایا گیا، خلق کرتے ہیں، مٹی کی مورت اور اس میں پھونک دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے پرندہ ہو جاتا ہے، مادر زاد اندھوں کو اچھا کرتا ہوں، کوڑھیوں کو اچھا کرتا ہوں اور مردے زندہ کرتا ہوں۔

ہم نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْراً** (پ ۳۰، سورۃ النّٰزعات: ۵) پھر وہ جو کام کی تدبیر کرنے والے ہیں، یہ تدبیر کرنے والوں کی جماعت کیا، مدبر ہونے میں اللہ کی شریک ہے اور نہیں ہے، تو عطائی مافوق الفطری قوتیں ماننا کس طرح وجہ شرک ہے، اور کیا اللہ تعالیٰ انھیں مدبر بنا کر مشرک نہ ہوا؟۔

ہم نے بتایا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے پیراہن سے اپنے والد کی آنکھیں ہزاروں میل دور سے اچھی کی۔

ہم نے بتایا کہ ایک ایسے صاحب نے جن کے پاس کتاب کا علم تھا ملکہ سبا کا تخت لا دیا۔

ہم نے بتایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈنڈا مار کر پانی نکالا اور عصا مار کر دریا میں راہ پیدا کی، ان سب میں آپ کو اللہ کا تعلق ڈائرکٹ ملا اور آپ نے اسے غیر اختیاری فعل قرار دیا، اسی لیے تو آپ نے لمبا ہونے کی مثال دی کہ جس طرح انسان کا لمبا ہونا، موٹا ہونا، خوبصورت وبدصورت ہونا غیر اختیاری چیز ہے بقول آپ کے ایسے ہی معجزات وکرامات بھی اولیا کے لیے غیر اختیاری چیزیں ہیں،

ہم نے کہا تھا کہ قرآن کریم میں معجزات کی نسبت انبیا کی طرف انھیں الفاظ سے کی گئی

ہے جواختیاری کام ہوتے ہیں مثلاً تخلق تو پیدا کرتا ہے تخرج الموتیٰ باذنی اذن
الٰہی سے تو مردوں کو زندہ کرتا ہے۔
ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ معجزات ہی کیا بندوں کے تمام افعال کا خالق ڈائرکٹ
ہی اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اخیر میں آپ نے ایک مسلمہ عقیدہ کا انکار کر کے اپنے معتزلی
ہونے کا ثبوت دیا۔ اب آیئے کسی قدر آپ کی ضیافت بھی کرتا چلوں۔
(۱) موٹا اور لمبا ہونا فعل اختیاری نہیں، لیکن پیدا کرنا، زندہ کرنا، تندرست کرنا
وغیرہ اختیاری کام ہیں، ان میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے،
ایسا قیاس آپ جیسے ادعائی اہل حدیث کو مبارک ہو۔
(۲) ان کاموں کا اذن الٰہی سے ہونا سند منع میں ہماری پیش کردہ چند آیتوں
میں مذکور ہے، اس سے آپ کو مغالطہ ہوا کہ یہ اعجاز اذن الٰہی سے ہے تو ان معجزات میں
انبیا علیہم السلام کے اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوا، اگر یہی انداز فکر ہے تو مجھے بتایئے کہ آج
تک کسی کا کوئی کام بھی بے اذن الٰہی ہوا ہے؟۔
(۳) آپ پوچھتے ہیں کہ مٹی کا ڈھانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدرت سے
چڑیا بنا، یا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے؟ آپ نے اس کی کوئی دلیل نہیں دی۔ میں کہتا ہوں۔

اولا: منع پر سوال کرنا اصول مناظرہ کے خلاف ہے۔

ثانیا: سند منع پر دلیل کا مطالبہ کرنا قواعد مناظرہ سے روگردانی ہے۔

ثالثا: سند منع ٹوٹنے سے منع باطل نہیں ہوتی ہے۔

رابعا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بنائی مورت کے چڑیا ہوجانے میں اگر خدا کی قدرت ذاتی شامل ہو تو اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدرت عطائی کی نفی نہیں ہوتی۔

خامسا: انسان کے فطری اختیار سے ہونے والے کاموں میں غالباً آپ خدا کی قدرت کا دخل نہیں مانتے، ورنہ اتنی رکیک بات نہ کرتے، اگر ایسا ہے تو آپ

خود اپنے قول سے مشرک ہیں، پہلے توبہ کرلیجیے پھر میدان مناظرہ میں آیئے۔

سادسا: احی الموتیٰ باذن اللہ میں زندگی دینے کی نسبت پر غور کیجیے، تو سند منع کی قوت خود ہی سمجھ میں آجائے گی۔

الغرض آپ کی ان لاطائل باتوں سے انبیا واولیا کے اختیار واقتدار کا آفتاب دھندلا نہیں ہوسکتا چمکتا ہی رہے گا، غبار ڈالنے والے خود ذلیل وخوار ہوں گے۔

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

پھر عرض ہے کہ آپ نے ہماری پیش کردہ آیتوں میں سے فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْراً (پ۳۰، سورۃ النزعات:۵) پر کچھ نہ کہا گویا یہ آپ کو تسلیم ہے کہ فرشتوں کو مافوق الفطرۃ اختیار ملا جس کا قرآن گواہ ہے تو کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ اختیار دے کر شرک کیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم دے کر شرک پھیلایا اور سب مسلمان اس کو مان کر مشرک ہوئے اور آپ بھی خاموش رہ کر مشرکین کے زمرے میں شامل ہوگئے۔

مولانا دیکھیے! آپ کا شرک متعدی بیماری کی طرح کہاں کہاں پھیل رہا ہے، اور آپ کے قلم کی جولانیاں کیا کیا گل کھلا رہی ہیں کہ خدا اور رسول بھی محفوظ نہ رہے۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

آپ نے تحریر نمبر ۵ میں یہ لکھا کہ نہایت تعظیم کی حد دل سے شروع ہوتی ہے اور بتایا کہ اسی کو عبادت کہتے ہیں، پورا سوال یہ تھا کہ "قرآن وحدیث سے ان کے معانی بیان کیجیے" آپ نے جو معنی شرک، عبادت، غایت تعظیم، وسیلہ کے بیان کیے ہیں ان کو قرآن کی آیات، یا احادیث صحیحہ مرفوعہ، یا حسان کے حوالہ سے بتایئے؟۔

مگر آپ نے ان الفاظ کے معانی کی تشریح میں نہ کوئی قرآن کی آیت پیش کی اور نہ کوئی حدیث۔

تو پھر یہ آپ کا خانہ زاد تراشا ہوا معنی ہوا، اگر احکام شرعیہ میں اس کی اجازت دے دی جائے کہ لوگ من مانا معنی پہنا کر حکم لگائیں تو امان اٹھ جائے مثلاً کوئی کہے "نماز حرام ہے" مراد یہ لے کہ عزت و حرمت والی ہے، تو شریعت کے احکام مجروح نہ ہوں گے؟۔

شرک، عبادت، غایت تعظیم، وسیلہ کے جو معانی آپ نے بیان کیے ان کی تائید میں چونکہ آپ نے کوئی آیت، کوئی حدیث نہیں بیان کی جس سے ظاہر ہوگیا کہ آپ لوگوں کے عمل بالحدیث کے دعویٰ کی کیا حقیقت ہے، جب اپنی من مانی بات کرنے کے لیے اپنی گڑھی ہوئی بات ہی کو دلیل بنانا عمل بالحدیث ہے تو اتباع نفس کیا چیز ہے، اسے کون بتائے؟۔

آپ نے عبادت کی تعریف گڑھی بھی مگر کام نہیں چلا، آپ نے مافوق الفطرۃ طاقت مان کر کسی کو پکارنے کو عبادت ٹھہرایا، تو معلوم ہوا کہ صرف پکارنا شرک نہیں، مافوق الفطرت قوت والا مان کر پکارنا شرک ہے۔

اب آپ سنئے! کہ معجزہ اسی کو کہتے ہیں کہ جو "خرق عادت اظہار نبوت کے بعد نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو" بولیے! خرق عادت فعل کا ظاہر کرنا مافوق الفطرۃ ہے یا نہیں؟ اگر نہیں، تو خرق عادت کے معنی بتایئے؟ نیز یہ بتایئے کہ بندے جو عام افعال کرتے ہیں ان کا ڈائرکٹ تعلق اللہ سے ہے یا نہیں؟ اگر ہے، تو بندوں کو ان کے افعال کی جزا و سزا کا کس بنا پر مستحق قرار دیا گیا؟۔

نیز اس قول پر بندوں کا مجبور محض ہونا لازم آئے گا، اور اگر آپ کہیں چونکہ وہ کسب کرتے ہیں اس لیے جزا و سزا کے مستحق ہیں تو جو خوارق عادت انبیا و اولیا سے ظاہر ہوتے ہیں، انکے کسب سے ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو وجہ بتائیے؟ اور اگر ہے تو کیا کوئی بندہ فعل پر قدرت کے بغیر ان کا کسب کر سکتا ہے؟۔

اگر کسب فعل قدرت علی الفعل کو لازم ہے اور انبیا و اولیا خوارق عادات کا کسب

کرتے ہیں یعنی خوارق ان کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے ہیں تو وہ بھی ان پر قادر ہوئے تو ثابت ہو گیا کہ انبیائے کرام مافوق الفطرۃ فعل پر قادر ہیں۔

اس کا دوسرا معنی یہ ہوا کہ ان کو مافوق الفطرۃ قوت ہے، اور آپ اسی کو شرک کہہ چلے ہیں، اب بتایئے کہ آپ خود کیا ہوئے؟۔

آپ نے ہم پر یہ الزام لگایا ہے کہ ہم نے مشرکین کے عقائد کے سلسلے میں آپ کو یہ سمجھایا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کو ان تمام صفات سے متصف مانتے تھے جن سے آپ مانتے ہیں، لیکن وہ بھی فرشتوں، نبیوں، ولیوں اور بزرگوں وغیرہ میں مافوق الفطرۃ قوت تسلیم کر کے ان کی نذر و نیاز وغیرہ کیا کرتے تھے، جس طرح آپ کرتے ہیں، اس لیے ان مشرکین میں اور آپ میں کیا فرق ہے؟۔

آپ نے پہلے تو مشرکین کی حمایت بیجا کی کہ یہ لکھ دیا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کو تمام صفات سے متصف مانتے تھے، جن سے آپ مانتے ہیں، آپ کو خبر نہیں ہم اللہ عزوجل کو وحدہ لاشریک لہ مانتے ہیں اور وہ غیر اللہ کو اللہ کی عبادت میں شریک جانتے تھے، پھر آپ کا یہ کہنا کہ ان تمام صفات سے متصف مانتے تھے، جن سے آپ مانتے ہیں، یہ آپ کا کذب بحث نہیں، اور مکابرہ نہیں تو اور کیا ہے؟۔

نیز مشرکین ان کی نذر وہی مانتے تھے جو معنی شرعی ہے اور حرام ہے، اور ہم جو نذر و منت بولتے ہیں وہ بمعنی لغوی و عرفی ہے جس کی تصریح ابھی پیش کروں گا، پہلے آپ کو ہم یہ باور کرا دیں کہ ان کا شرک صرف پکارنا اور مدد مانگنا نہ تھا، بلکہ عبادت تھا، چنانچہ وہ تمام آیتیں جن میں یدعون یا الدعاء مشتقات و افعال کی اسناد کفار کی طرف ہے، جس کا تعلق ان کے معبودان باطل سے ہے، ان سب میں دعا سے مراد عبادت ہے، اور یہی مطلب ہے آپ کی پیش کردہ حدیث ابوداؤد، ترمذی اَلدُّعَاءُ هُوَ العِبَادَةُ کا، اسی بنا پر مفسرین اس قسم کی تمام جگہوں پر اس کی تفسیر میں عبادت کہتے ہیں مثلاً وَمَا دُعَاءُ اَیْ عِبَادَۃُ الْكَافِرِيْنَ، لہٰذا جن آیات میں يَدْعُوْنَ اور دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ وغیرہ وارد ہیں

ں میں دعا عبادت کے معنی میں ہے اور عبادت غیر اللہ کی ضرور شرک ہے، خواہ اپنے اس
د ساختہ معبود میں استحقاق عبادت کی قابلیت ذاتی وصف کی بنا پر مانیں، خواہ عطائی، بلکہ
ن اوصاف سے خالی ہی مان کر ہو تب بھی شرک ہے۔

اور عبادت کے ساتھ اس کو پکارتا ہو یا نہ پکارتا ہو، مرادیں مانگتا ہو یا نہ مانگتا ہو،
فوق الفطرۃ کا تصور ہو یا نہ ہو، بہر حال شرک ہے، لیکن اگر کسی کو معبود مانے بغیر پکارے یا
ں سے مدد مانگے یا بمعنی لغوی نذر مانے یا ان کی نیاز دلائے تو یہ شرک نہیں۔

بتوں کو پکارنا، ان سے مدد مانگنا حرام ہوگا، شرک نہ ہوگا، اس لیے کہ آپ خود تحریر
بر ۵ میں مان چکے ہیں کہ "شرک کسی زمانہ میں بدلتا نہیں" اگر بلا عبادت صرف پکارنا
رک ہوتو بولیے، حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہوا ثُمَّ ادْعُهُنَّ
یَاْتِیْنَکَ سَعْیاً (پ ۳، سورۃ البقرۃ: ۲۶۰) تم ان چڑیوں کو بلاؤ، وہ دوڑتی ہوئی
تیرے پاس آئیں گی اور مسلمانوں کو حکم ہے وادعواھم لآبائھم اولاد کو ان کے باپوں
کی نسبت سے پکارو، اور فرمایا وَلَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ
بَعْضِکُمْ بَعْضاً (پ ۱۸، سورۃ النور آیت: ۶۳) رسول کو ایسے نہ پکارو جیسے تم میں
کا بعض، بعض کو پکارتا ہے، اگر بلا عبادت مطلقاً پکارنا شرک ہوتا تو یہاں کیا اللہ تعالیٰ
شرک کا حکم دے رہا ہے، اسی طرح بڑے کا پکارنا شرک نہیں، عبادت کرنا شرک ہے،
مشرکین ان غیر اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے اور ان سے مدد بھی مانگتے تھے، اس لیے وہ
مشرک تھے، چنانچہ ایک آیت میں یہ ہے وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَا یَضُرُّھُمْ
وَلَا یَنْفَعُھُمْ وَیَقُوْلُوْنَ ھٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ (پ ۱۱، سورۃ یونس: ۱۸)
اللہ کے سوا اس کو پوجتے ہیں جو انھیں نہ نفع پہنچا سکے اور نہ نقصان، اور کہتے ہیں یہ اللہ کے
حضور ہمارے سفارشی ہیں، حالانکہ آپ بھی اس سے اتفاق کریں گے کہ کسی کو محض پکارنا،
شفیع ماننا شرک نہیں، اس لیے کہ شفیع اللہ نہیں ہوسکتا، لہٰذا کسی کو شفیع و سفارشی ماننا شرک
نہیں، مگر ان کا شرک یہ تھا کہ وہ انھیں پوجتے تھے۔

اسی طرح غیر اللہ کو پکارنا شرک نہیں، ان کی عبادت شرک ہے، ان سے مراد مانگنی شرک نہیں، ان کی پرستش شرک ہے بمعنی لغوی ان کی نذر شرک نہیں، البتہ ان کی عبادت شرک ہے۔

اسی طرح ان کے سامنے اگربتی سلگانا، ان کے سامنے کھانا رکھنا، اس پر فاتحہ دینا، کھڑا ہونا، اگرچہ تعظیم کے ساتھ ہو شرک نہیں، ان کی عبادت ضرور شرک ہے خواہ یہ امور ان کے ساتھ کرے یا نہیں، یہ امور ناجائز ہو سکتے ہیں، مگر شرک نہیں ہو سکتے، ہر جگہ آپ مافوق الفطرۃ قوت کی پخ لگا کر عوام کو بہلانا ہی نہیں بہکانا چاہتے ہیں، بولیے اگر کسی کی مافوق الفطرۃ قوت نہ مانی جائے تو کیا اس کی عبادت شرک نہ ہوگی؟۔

مہربانم! یہ بحث اس لیے کرنا پڑی کہ آپ نے عبادت کی صحیح تعریف نہ کی، اگر آپ اس کو صحیح جانتے اور صحیح تعریف کرتے تو پھر ان آیتوں سے اپنے خودساختہ وسیلۂ مروجہ کو شرک نہ کہتے۔

آپ نے تحریر نمبر ۲ میں ہم سے کچھ سوالات کیے تھے اور اخیر تحریر میں بھی اس کا اعادہ کیا ہے، ہم نے تو دعویٰ کے اجزا کے معنی اور اس کے متعلق چند سوالات اس لیے کیے تھے کہ تنقیح دعویٰ ہو جائے اور یہ اصول مناظرہ کے رو سے ضروری ہے، اس کے جواب میں آپ نے الٹے سوالات کرنا شروع کر دیے، مدعا علیہ سے اس قسم کے سوالات مناظرہ میں ہٹ دھرمی ہے اور وقت برباد کرنے کی کوشش اور عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کی تدبیر ہے۔

موضوع میں آپ نے پہلے اسباب سے بالاتر روحانی قوت کی قید نہیں لگائی تھی، مگر شرائط مناظرہ طے کرنے کے وقت ان امور پر حکم لگانے کو کہا گیا تو چار گھنٹے کی بحث کے بعد آپ نے یہ قید لگا کر حکم لگایا، مگر آپ نے کسی وجہ سے بعد ہی میں سہی یہ قید لگائی تو اب بتائیے۔

اسباب سے بالاتر اور روحانی قوت دو چیزیں ہیں یا ایک، پھر وجہ بتائیے کہ آپ

ں تحریروں میں بجائے اسباب سے بالاتر اور روحانی قوت کے مافوق الفطرۃ کا لفظ
یوں بولے ہیں، مافوق الفطرۃ سے آپ کی مراد جسم کی فطرۃ سے مافوق مراد ہے یا روح
ں بھی فطرۃ سے بالاتر اور یہ بھی بتایئے کہ روحانی قوت روح کی فطرۃ سے بالاتر ہوگی یا
رح کی فطرۃ کے اندر، اندر۔

نیز یہ بھی بتایئے کہ اسباب سے مراد کیا ہے، یہ بھی بتایئے کہ ہم نے وسیلہ کے معنی
ی قرآن وحدیث سے پوچھے تھے۔

آپ نے قرآن یا حدیث سے اس کا کوئی معنی نقل نہیں کیا، لسان العرب کے
والہ سے چند معانی بیان کیے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو قرآن وحدیث میں
سیلہ کے کوئی معنی نہیں ملے، مجبوراً غیر قرآن وحدیث سے استعانت کی ایسی صورت میں
پ کو صاف صاف لکھنا لازم تھا کہ وسیلہ کا معنی قرآن وحدیث میں نہیں ہے یا ہمیں نہیں
، آپ اقرار کریں یا نہ کریں مگر ظاہر ہوگیا کہ کم از کم آپ کو قرآن وحدیث میں وسیلہ کا
عنی نہیں ملا، اس سے ظاہر ہوگیا کہ آپ لوگ بھی قیاس کرتے ہیں، غیر اللہ سے مدد بھی
نگتے ہیں اور مدد بھی لیتے ہیں، اب آپ یہ بتایئے کہ آپ نے وسیلہ کے تین معنی لکھے
یں المنزلة عند الملک، الدرجة، القربة، آپ کے موضوع میں وارد لفظ وسیلہ
روجہ میں وسیلہ سے ان تین معانی میں سے کون سا معنی مراد ہے۔

اور نیز یہ بتایئے! کہ آپ نے لسان العرب کے اس مقولہ سے توسل الی اللہ
کا یہ مطلب کیسے لکھا کہ عمل کے ذریعہ نزدیکی حاصل کی جائے، نیز یہ بھی بتایئے کہ یہ لکھنا
ے اللہ فلاں بزرگ کے وسیلہ سے ہماری دعا قبول فرما، یہ کہنا عمل ہے یا نہیں؟ اور لسان
لعرب کی تعبیر میں داخل ہے یا نہیں، نیز ظاہر ہے کہ لسان العرب کے مقابلے میں
حدیث اور صحابہ کا اعتقاد مقدم ہوگا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام کے
مجمع عام میں یہ دعا مانگی۔

نتوسل بعم نبينا فاسقنا (بخاری ص: ۱۳۷ جلد اول وغیرہ)

یہ وسیلہ بالعمل ہے یا بالانسان، اور یہ جائز ہے یا شرک؟ نیز حاکم نے مستدرک میں حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے **لقد علم المحفوظون من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان ابن ام عبد من اقربھم الی اللہ وسیلۃ** پاکیزہ خصلت صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، حضرت عبداللہ بن مسعود کو خدا کے نزدیک اپنا سب سے قریبی وسیلہ جانتے (مستدرک جلد دوم ص ۳۱۲) یہ وسیلۂ مروجہ ہے یا نہیں اور یہ شرک ہے یا نہیں؟ یہ وسیلہ بالعمل ہے یا بالانسان؟۔

جب لفظ کے کئی معنی ہوں تو اگر کہیں کچھ مراد ہو کہیں کچھ اور، تو اس میں کیا خرابی ہے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ اگر کسی مشترک لفظ کے کوئی معنی کسی جگہ مراد لیے گئے تو سب جگہ وہی مراد لیں، اس بنا پر اگر ہم نے آیہ کریمہ **وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ** (پ ۶، سورۃ المائدۃ: ۳۵) میں وسیلہ کا معنی کچھ اور لیا اور اذان میں وسیلہ سے مراد وہ درجۂ مخصوصہ لیا جو حضور کے لیے قیامت کے دن ہوگا تو کیا خرابی ہے۔

آپ کو یہ بھی خیال نہ رہا کہ اگر آپ کا یہ استدلال آپ کا کوئی شاگرد دیکھ لے اور یوں کہے کہ **اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ** میں صلوٰۃ کے معنی درود پڑھنا ہے، اور دلیل یہ دے کہ آیۂ کریمہ **یصلون علی النبی** میں صلوٰۃ سے درود ہی مراد ہے، کیونکہ یہ کتنی بڑی گستاخی ہوگی شان الوہیت میں کہ **اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ** میں صلوٰۃ سے مراد نماز ہے تو **یصلون علی النبی** میں بھی مراد نماز ہی ہے، تو آپ اپنے اس شاگرد کو کیا الزام دیں گے۔

آپ نے درمختار اور ردالمحتار کی عبارتوں کی طرح پھر **لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ** پڑھ کر **وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى** کو چھوڑنے والی بات کہی۔

درمختار اور ردالمحتار کی عبارتوں میں آپ کی کاٹ چھانٹ بالکل ظاہر ہے، خیانت کرنے والے کو خائن کہنا ایسا ہی ہے جیسے چور پکڑنے والے کو چور خود ہی "چور" کہنے لگتا ہے، درمختار کی عبارت میں **باطل حرام** کی قید **مالم یقصدوا** ہے، جملہ مقید قید

تام ہوتا ہے، ادھورا جملہ نقل کرنا کہ مقید مذکور قید غائب یہ ضرور خیانت ہے اور آپ
یہی کیا ہے تو آپ ضرور خائن ہوئے۔

یوں ہی جملہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ دونوں سے مل کر پورا ہوتا ہے، ردالمحتار کی عبارت
آپ نے مستثنیٰ منہ کو ذکر کیا مگر مستثنیٰ غائب تھا، اس لیے اسے خیانت کہا جائے اور
یہ خیانت ہے، مثلاً اگر آپ کبھی غصہ میں اپنی زوجہ کو یہ کہہ دیں تجھے طلاق ہے اگر گھر
نکلی، پھر کوئی آپ کی جماعت کے کسی مولانا سے یوں جا کر کہے کہ مولانا صفی الرحمٰن
اپنی بیوی کو یہ کہہ دیا ہے ''تجھے طلاق ہے'' یقیناً وہ مولانا یہی فتویٰ دیں گے کہ طلاق
ع ہوگئی، تو بولیے کہ یہ سائل کی خیانت ہوگی یا نہیں؟ آپ اسے خائن کہیں گے یا نہیں؟
آپ نے کیا ہے، آپ اسے خیانت کہنے پر خفا ہوئے ہیں تو آپ لغزش کہہ لیجیے،
تار اور ردالمحتار کی عبارتوں میں آپ نے ایک اور کمال دکھایا ہے، ان عبارتوں میں
طن حرام لا یجوز ہے، آپ کا دعویٰ شرک ہونے کا ہے حرام و ناجائز ہونے سے
ک ہونا کیسے لازم آیا، نیز درالمختار کی عبارت میں یہ بھی ہے ان ظن ان المیت
صرف فی الامور دون اللہ اعتقادہ ذالک کفر اگر یہ گمان کرے کہ میت ہی
موں میں تصرف کرتی ہے نہ کہ اللہ، اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔

اس میں جسے کفر کہا گیا وہ یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تصرف نہیں کرتا، میت تصرف کرتی
ہے یہ کفر ہے اس لیے کہ اس نے اللہ کے تصرف سے انکار کیا، لیکن اگر یہ اعتقاد ہو کہ اللہ کا
رف حقیقی ذاتی ہے اور میت اس کی عطا سے متصرف ہے تو اس میں حرج نہیں کیونکہ
بارات کتب میں مفہوم مخالف معتبر ہے اور آپ کا دعویٰ ہے کہ بہر صورت شرک ہے،
بت کے لیے خواہ عطائی مانیں خواہ ذاتی قوت اللہ کے لیے تقرب مانیں یا نہ مانیں،
المحتار کی عبارت کے خلاف ہے، اس لیے آپ کا اس عبارت کو اپنے مدعا کی دلیل بنا کر
ش کرنا مکابرہ ہے، مغالطہ ہے، بلکہ یہ دلیل الٹے آپ پر حجت ہے۔

پھر واپس آیئے اور دوبارہ اپنی خبر لیجیے! آپ نے تحریر نمبر ۲ میں شرک کی جو

تعریف کی ہے وہ یہ ہے ''کسی کو فوق الفطری قوت واختیار کا مالک سمجھ کر اس کے تقرب کے لیے کوئی عمل کرنا شرک ہے'' اس میں ''کسی کو'' لفظ عام ہے، یہ اپنے عموم کے اعتبار سے اللہ عز وجل کو بھی شامل، کیا اللہ عز وجل کو بھی فوق الفطری قوت واختیار کا مالک سمجھ کر اس کے تقرب کے لیے کوئی عمل کرنا شرک ہے، اس عموم کی وجہ سے شرک آپ پر بھی لازم آیا۔

ایک یہ کہ اللہ کے اوپر بھی کوئی آپ کا خدا ہے جو اللہ عز وجل کا شریک ہوا اور پھر وہ بھی اس عموم میں داخل، پھر تو دور یا تسلسل بھی لازم آئے گا، اور وہ دونوں محال ہیں، اور وہ تو باطل۔ دوسرا شرک یہ کہ اللہ عز وجل کو فوق الفطری قوت واختیار کا مالک سمجھ کر اس کے تقرب کے لیے کوئی عمل کرنا شرک، تو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور آپ کے مدرسہ سلفیہ کا قیام، درس وتدریس سب شرک ہے اور شرک کا مرتکب مشرک اور لا یغفر ان یشرک بہ میں داخل۔

بولیے! اب آپ نے اپنی من گھڑت تعریف سے ساری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک بناڈالا یانہیں؟۔

آپ نے شرک کی پہلی تعریف یہ کی ہے ''اللہ عز وجل کی ذات میں یا صفات میں یا عبادت میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے''۔

سنئے! اللہ عز وجل رؤف ورحیم ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں وبالمومنین رؤف رحیم فرمایا، یہ شرک ہے یانہیں؟۔

اللہ عز وجل حفیظ وعلیم ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں اِنِّی حَفِیُظٌ عَلِیُمٌ (سورۃ یوسف آیت: ۵۵) یہ صفات میں شریک کرنا ہے یانہیں؟۔

اللہ عز وجل فرماتا ہے اِنَّا خَلَقُنَا الاِنُسَانَ مِنُ نُّطُفَةٍ اَمُشَاجٍ نَبُتَلِیُهِ فَجَعَلُنَاهُ سَمِیُعاً بَصِیُراً (پ ۲۹، سورۃ الدھر آیت: ۲) اور اللہ عز وجل بھی سمیع و بصیر ہے یہ صفات میں شریک کرنا ہوا کہ نہیں؟۔

اللہ عزوجل بھی ''حی'' ہے اور سارے جاندار بھی ''حی'' ہیں، یہ شرک ہے یا
ں؟ واضح ہو کہ فوق الفطری والی تعریف دو طرح سے ساقط ہو چکی ہے، اس لیے اس کا
مفید نہ ہوگا، ایک تو وہی کہ پرچہ نمبر۳ میں ہم نے آیات سے ثابت کیا ہے کہ غیر اللہ
ی مافوق الفطری قوت حاصل ہے، اور دوسرے ابھی جو دور و تسلسل اور دو شرک کا اس
م ثابت کیا ہے، اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔

(۱) مافوق الفطری اور اس کی تعریف کی اتیج آپ نے ایسی نکالی جس نے آپ
کر دنہایت خوفناک بھنور ڈال دیے ہیں، آپ نے مافوق الفطرۃ اور فطری امور میں یہ
ں بتایا کہ مخلوق کی فطری قوت اسی کے مناسب ہوگی اور اس سے زیادہ اس کے لیے
ق الفطرۃ ہے، آپ کی تحریر نمبر۲ مورخہ ۲۱ر ذی قعدہ ص۲۔ پھر آپ یہ بھی اقرار کرتے
ا کہ تیز رفتاری سے اڑ کر جنوں کا تخت بلقیس لانا ان کی فطری قوت کے موافق ہے،
پ کی تحریر نمبر۳ مورخہ ۲۱ر ذی قعدہ ص۴۔

اور قرآن مجید کی یہ تصریح ہے الذی عندہ علم من الکتاب نے اس سے
ر وہ تخت لادیا جو بالاتفاق ایک آدمی تھے نام میں اختلاف ہوسکتا ہے، تو بتایئے کہ اس
ر خدا کے پاس مافوق الفطری طاقت ہوئی کہ نہیں، اور اسے مان کر آپ خود مشرک
ئے کہ نہیں۔

جناب یہ مسلمانوں کو مشرک کہنے کا وبال ہے جو قہر خدا بن کر آپ پر نازل
ر ہا ہے۔

ھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(۲) آپ تیز رفتاری کو جنوں کی فطرت اور آدمی کی فطرت کے خلاف تسلیم
رتے ہیں، اس لیے آپ کے اقرار کے موافق جو شخص جنوں میں یہ طاقت تسلیم
رے، مشرک نہیں، اگر یہی طاقت انسان میں مان لے تو مشرک، کہ یہ اس کے لیے
یک مافوق الفطرۃ قوت ہے، جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ وہی قوت اگر جن میں مانیں تو

مشرک نہیں اور انسان میں مانیں تو شرک ہے، یعنی ایک ہی چیز کہیں شرک اور کہیں نہیں، جب کہ آپ نے اپنی آخری تحریر میں یہ اقرار کیا ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی شرک جائز نہیں، پھر یہ کیسا شرک ہے کہ جنوں کے ساتھ کرو تو جائز اور آدمی کے ساتھ وہی اعتقاد رکھو تو ناجائز۔

جناب آپ کے شرک کے اس دلدل نے آپ کو الٹا کیسا پھانس رکھا ہے کہ ساری دنیا کو مشرک بناتے بناتے آپ خود ہی اس پھندے میں آ گئے۔

یہ کیسا امتحاں جذب دل الٹا نکل آیا! ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

جناب آپ سے ہم پھر عرض کریں گے کہ آپ شرک کی اس فوق الفطرۃ والی خانہ زاد تعریف کو باہر نکالیے، یہ آپ کو بالکل خانہ خراب کر دے گی، ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ اس تعریف کو قرآن و حدیث کے نصوص یا کتب لغت متعلقہ قرآن و حدیث سے ہرگز ثابت نہیں کر سکتے، ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ آپ مذکورہ بالا حوالوں میں سے کسی سے بھی ثابت کر دیں تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی، اگرچہ ہمیں اطمینان ہے کہ آپ قیامت تک ایسا نہیں کر سکتے۔

(۳) آپ نے اپنی تحریر نمبر ۱ شمارہ نمبر ۲ میں شرک کی یہ تعریف کی ہے کہ ''اللہ کی ذات یا صفات یا عبادت میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے'' اور آپ ہی نے یہ بھی اقرار کیا ہے کہ ہر مخلوق کی فطری قوت کے دائرے مختلف ہیں پھر آپ ہی کی تحریر سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ تیز رفتاری سے اڑنا جنوں کے دائرہ اختیار میں ہے اور ان کی فطری قوت ہے، انسانوں کی نہیں، اس لیے انسانوں کے لیے اس کا ماننا تو ما فوق الفطرۃ ہو کر، شرک ہو سکتا ہے، جنوں کے لیے نہیں، جیسا کہ آپ کی آخری تحریر کے صفحہ ۴ سے ظاہر ہے۔

سوال یہ ہے کہ جس نے انسانوں کے لیے تیز رفتاری کا قول کیا تو اس نے جنوں کے ساتھ شریک کیا، یا خدا کے ساتھ، پھر جب خدا کے ساتھ نہیں شریک کیا تو آپ کی ذکر کی ہوئی تعریف شرک ''خدا کی ذات یا صفات یا عبادت میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے''

عریف کی رو سے شرک کیسے ہوا۔
صاحب! آپ بھی کئی طرح کی باتیں کرنے کے عادی کب سے ہو گئے؟
اک اور سیکڑوں اس کے جواب ہم سے کچھ، غیروں سے کچھ، درباں سے کچھ
جناب والا! آپ ہمارے سوالات سے کل شاید اسی لیے دامن بچا رہے تھے کہ
کا جواب دینے میں اپنی موت دیکھ رہے تھے، آپ نے خواہ مخواہ شرک کی دو تعریف
، دوسری تعریف کے لیے ہم پرسوں ہی سے بار بار تقاضا کر رہے ہیں کہ اس کا ثبوت
آن و حدیث اور کتب لغت متعلقہ قرآن و حدیث سے پیش کریں اور ان دونوں
یفوں کا باہمی فرق واضح کریں **فهل منكم رجل رشيد**۔
آپ نے تحریر نمبر ۴ کے سوال نمبر ۹ کو مکابرہ کہا ہے، آپ پر مکابرہ ایسا سوار ہے
آپ کو ہر بات مکابرہ ہی نظر آ رہی ہے کیا یہ بات صحیح نہیں کہ ثبوت سے پہلے تنقیح
ی ضروری ہے، دعویٰ میں آپ نے نبی، ولی، پیر، چڑھاوا کو تحریر کیا ہے اور آپ کا حال
ہے کہ آپ پر اور تو اور خود علمائے اہل حدیث کا قول بھی حجت نہیں اور آپ اپنے جی
ے کلمات شرعیہ کے معنی من مانا گڑھنے کے عادی ہیں جیسا کہ عبادت اور شرک کے معنی
ڑھ لیے تو ہمارا جاننا یا عوام کا جاننا کیا فائدہ دے سکتا ہے، ہاں اگر آپ اب یہ اقرار
رلیں کہ علمائے اہل حدیث کا تو نہیں مگر عوام کا قول آپ پر حجت ہوگا یا ہمارا جاننا حجت
گا تو ہم اپنے اس سوال کو واپس لینے کے لیے تیار ہیں، جب آپ پر کسی کا قول حجت
یں تو ضروری کہ آپ خود ہی ان چیزوں کے معانی بتائیں اگر آپ نہ بتائیں گے اور
ے تنقیح دعویٰ کے دلائل پیش کرتے رہیں گے تو ضرور مکابرہ ہوگا اور ان کے معانی پوچھنے
و مکابرہ کہنا مکابرہ در مکابرہ ہے۔
مشرک بتوں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں، یہ چڑھاوا کیا چیز ہے اور وہ اس وقت کیا
رتے ہیں ان کی نیت کیا ہوتی ہے یہ وہ جانیں، یا آپ جانیں اس لیے کہ آپ نے بھی
امائن پڑھی ہے ہم اہلسنت نہ کہیں چڑھاوا چڑھاتے ہیں نہ اس کو جانتے ہیں ہم تو صرف

یہ کرتے ہیں کہ حلوہ، شیرینی، کسی بزرگ کے مزار پر لے جا کر وہاں قرآن مجید، درود شریف پڑھتے ہیں، پھر یہ دعا کرتے ہیں کہ ''اے اللہ! مسلمانوں کو اس کھانے کے کھلانے کا جو ثواب ہو اور میری تلاوت اور درود شریف پڑھنے کا جو ثواب ہو ان صاحب مزار کو پہنچا'' بولیے یہ چڑھاوا ہے یا شرک ہے؟۔

بعد وصال اولیائے کرام سے ہماری استعانت و امداد یہ ہے کہ ہم ان کو صاحب کرامت بزرگ سمجھ کر ان سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ خدا سے دعا کریں کہ ہمارا یہ کام ہو جائے یا آپ خود کر دیں بولیے یہ شرک ہے یا نہیں، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۷۱۵ میں لکھتے ہیں۔

''حجۃ الاسلام امام محمد غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ می شود، بوی بعد از وفات و یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرف ہائے ایشاں در حیات خود یا بیش تر و شیخ معروف کرخی و شیخ عبد القادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیا شمر... مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است گفتہ و سیدی احمد ابن مرزوق کہ از اعاظم فقہا و علما و مشائخ دیار مغرب است، گفت کہ روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حیئ اوقی است یا امداد میت من بگفتم قومے می گویند کہ امداد حیئ قوی تر است و من می گویم کہ امداد میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق است و در حضرت اوست، و نقل دریں معنی ازیں طائفہ بیش تر ازاں است کہ حصر و احصار کردہ شود و یافتہ نہ می شود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح کہ منافی و مخالف ایں باشد و در کند ایں را''۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی نے کہا ہے کہ جس سے زندگی میں مدد طلب کی جاتی ہے اس سے اس کے وفات کے بعد بھی مدد طلب کی جا سکتی ہے، مشائخ عظام میں سے ایک نے کہا ہے کہ میں نے مشائخ میں سے چار شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی قبروں میں ویسے ہی تصرف کرتے ہیں جیسے اپنی زندگی میں یا کچھ زیادہ اور شیخ معروف کرخی و شیخ عبد القادر

انی اور دو دوسرے حضرات کو، اور مقصود حصر نہیں ہے جو خود دیکھا اور پایا کہا، اور سیدی
بن مرزوق نے جو علما، فقہا، عباد و مشائخ مغرب میں سے ہیں فرمایا کہ ایک دن شیخ
العباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے یا فوت شدہ کی، میں
نے کہا ایک قوم کہتی ہے کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں فوت شدہ کی امداد
یادہ قوی ہے، تو شیخ نے فرمایا، ہاں، اس لیے کہ وہ بارگاہ حق میں ہے اور اس کے
نسور میں، اس گروہ سے اس معنی کی نقل حصر واحصار کی حد سے باہر ہے، کتاب وسنت اور
وال سلف میں کوئی بات ایسی نہیں پائی جاتی جو اس کے منافی ہو۔

آپ نے تحریر نمبر۴ میں وسیلہ کی تشریح کے لیے روح المعانی کو چنا، حالانکہ یہ
پ ہی کے گروہ کے آدمی ہیں جیسا کہ آپ نے خود اپنی پسندیدہ اور مترجم کتاب ''محمد
ن عبدالوہاب'' کے صفحہ ۲۶۴ پر ان کو سلفی علما میں شمار کیا ہے، اپنے ہی کسی عالم کا قول ہم پر
تزام کے لیے پیش کرنا مناظرہ ہے، مکابرہ ہے، اور مجادلہ ہے، مناظرہ رشید یہ دیکھ کر
تائیے، پھر آپ نے درمختار اور ردالمحتار کی عبارتیں ہم پر الزام دینے کے لیے پیش کی
یں، اور الزام خصم کے لیے خصم کے مسلمات کو پیش کرنا مناظرہ ہے کہ مجادلہ ہے کہ
کابرہ، ذرا مناظرہ رشید یہ دیکھ کر بتائیے۔

آپ نے جہاں اس کو شرک کہاہ کہ ''ہماری مرادیں خود پوری کردیتے ہیں'' وہیں
س کو بھی شرک کہا ہے ''یا اللہ تعالیٰ سے منوا کر پوری کرادیتے ہیں'' آیئے ہم آپ پر
حجت تمام کردیں۔

(۱) یہ دیکھیے بخاری جلد اول اور مشکوٰۃ کی حدیث ہے **مازال العبد یتقرب
الیّ بالنوافل حتی فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی
یبصره الذی یبصر به بیده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان
سألنی لا عطینه (بخاری ج ۲ ص ۹۶۳)**

اس حدیث میں اللہ عزوجل نے فرمایا میں اپنے محبوب کا کان ہوجاتا ہوں جس

سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے، بولیے۔

اللہ عزوجل میں مافوق الفطرۃ قوت ہے، یا نہیں؟۔ اور جب اللہ عزوجل کسی بندے کو اپنی ذات وصفات کا مظہر بنادے تو اس بندے میں مافوق الفطری قوت ہوگی یا نہیں؟۔ اور وہ خود اس کی قوت رکھیں گے یا نہیں؟ کہ لوگوں کی مرادیں اللہ کی دی ہوئی قوت سے خود پوری کردیں، اگر نہیں، تو امام رازی کو کیا کہتے ہو، جو لکھتے ہیں **وکذلک العبد اذا واظب علی الطاعات علی بلغ الی المقام الذی بقول اللّٰہ تعالیٰ کنت لہ سمعا و بصرا فاذا صار نور جلال اللّٰہ سمعالہ یسمع القریب والبعید واذا صار ذلک النور بصرا یبصر القریب والبعید واذا صار ذلک النور یدالہ قدر علی التصرف فی السھل والصعب والقریب والبعید (تفسیر کبیر ص ۱۹ ج ۲۱)** بندہ جب طاعات پر ہمیشگی کرتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ میں اس کا کان اور آنکھ ہو جاتا ہوں، نور جلال الٰہی جب اس کا کان ہو جاتا ہے تو قریب و دور کی آواز سنتا ہے اور نظر ہو جاتا ہے تو نزدیک و دور کی چیز دیکھتا ہے اور جب ہاتھ ہو جاتا ہے تو نرم و سخت، قریب وبعید پر تصرف کی قدرت رکھتا ہے۔

بولیے! نزدیک و دور کی آواز سننا اور دور و نزدیک کو دیکھنا نرم وسخت، قریب وبعید میں تصرف کی قدرت، مافوق الفطری قوت ہے یا نہیں؟ اور امام رازی اسے مان کر مشرک ہوئے یا نہیں؟ اور امام بخاری اور ان کے اس حدیث کے تمام شیوخ صحابی، حضرت ابوہریرہ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ خود اللہ عزوجل مشرک ہوا کہ نہیں؟، بہادر ہوں تو ایسے ہوں، اور لیجیے۔

حدیث کا آخری ٹکڑا ''اگر وہ مانگے تو ضرور ضرور دوں گا'' یہ منوانا نہیں تو اور کیا ہے؟ بولیے! اس لحاظ سے امام بخاری، ان کے شیوخ، صحابیٔ رسول اور خود رسول اور

د اللہ عزوجل مشرک ہوئے کہ نہیں؟۔
(۲) اور سنئے! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **رب اشعث مدفوع لابواب لو اقسم علی اللّٰہ لابرہ (ص ۳۲۹ ج ۲، مسلم شریف)**
بہت سے پراگندہ دروازوں سے ہٹائے ہوئے (اللہ کے بندے) ہیں کہ اگر
ہ اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ ضرور ان کی قسم پوری فرمائے گا۔
(۳) نیز بخاری شریف میں ہے **ان من عباد اللّٰہ من لو اقسم علی اللّٰہ لابرہ (بخاری شریف ج ۲، ص ۶۶۴)** خدا کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ اگر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ضرور پوری فرمائے، بولیے! یہ منوانا ہے یا نہیں؟ اور پھر وہی بتائیے آپ کے اس فتویٰ کے رو سے راویان حدیث اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اور وجہ سے، معاذ اللہ مشرک ہوئے کہ نہیں، آپ لوگ خود جو بخاری کو اصح کتب بعد کتاب اللہ مانتے ہیں اسے صحیح جان کر پڑھتے پڑھاتے ہیں، امام بخاری اور ان کی کتاب صحیح کے جملہ رواۃ کو عادل، ثقہ مانتے جانتے ہیں، مشرک ہوئے کہ نہیں؟۔
(۴) اور بتایئے وہ جو بخاری میں ہے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی **ما اریٰ ربک الا یسارع فی ہواک** میں یہی دیکھتی ہو کہ آپ کا پروردگار آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے۔
بولیے! کون مشرک ہوا؟۔
(۵) اور بولیے! وہ جو فرمایا **وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (پ ۳۰، سورۃ والضحیٰ، آیت: ۵)** اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔
بولیے! یہ منوانے میں داخل ہے، کہ نہیں؟ پھر مشرکین کی فہرست میں دنیا کے تمام مسلمانوں کو بھی شامل کرلیں (معاذ اللہ)
(۶) ایک اور حدیث ہے **وحق العباد علی اللّٰہ ان لا یعذب من لا**

یشرک بہ (ص ۴۴ ج ا ،مسلم شریف) اللہ پر بندوں کا حق ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے اسے جو اس کے ساتھ شرک نہ کرے۔
تجزیہ فرمایئے کہ یہ کیا ارشاد ہے؟ کیا یہ منوانے سے بھی بڑی بات نہیں ہے؟
(۷) انبیا و اولیا کی بات تو جانے دیجیے وہ جو کچے بچے کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اپنے والدین کے جہنم میں جانے پر جھگڑے گا یہاں تک کہ ارشاد ہوگا ایھا السقط المراغم ربه ادخل ابویک الجنة (ص ۱۵۳ مشکوٰۃ) اے کچے بچے اپنے رب سے جھگڑنے والے جا، اپنے والدین کو جنت میں لے جا، بولیے! یہ تو ضرور منوانا ہے، یہاں کیا ارشاد ہے؟۔
آیئے! ہم آپ کو اقتدار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی مافوق الفطرۃ قوت کا ایک دل آویز نظارہ دکھائیں، شاید آپ کا دل بھی کچھ روشنی پائے۔
عن ربیعة بن کعب قال کنت ابیت مع رسول اللّٰہ فاتیتہ بوضوءہ وحاجتہ فقال لی "سل" فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنة، قال او غیر ذاک، قلت ھو ذاک فقال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۸۴)
ترجمہ:۔ میں سرکار دو جہاں نبی قادر و مختار باذن اللہ الجبار صلی اللہ علیہ وسلم وجل جلالہ کے وہاں رات میں رہتا ایک دفعہ رات میں آپ کے لیے وضو کا پانی اور دیگر ضرورت کی چیزیں لایا آپ نے فرمایا ربیعہ مانگو میں نے عرض کی میں آپ سے مانگ رہا ہوں کہ آپ کے ساتھ جنت میں رہوں آپ نے فرمایا تو تم اپنے نفس پر میری مدد زیادہ سجدہ کر کے کرو۔ اس حدیث کی شرح میں محقق علی الاطلاق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں
"از اطلاق سوال کہ فرمود "سل" بخواہ، وتخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن

ورد گار خود بدہد'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے اطلاق سے کہ آپ نے لفظ سل'' (مانگ) فرمایا کسی بھی مقصد کی تخصیص نہیں کی، معلوم ہوتا ہے کہ سب کام انھیں ں ہمت وکرامت کے ہاتھوں میں ہے جس کو چاہیں اور جو چاہیں اپنے پروردگار کی جازت سے دیں۔

اس حدیث اور اس کی شرح سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوئے۔

(۱) حضور نے مطلقاً فرمایا کہ جو چاہو مانگو اس اطلاق سے ظاہر ہے کہ آپ کو ونوں عالم کی ہر چیز کا اختیار ہے۔

(۲) حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے آپ سے ایک ایسی چیز (جنت) لب کی جو اس عالم اسباب سے نہیں، گویا ان کا عقیدہ تھا کہ حضور مافوق الفطرۃ طاقت کھتے ہیں اور جنت دے سکتے ہیں۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے او غیر ذالک فرما کر انھیں مزید مانگنے کا حوصلہ دیا، ان کے سوال کی تردید نہیں فرمائی اس طرح سے حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے اس اعتقاد کی تثویب فرمائی۔

(۴) حضرت شیخ محقق علی الاطلاق جن کا احسان ہندوستان میں قیامت تک علم حدیث پڑھنے والوں کی گردن پر رہے گا کہ انھوں نے ہندوستان میں علم حدیث پھیلایا، یہی شیخ محقق فرماتے ہیں، یہ حدیث مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات تامہ کی ایک دستاویز ہے کہ جس کو چاہیں اور جو چاہیں دے سکتے ہیں بتایئے کیا آپ ان کو بھی مشرک کہیں گے اور ان کے احسان کا انھیں اسلام سے خارج کرکے بدلہ چکائیں گے؟۔

مولانا! آپ دل پر ہاتھ رکھ کر خود بھی سوچئے اس دنیا میں رہ کر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کا مانگنا وہی آپ کے مافوق الفطری قوت کا اعتراف وعقیدہ ہے کہ نہیں؟ بولیے آپ کس کس کو مشرک کہیے گا؟۔

عالم اسلام کا یہ کتنا دردناک سانحہ ہے کہ دعویٰ اسلام واقرار رسالت وادعاء محبت رسول کے باوجود آپ کا یہ موقف ہے کہ انبیا ورسل خود خاتم الانبیا اپنے زمانہ کے لچوں، لفنگوں بلکہ فرعون وشیطان تک کے ہاتھوں مجبور تھے، اور ہمارا موقف یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں عالم میں اختیار بخشا، توبہ، توبہ، کلمہ پڑھ کر رسول اللہ کے خلاف یہ بخار، ڈوب مرنے کی جگہ ہے۔

ع ارے تجھ کو کھائے تپ سقر، ترے دل میں کس سے بخار ہے

اسی لیے ہم آپ سے بار بار کہتے ہیں کہ شرک کی اس مافوق الفطری والی تعریف نے آج آپ کو اس عذاب میں مبتلا کیا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدار و اختیار گھٹانے والوں کی صف میں کھڑے ہوئے ہیں، اس لیے اس سے توبہ کیجیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم لہرانے والوں کی صف میں آ جائیے۔

ضیاء المصطفیٰ قادری
حکیم ابوالحسن عبید اللہ
محمد حبیب الرحمٰن

دوسرا موضوع

تحریر نمبر (۱)

از:۔ اہلسنت وجماعت:۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی فضل سیدنا محمدا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ علی العلمین جمیعا وأقامه یوم القیمة للمذنبین المتلوثین الخطائین الھالکین شفیعا واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان سیدنا محمدا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم عبدہ و رسولہ بالھدیٰ ودین الحق ارسلہ، فصلی اللّٰہ تعالیٰ وسلم وبارک علیہ، وعلیٰ کل من ھو محبوب ومرضی لدیہ

اما بعد

موضوع مناظرہ منجانب اہلسنت وجماعت

برائے مناظرہ درمیان اہلسنت وجماعت وغیر مقلدین محلّہ بجرڈیہہ بنارس

دعویٰ:۔ ’’آج کل کے غیر مقلدین گمراہ وگمراہ گر اور جہنمی ہیں‘‘۔

تشریح:۔ ’’آج کل‘‘ کی تشریح طلب کے بعد یہ ذکر کر رہا ہوں کہ محاورۂ اردو میں آج کل جس معنی میں مستعمل ہے وہی معنی مراد ہے یعنی زمانۂ حاضرہ، اس کے مصداق اسماعیل دہلوی کے زمانہ سے ان کے ماننے والے تمام غیر مقلدین ہیں۔

بعد طلب تشریح غیر مقلدین کا معنی یہ ذکر کر رہا ہوں کہ وہ فرقہ جو آج کل اپنے

آپ کو اہل حدیث کا نام دیتا ہے، یہ موضوع اہلسنت و جماعت کا دعویٰ ہے۔
آپ نے موضوع مناظرہ متعین ہونے کے دوران ہم سے الفاظ دعویٰ کی مکمل تشریح کرائی ہے جو اوپر مذکور ہوئی، تشریح کے بعد ہمارے دعویٰ کا خلاصہ یہ ہوا۔
''مولوی اسماعیل دہلوی کے زمانے سے ان کے یعنی مولوی اسماعیل دہلوی کے ماننے والے تمام غیر مقلدین جو اہل حدیث ہونے کے مدعی ہیں، گمراہ و گمراہ گر اور جہنمی ہیں''۔

سلسلۂ دلائل

(۱) مولوی اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں۔
''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سورہ برأت میں کہ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے ہدایت اور سچا دین دے کر کہ اس کو غالب کرے سب دینوں پر اگر چہ مشرک لوگ بہتیرا ہی برا مانیں سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت سے سمجھا کہ اس سچے دین کا زور قیامت تک رہے گا، سو حضرت نے فرمایا کہ اس کا زور تو مقرر ہوگا، جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ آپ ایسی ایک باؤ بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا مر جاویں گے اور وہی لوگ رہ جاویں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں''۔
اسی صفحہ پر تین سطر بعد لکھتے ہیں:۔
''سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا''۔
مولوی اسماعیل کے قول کا حاصل یہ ہوا کہ قیامت کے قریب ایک ہوا ایسی چلے گی کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان باقی نہ رہے گا، جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو، اور وہ ہوا چل چکی۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (پ ۲، سورۃ البقرۃ: ۱۵۶) مولوی اسماعیل دہلوی نے شرک کی مشین چلانے کے لیے سارے مسلمانوں کو ایمان سے خالی ٹھہرایا،

ی شریف جلد۲ صفحہ۸۹۳ پر ایک حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اور مسلم شریف
صفحہ ۵۷ پر دو حدیثیں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم سے مروی
۔ وهذاحديث مسلم عن ابى ذر رضى الله عنه من دعا رجلا بالكفر
ال عدو الله وليس كذالك الا حار عليه ۔جس شخص نے کسی کو کافر کہا یا اللہ کا
ن کہا حالانکہ وہ ایسا نہیں تو یہ جملہ اسی کہنے والے پر پلٹ پڑے گا۔

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں:۔ نقطع بتكفير كل قائل قال قولا
صل به الى تضليل الامة (شرح شفاء ملا على قارى ج ۲ ص ۵۲۱)

اب آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ آج دنیا میں مسلمان باقی ہیں یا نہیں اگر باقی ہیں تو
لوی اسماعیل ان کو کافر کہہ کر کیا ہوئے؟۔

اور اگر کوئی مسلمان باقی نہیں ہے تو آپ حضرات بھی بموجب فرمان مولوی
ماعیل دائرہ اسلام میں کیوں کر باقی ہیں، طرفہ تماشا یہ کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے یہ بھی
سمجھا کہ جب وہ ہوا چل چکی تو وہ خود کیوں کر مسلمان رہ گئے۔

(۲) پھر اسی تقویۃ الایمان کے صفحہ۴۹ پر ایک حدیث لکھی ارأيت لو مررت
قبرى اكنت تسجد له "بھلا خیال تو کر جب تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو
س کو"۔اس حدیث کے بعد "ف" لکھ کر یہ فساد جڑ دیا کہ یعنی "میں بھی ایک دن مر کر مٹی
یں ملنے والا ہوں"۔

لا الـه الا اللـه رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کس قدر کرب
انگیز جملہ کہا اور وہ بھی اس انداز سے کہ گویا یہ حدیث ہی کی کوئی تشریح ہے۔

یہاں ہم آپ کی ہلکی توجہ چند گوشوں کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں:۔

(الف) جب حدیث شریف کے کسی لفظ سے یہ مطلب نہیں نکلتا تو مولوی
اسماعیل حدیث میں تحریف معنوی کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟ ہوئے اور ضرور ہوئے۔

(ب) یہ لفظ کوئی باپ دادا کے لیے بھی سننا گوارہ نہ کرے گا کہ اس میں توہین

ہے تو بھلا کوئی مسلمان اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اس لفظ کو کیسے برداشت کرسکتا ہے۔

(ج) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔ **ان اللّٰـه حـرم علی الارض ان تـاكـل اجسـاد الانبياء** اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کے اجسام کا کھانا زمین پر حرام کردیا ہے۔ (ابوداؤد اول ص ۱۶۶ ابن ماجہ اول ص ۱۱۹ مستدرک ج ۴ ص ۵۶۰)

کہیے مولوی اسماعیل دہلوی نے اس کھلی ہوئی حدیث کا انکار کیا یا نہیں؟۔

(د) معاذ اللہ مولوی اسماعیل آپ کو مٹی میں ملا کر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہوئے اور اجماع امت سے انحراف کیا، شیخ مولانا عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں۔

''وباچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علمائے امت است، یک کس رادریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم و باقیست'' (اخبار الاخیار ص ۱۶۱) یعنی علمائے امت کے درمیان اگرچہ بہتیرے مسائل میں اختلاف ہے لیکن ایک شخص بھی اس بات کا مخالف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات حقیقی کے ساتھ مجاز وتاویل کے شائبہ سے پاک زندہ وباقی ہیں۔

مولوی اسمٰعیل نے حدیث میں تحریف معنوی کی اور توہین رسول کے مرتکب ہوئے، پھر حدیث صریح سے منحرف ہوئے اور اجماع امت سے بھی اعراض کیا، اب بھی ان کی گمراہی میں شبہ ہے؟ اور آپ غیر مقلدین، بایں ہمہ مولوی اسماعیل کو اپنا مقتدا مانتے ہیں اور لوگوں کو ان کا پیرو بنانا چاہتے ہیں، کہیے آپ گمراہ وگمراہ گر نہ ہوئے؟، ہوئے اور ضرور ہوئے۔

(۳) اسی تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۶ پر رقمطراز ہیں:۔

''غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجیے یہ اللہ صاحب کی ہی شان ہے''۔

فرمایئے! کچھ سمجھ میں آیا؟ غیب دریافت کرنا اس کے اختیار میں ہے چاہے
فت کرلے چاہے جاہل رہے (تَعَالیٰ اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا (پ ۱۵،
ر۔ۃ بنی اسرائیل: ۴۳) معاذ اللہ کیا غیب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا جہل ممکن
! کیا اللہ کا عالم الغیب ہونا لازم وضروری نہیں، ہماری خواہش ہے کہ اسماعیل دہلوی
مانے والے غیر مقلدین اب سے استخارہ فرمائیں کہ مولوی اسماعیل کی توحید خالص
کے لیے کس قدر نفع بخش ہے۔

(۴) تقویۃ الایمان ص ۱۱ پر لکھتے ہیں:۔

''جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس
ے سوا کسی کو نہ مانے''۔

اسی ص ۶ پر تحریر کرتے ہیں:۔ ''اوروں کو ماننا محض خبط ہے''۔

توجہ فرمایئے ماننا ایمان کا ترجمہ ہے تو مطلب یہ ہوا کہ انبیاء، ملائکہ، قیامت،
نت ودوزخ پر ایمان لانا اللہ کے حکم کی مخالفت ہے بلکہ خبط ہے، حالانکہ قرآن حکیم
رشاد فرماتا ہے اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
مَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (پ ۳، سورۃ البقرۃ: ۲۸۵) خواتیم البقرہ) رسول
نے مانا جو کچھ اترا ان کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے، سب نے مانا اللہ کو اور اس
کے فرشتوں کو اور کتابوں کو اور رسولوں کو۔

کہیے! مولوی اسماعیل نے کتاب اللہ کے خلاف لکھا یا نہیں؟ جی میں آئے تو
ایک بار رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا (پ ۱۳، سورۃ ابراھیم: ۳۶) پڑھ کر سینہ
پر دم کرلیں۔

کسی گمراہ کی گمراہی واضح ہونے کے بعد بھی اس کی امامت کا دم بھرنا گمراہی نہیں
تو اور کیا ہے۔

(۵) مولوی اسماعیل دہلوی کے ماننے والے غیر مقلدین کی گمراہی یہ بھی

ہے کہ انھوں نے اس سبوح وقدوس اللہ عزوجل کے لیے امکان کذب کا قول کیا اور دلیل یہ دی کہ بندے جھوٹ پر قادر ہیں اگر اللہ عزوجل جھوٹ پر قادر نہ ہو تو لازم آئے گا کہ بندوں کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ جائے، چنانچہ اپنے رسالہ یک روزی صفحہ ۱۴۵ پر لکھتے ہیں۔

"لانسلم کہ کذب مذکور بمعنی محال مسطور باشد چہ عقلا قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقاے آں بر ملائکہ وانبیا خارج از قدرت الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد"۔

ترجمہ:۔ ہم نہیں مانتے کہ کذب مذکور بمعنی مسطور محال ہو اس لیے کہ قضیہ غیر مطابق للواقع (یعنی جھوٹ بات بنالینا) اور اس کا مسئلہ انبیا پر القا کرنا قدرت الٰہیہ سے خارج نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ انسان کی قدرت اللہ عزوجل کی قدرت سے زائد ہو جائے[1]۔

اس عبارت میں مولوی اسماعیل دہلوی نے ایک طرف یہ کہا کہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع پر باری عز اسمہ قادر ہے، دوسری طرف یہ کہا کہ یہ نہ مانا جائے تو لازم آئے کہ انسان کی قدرت اللہ کی قدرت سے زائد ہو جائے۔

اللہ عزوجل کو جھوٹ پر قادر ماننا اس کو ممکن ماننا صریح گمراہی ہے، اس لیے کہ مستلزم ہے زوال صدق کو جو اللہ عزوجل کی صفت ہے اور اللہ عزوجل کی کسی صفت کا زوال کسی آن بھی ممکن ماننا، صفت قدیم اور واجب ہونے کے منافی ہے، اس لیے علما نے بالاتفاق یہ تصریح کی ہے کہ کذب کا اثبات باری تعالیٰ کے لیے محال ہے، پھر دلیل میں جو یہ کہا کہ

---

[1] مولوی اسماعیل دہلوی کے ماننے والے مولوی رشید احمد گنگوہی نے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ کے لیے نہ صرف امکان بلکہ وقوع کذب کا قول اپنے ایک دستخطی مہری فتویٰ میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ "وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے"، براہین قاطعہ مصنفہ خلیل احمد انبیٹھوی ومصدقہ رشید احمد گنگوہی میں ہے، "امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا، بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں؟ تفصیل کے لیے براہین قاطعہ ص:٦ دیکھیں۔۱۲

ے جب جھوٹ بولنے پر قادر ہیں تو اگر اللہ عزوجل قادر نہ ہو تو لازم آئے گا کہ انسان
قدرت اللہ کی قدرت سے زائد ہو جائے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جن جن چیزوں پر
ے کو قدرت ہے ان سب چیزوں پر اللہ عزوجل بھی قادر ہے، ورنہ مولوی اسماعیل
حب کا یہی اعتراض وارد ہوگا کہ بندوں کی قدرت اللہ کی قدرت سے زائد ہو جائے۔

اب بتایئے! بندے ظلم و جہل پر، چوری پر، خودکشی پر قادر ہیں، بولیے اللہ
و جل بھی جہل پر، ظلم پر، چوری پر، خودکشی پر بچہ جننے پر قادر ہے یا نہیں، اگر قادر نہیں
ے تو اپنے امام کے اس اعتراض کا جواب آپ کے پاس کیا ہے، پھر لازم آئے گا کہ
وں کی قدرت اللہ کی قدرت سے زائد ہو جائے گی اور اگر قادر ہے تو سب پر تفصیلی
ث کرنے میں طول ہوگا، آپ صرف یہ بتایئے کہ چوری کہتے ہیں غیر کی ملک جو محفوظ
ے اس کو مالک کے چپکے، بغیر اس کی رضا کے لے لینا، تو لازم آیا کہ کچھ چیزیں اللہ کی
ت سے خارج ہیں یہ بھی گمراہی ہے[۲]۔

ضیاء المصطفیٰ قادری عفی عنہ
۲۲ر ذو القعدہ ۱۳۹۸ھ
فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری غفرلہ

صفی الرحمٰن الاعظمی
حکیم ابوالحسن عبید اللہ
۲۵ر اکتوبر ۱۹۷۸ء

---

[۲] محشی ''رزم حق و باطل اسماعیل دہلوی کے نظریۂ امکان کذب (اللہ سبحانہ کے لیے جھوٹ بولنا ممکن ہے)
ول کھل جانے پر بوکھلاہٹ کے شکار ہو گئے، اور غیر مقلدین کا بھرم رکھنے کے لیے کچھ نہ کچھ لکھنا ضروری
ا، مگر اپنی پوری کاوش کے باوجود وہ اس بات کا انکار نہ کر سکے کہ اسماعیل دہلوی نے اللہ عزوجل کے لیے
ٹ بولنے کو ممکن بتایا ہے، ایک بندۂ خدا اللہ سبحانہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ بولنے کو ممکن بتائے، یہ ڈوب مرنے
جا ہے یا نہیں؟ اور یہ صریح گمراہی ہے یا نہیں؟ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ یہ ہے غیر مقلدین کا مذہب۔
اور ہمارا اور تمام سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے لیے جھوٹ کا امکان بھی
ں ہے، کہ یہ نقص ہے، اور اللہ عزوجل ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔۱۲ آل مصطفیٰ مصباحی

نوٹ

دوسرا موضوع

آج کل کے غیر مقلدین گمراہ وگمراہ گر اور جہنمی ہیں

اہلسنت کی تحریر نمبر (۱)

روداد کے ناظرین سے درخواست ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے سوچیں، اہلسنت کے مناظر نے اپنے دعویٰ کی تشریح میں صاف صاف لکھ دیا تھا کہ:

''آج کل کے غیر مقلدین سے مراد اسماعیل دہلوی کے ماننے والے ہیں''۔

اس سے ظاہر ہے کہ ہمارا دعویٰ صرف سلفیہ کے مدرسین یا کاشی کے غیر مقلدین کے بارے میں نہیں ہے بلکہ ہمارے دعویٰ کا تعلق اسماعیل دہلوی کے ماننے والے تمام غیر مقلدین سے ہے خواہ وہ زندہ ہوں یا مر کر مٹی میں مل گئے ہوں، کاشی کے ہوں کہ اجودھیا کے، متھرا کے ہوں یا گیا کے، اور دعویٰ کی بنیاد اسماعیل دہلوی اور دوسرے گمراہ اسی کے ماننے کی وجہ سے ہیں یعنی اصلا گمراہ اسماعیل دہلوی ہے دوسرے اس کو امام و پیشوا مان کر گمراہ ہوئے، لہذا دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے دو باتوں کی ضرورت تھی، ایک اسماعیل دہلوی کی گمراہی، دوسرے یہ کہ ہمارے مدمقابل اسماعیل دہلوی کے ماننے والے ہیں، مدمقابل اسماعیل دہلوی کو مانتے ہیں وہ تو اسی سے ثابت کہ اس ہماری تشریح کو قبول کر کے وہ مناظرہ کرنے آئے اگر یہ اسماعیل دہلوی کے ماننے والے نہ تھے تو وہیں کہہ دیتے کہ ہم اس کے مصداق نہیں، ہم اسے نہیں مانتے، وہ ہمارا امام و پیشوا نہیں، تو بات ختم ہو جاتی، مگر تشریح دعویٰ کو مان کر

ھوں نے خود یہ تسلیم کرلیا کہ ہم اسماعیل دہلوی کے ماننے والے ہیں، للہذا مقابل کی گمراہی کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ شاتم رسول کو امام مان رہے ہیں۔

اگر خود شاتم رسول نہ ہوتے تو شاتم رسول کو گمراہ مانتے، امام نہ بناتے، اسی بنا پر ہلسنت کے مناظر نے اسماعیل دہلوی کی گمراہ کن عبارتیں پیش کیں، یہ کہہ کے پیش کیں کہ تمام غیر مقلدین چونکہ اسماعیل دہلوی کو امام و پیشوا مانتے ہیں اس لیے وہ بھی گمراہ ہوئے، قرآن کریم میں ہے اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ (پ۵، سورۃ النساء: ۱۴۰) جب تم (ان کی گمراہی و معصیت پر راضی ہوتو) تم لوگ بھی انھیں کے مثل ہو، علما تصریح فرماتے ہیں، کفر کے قائل کو امام بنانا تو امام بنانا کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے، رضا بالکفر کفر، اس پر بھی غیر مقلد مناظر نے یہ نہیں کہا کہ ہم سے کیا مطلب ہم اسماعیل کو نہ مانیں، نہ امام بنائیں، ہم پر اس سے کیا الزام، الٹے جہاں بس چلا تاویل کرنے لگا اور یہی حال سارے غیر مقلدین کا ہے، کتنے تو یہیں ہیں کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو ہم پر کیا الزام، ہم نے تو گستاخی نہیں کی۔

اگر اسماعیل دہلوی مرکر مٹی میں نہ مل گیا ہوتا زندہ ہوتا تو وہ بھی یہی کہتا کہ میں نے کہاں گستاخی کی ہے، لیکن کتابوں میں چھپی ہوئی باتوں کو کون چھپا سکتا ہے، اسی طرح جب تم اسماعیل دہلوی کو امام مانتے ہو تو جو گمراہ وہ بھی شاتم رسول جیسے گمراہ کو امام بنائے وہ بھی گمراہ، اگر گمراہ نہ ہوتے تو امام بنانے کو تمہیں شاتم رسول ہی ملا تھا، پھر جو کلمۂ کفر کو صحیح مانے وہ بھی قائل کے حکم میں ہے، جب غیر مقلدین اسماعیل کے کلمات کفریہ کو درست مانتے ہیں، حق جانتے ہیں تو جو حکم قائل کا وہی حکم اس کو حق ماننے والوں کا۔

مناظر اہلسنت نے غیر مقلدین اور ان کے امام کی گمراہی کے ثبوت میں پانچ اقوال پیش کیے، جن کی رو سے غیر مقلدین پر چار قسم کی سنگین گمراہی عائد ہوتی ہے، ایک یہ کہ غیر مقلدین اسماعیل کے وقت سے لے کر آج تک کے بلکہ قیامت تک کے تمام مسلمانوں کو کافر جانتے ہیں اور جو تمام دنیا تو تمام دنیا، کسی ایک مسلمان کو کافر مانے وہ خود

کافر، اس کے ثبوت میں صحیحین بخاری و مسلم کی حدیث پیش کی، دوسری قسم یہ کہ یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور انکار حدیث اور انکار اجماع اور تحریف حدیث کے مجرم ہیں، جس کے ثبوت میں تقویۃ الایمان کی یہ عبارت پیش کی ''میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں'' اور توہین نبی کفر حدیث اور اجماع امت کا انکار اور تحریف حدیث گمراہی ہے، تیسری قسم یہ کہ یہ لوگ اللہ عزوجل کے سوا، انبیا، اولیا، ملائکہ، جنت و دوزخ پر ایمان نہیں رکھتے، اس کے ثبوت میں تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱، ۶ کی عبارت پیش کی اس کا گمراہی ہونا محتاج دلیل نہیں، چوتھی قسم یہ غیر مقلدین اللہ عزوجل کو بھی عیب لگاتے ہیں، باری تعالیٰ کی ذات میں عیب لگانا گمراہی ہے، یہ ہر شک سے بالاتر ہے، اسی کے ثبوت میں دہلوی صاحب کی یکروزی کی صفحہ ۱۴۵ کی عبارت پیش کی اس پر غیر مقلدین کتنا گھبرائے اور بدحواس ہوئے وہ تو مناظرہ میں موجود اشخاص ہی جانتے ہیں اور ناظرین جاننا چاہیں تو اب غیر مقلد کی تحریر پڑھیں۔

تحریر نمبر (۱)

از:۔ غیر مقلدین:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وعلیٰ آلہ

و صحبہ اجمعین وعلیٰ من تبعھم باحسان الی یوم الدین

اما بعد

سب سے پہلے تو یہ عرض ہے کہ آپ نے ۱۵؍ جولائی ۱۹۷۸ء کو جو شرائط مناظرہ طے فرمائے تھے اس کی دفعہ نمبر ۸ یہ ہے۔

"اہل حدیث کے خلاف حجت صرف قرآن مجید، احادیث صحیحہ وحسنہ ومرفوعہ، ثابتہ اور اجماع امت وقیاس شرعی حسب تصریحات بالا (یعنی شرط نمبر ۲) سے قائم کی جاسکتی ہے کسی بھی اہل حدیث عالم کا قول ان کے خلاف بطور حجت پیش نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس قول کی بنا پر جماعت اہل حدیث پر کوئی حکم شرعی لگایا جاسکتا ہے"۔

آپ پہلے ہی دن سے شرائط کی مسلسل خلاف ورزی کرتے رہے ہیں جس پر آپ کو بار بار ٹوکا گیا لیکن آپ باز نہ آئے، اور آپ کی حالیہ تحریر تو پوری کی پوری مذکورہ بالا شرط کے خلاف ہے، شرط کی ان خلاف ورزیوں پر آپ کے اراکین کمیٹی آپ کو کن انعامات سے نوازیں گے، یہ تو ان کے ظرف اور ضمیر کی بات ہے اسی طرح آپ عہد و میثاق کی خلاف ورزی کر کے کتاب وسنت کی روشنی میں اپنے کسی عالمانہ وقار کا ثبوت دے رہے ہیں، یہ آپ کے سوچنے کی بات ہے، ہم ان لغویات میں پڑنے کے بجائے

اپنی معروضات پیش کرتے ہیں۔

آپ کی پوری تحریر میں اہل حدیثوں کے جہنمی، گمراہ اور گمراہ گر ہونے پر نہ کوئی حدیث پیش کی گئی ہے نہ کوئی آیت، آپ کی پوری تحریر میں ہم کو صرف یہ ملا کہ اسماعیل دہلوی نے یہ باتیں لکھی ہیں اور ان باتوں سے یہ خرابیاں لازم آتی ہیں، مناظر صاحب! آپ براہ کرم غیر مقلدوں سے بحث کرتے وقت حسب ذیل امور ذہن میں رکھیں تا کہ آئندہ کی تحریروں میں ٹھوکر سے بچ جائیں۔

(۱) اہل حدیث اللہ کے بعد اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کے بعد صحابۂ کرام کا مرتبہ تسلیم کرتے ہیں، چار اماموں کو بھی ان کی دینی خدمات کے پیش نظر عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے ہیں[۱]، مسائل معلوم کرنے میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہیں، پہلے قرآن اس کے بعد حدیث اور اس کے بعد اقوال صحابہ میں اپنے مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں، اگر ان کے مسائل کا حل ان تین چیزوں میں نہیں ملتا تو پھر وہ چاروں اماموں کی دینی بصیریت سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اگر چاروں امام کسی مسئلے میں متفق ہو تو واہ واہ، لیکن اگر ان میں اختلاف ہو تو سب کے اقوال کو اصول دین اور عقل کی کسوٹی پر، پرکھتے ہیں، جس امام کا قول اصول دین اور درایت سے قریب تر ہوتا ہے اس سے رہنمائی

---

[۱] غالباً اہل سنت کی کثرت کو دیکھتے ہوئے غیر مقلد مناظر نے یہ بات کہہ دی، ورنہ ان کے پیشوا اسماعیل دہلوی اور ان کے پیر سید احمد رائے بریلی نے اپنے انگریز آقاؤں کی خوشنودی کے لیے سرحد پر جنگ کرنے کی خواہش میں سرحدی مسلمانوں پر فتویٰ کفر دینے کے ساتھ ساتھ امام اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر بزرگوں کو ملحد و بے دین تک کہہ ڈالا، منشی محمد محمود رئیس اپنی کتاب ''فریاد مسلمین'' میں فرماتے ہیں ''جب اختلاف مذہبی میں بحث شروع کی تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ سے لے کر جس قدر امام اور اولیاء اللہ خاندان قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ وغیرہ میں گذرے ہیں، ان کو ملحد اور مشرک اور بدعتی آمین بالجہر کی طرح پکارنا شروع کر دیا'' (فریاد مسلمین ص ۱۱۳، امتیاز حق ص ۱۱۸ المجمع الاسلامی) اس کے علاوہ بھی آپ اپنے غیر مقلد مولویوں کی تحریریں پڑھ لیجیے کہ انھوں نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر اماموں کی کس قدر تنقیص وتحقیر کی ہے، یہاں میدان مناظرہ میں ائمۂ کرام کی تعریف کرنا حقیقت سے کم، تقیہ سے زیادہ میل کھاتا ہے۔۱۲

سل کرتے ہیں، کیونکہ یہی طریقہ حق وانصاف پر مبنی ہے، جب چاروں امام برحق ہیں تو
ف ایک ہی امام کی باتوں کو اگرچہ وہ کمزور نظر آتی ہوں لے لینا اور تین کی باتوں کو ہر
قع پر نظر انداز کر دینا یہ علم وانصاف اور معقولیت کے سراسر خلاف ہے، اہل حدیث، فخر
ر علامہ اسماعیل شہید کو بلاشبہ ہندوستان کی ایک بڑی شخصیت مانتے ہیں اور صرف اہل
یث ہی نہیں وہ غیر مسلم بھی جو بھارت کی آزادی کی جدوجہد سے واقف ہیں، وہ
اعیل شہید کو بھارت کا ایک بہادر سپوت جانتے ہیں[۲]، سنی بھائیو! انصاف سے دیکھو

۲ غیر مقلدوں نے اسماعیل دہلوی کو شہید بھی لکھا ہے اور بھارت کا بہادر سپوت بھی، اس سے اندازہ
تا ہے کہ غیر مقلد مناظر کو نہ تو مولوی اسماعیل دہلوی وسید احمد رائے بریلی کے افسانۂ جہاد کا علم ہے، اور نہ ہی
ن کی انگریز دوستی کی تاریخی حقیقت سے واقفیت ہے۔
سنیے! اسماعیل دہلوی نے انگریزوں کے خلاف نہ تو جہاد کیا، نہ ہی انگریزوں سے جہاد کرنے کا
ی دیا، فتویٰ جہاد تو مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ نے دیا تھا، جس کی پاداش میں انھیں
ریزوں نے جزیرۂ انڈمان بھیج دیا تھا، اسماعیل دہلوی کا معاملہ تو یہ تھا کہ وہ انگریزوں کے پکے کٹر حامی تھے،
ریزوں سے مراعات حاصل کرتے تھے، مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے تھے، سید مراد
ی گڑھی (منشی سرحد چوکی دربند ضلع ہزارہ) کی تصنیف ''تاریخ تناولیاں'' مجاہدین کی جنگ کے بارے میں
ائق اعتماد ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، اس کا تعارف محمد عبدالقیوم جلوال (تناولی) نے پیش کیا ہے، اس میں
راز ہائے سربستہ کو منکشف کیا گیا ہے، وہ لکھتے ہیں: ''۱۸۳۰ء میں سید احمد بریلوی اور محمد اسماعیل دہلوی نے
پشاور مردان اور سوات کی مسلم آبادی کو بزور شمشیر محکوم بنا کر سردار پائندہ خان کو پیغام بھجوائے اور خود مل کر بھی
بیعت کی دعوت دی، جب وہ بیعت پر تیار نہ ہوا تو سید صاحب نے اس پر کفر کا فتویٰ لگا کر چڑھائی کردی، چوں
کہ سردار مذکور کی تمام تر توجہ سکھوں کی طرف تھی اور وہ ذہنی طور پر اس نئی جنگ کے لیے تیار نہ تھا، اس لیے اسے
شکست کھا کر علاقہ خالی کرنا پڑا، اس نے شکست کا بدلہ لینے کے لیے دوبارہ صف بندی کی، اور بیٹا ایر غمال رکھ کر
سکھوں سے مدد لے کر سید صاحب کے لشکر پر حملہ کر دیا اور انھیں علاقہ چھوڑ کر بالاکوٹ کی طرف جانے پر مجبور
کر دیا'' (تعارف تاریخ تناولیاں ص ۲، امتیاز حق ص ۱۱۹)
انگریزوں سے سید احمد رائے بریلی اور اسماعیل دہلوی کی وفاداری کا ذکر تو خود وہابیوں کے بڑے
بڑوں نے کیا ہے، سید و اسماعیل نے کبھی بھی انگریزوں کے خلاف .... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اسماعیل شہید کے زمانے میں سرحد میں تمہارے سوا کوئی دوسرا نہ تھا، سکھوں کے مظالم کے تم تنہا شکار تھے، وہ اسماعیل شہید جس کے اوپر تم سنی مسلمان پتھر چلا رہے تھے اور دلی کی گلی کوچوں میں ان کو گالیاں دے رہے تھے، جب اس اسماعیل شہید کو اس کی خبر ہوئی تو تمہاری اس بے عزتی اور بربادی کو وہ نہ دیکھ سکے اور تمہارے لیے جہاد کرکے جام شہادت نوش کرکے حیات جاوداں حاصل کر گئے، ہم شہیدوں کو قرآنی آیات کی روشنی میں زندہ تسلیم کرتے ہیں، لیکن وہ زندگی کیسی ہے اس کی حقیقت اللہ کو معلوم، وَلٰكِنْ لَّا

(بقیہ صفحہ ۱۶۸ کا) ...... جہاد کا نہ فتویٰ دیا، نہ اس تعلق سے کچھ سوچا، اگر انگریزوں کے اشارے اور حکم پر جہاد کیا تو سکھوں سے اور سرحد کے صحیح العقیدہ مسلمانوں سے، وہابی لیڈر میاں نذیر حسین دہلوی کی سوانح عمری میں اس تحریک مجاہدین کا ذکر ان الفاظ میں ہے۔

''آپ (اسماعیل دہلوی) اپنے شیخ طریقت سید احمد صاحب کو امام تسلیم کرکے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ جہاد کے لیے پنجاب پہنچے، گورنمنٹ انگلیشیہ نے بھی آپ کے اس ارادے میں کسی طرح کی مزاحمت یا پیچیدگی پیدا نہیں کی'' (الحیات بعد الممات ص ۲۰۳، بحوالہ امتیاز حق ص ۷۲)

''ترجمان وہابیہ'' میں نواب صدیق حسن خاں نے اس بات کی تردید کی ہے کہ ''تحریک مجاہدین'' والے انگریزوں کے خلاف تھے، انھوں نے لکھا:

''نہ انھوں نے سرکار انگریزی سے کبھی جہاد کیا اور نہ ہندوستان میں فتویٰ جہاد کا لکھا.......... اسی طرح جو تصنیف سید احمد شاہ صاحب بریلوی اور ان کے مریدوں کی ہے، اس میں کہیں بھی ذکر وہابیوں کا نہیں ہے اور نہ مسئلہ جہاد کا لکھا ہے........ تقویۃ الایمان مولفہ مولوی اسماعیل دہلوی ہے، اس میں ذکر رد شرک و بدعت کا ہے، کہیں وہابیوں کا اور مسئلہ جہاد کا پتہ بھی نہیں.... گورنمنٹ اگر جمع فرما کر ملاحظہ کرے گی تو کسی کتاب میں ان کتب سے مسئلہ جہاد کا یا بغاوت کا سرکار انگلیشیہ سے یا فساد سکھانے کی کوئی بات نہ پاوے گی''
(ترجمان وہابیہ ص ۵۱، ۵۲، بحوالہ امتیاز حق ص ۷۳)

سر سید احمد خاں جو آزادی کی تحریک کے زمانے میں تھے اور تحریک آزادی کے احوال سے واقف تھے، انھوں نے اپنے مقالات حصہ نہم میں لکھا:

''اثنائے واعظ میں کسی نے شخص نے ان (اسماعیل) سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر جہاد کرنے کا واعظ کیوں نہیں کہتے، وہ بھی تو کافر ہیں'' اس کے جواب میں مولوی محمد اسماعیل صاحب نے فرمایا:...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ـرُونَ (پ ۲، سورۃ البقرۃ: ۱۵۴) پر عقیدہ رکھتے ہیں، بقول کسے ۔

ں وہ جو قائل ہوں ممات شہدا کے　　　ہم زندہ و جاوید کا ماتم نہیں کرتے

اہل حدیث قبروں میں انبیا کی زندگی کے قائل ہیں، لیکن ویسی زندگی نہیں، جس
قائل احمد رضا خاں ہیں، ہم اس پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ انبیا کا جسم اطہر سڑتا گلتا
ں، اجی! انبیا کا درجہ تو بہت اونچا ہے ان کی سنت پر چلنے والوں کے اجسام کی حفاظت
اوقات اللہ قبروں میں کرتا ہے، لیکن قبروں میں انبیا کی زندگی کس نوعیت کی ہے اس

ـفحہ ۱۶۸ کا) ...... ''انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی اور چونکہ ہم
ـزوں کی رعایا ہیں، اس لیے ہم پر اپنے مذہب کی رو سے یہ بات فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں
ں شریک نہ ہوں''۔ (مقالات سرسید حصہ نہم ص:۱۴۲)

وہابی مولوی محمد حسین بٹالوی کا یہ تحریری اعتراف بھی آج کل کے تمام غیر مقلدین پڑھ لیں تو
ـت کا علم ہوجائے گا، اشاعت السنۃ ص ۵، ضمیمہ ۶ جلد ص ۲ میں ہے۔ ''سید صاحب مولوی اسماعیل
ـب نے انگریزوں سے جہاد کرنے کا ارادہ نہیں کیا، اور مولوی اسماعیل صاحب نے کلکتہ میں اپنی مجلس وعظ
ـبر ملا کہہ دیا کہ ہم کو انگریزوں سے جہاد کرنا جائز نہیں''۔

ـاعیل پانی پتی نے حاشیہ مقالات سرسید میں کھلے الفاظ میں یہ اعتراف کیا ہے:
ـگامہ ۱۸۵۷ء میں پورے جوش کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے والے وہ سب کے سب
ـئے کرام شامل تھے جو عقیدۂ حضرت سید احمد اور حضرت شاہ اسماعیل کے شدید ترین دشمن تھے اور جنھوں نے
ـرت شاہ اسماعیل کے رد میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور اپنے شاگردوں کو لکھنے کی وصیت کی ہے'' (حصہ
ـدہم ص:۳۵۲)

تو پھر سید و اسماعیل نے جنگ کن سے کی؟ سرحدی مسلمانوں سے جنگ کی، اس حقیقت کا اظہار
ں مؤرخین نے کیا ہے وہیں اسماعیل دہلوی کے ایک بڑے معتقد (جس کے نزدیک رسوائے زمانہ کتاب
ـیت الایمان کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام ہے) مولوی رشید احمد گنگوہی نے بھی کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''سید صاحب نے سب سے پہلا جہاد یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا ہے'' (تذکرۃ الرشید ج ۲)

ـب غیر مقلدین ہی بتائیں کہ حکومت قائم کرنے اور انگریزوں کو خوش رکھنے کی خواہش میں جو جنگ لڑی گئی اور
ں میں سید و اسماعیل مارے گئے، تو اس موت کو شہادت سے کون سا علاقہ ہوا؟ ...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کا علم ہمارے نزدیک اللہ ہی کو ہے، لیکن آپ کی بعض کتابوں سے معلوم ہوا کہ آپ کے پیر احمد رضا خاں بریلوی کو اس زندگی کے کچھ خاص حالات، خصوصی طور پر بتا دیے گئے ہیں، وہ لکھتے ہیں:۔

''سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں، وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں''۔ (ملفوظات حصہ سوم ص ۳۰)

اب ہماری ان تصریحات کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ ہم جس طرح چاروں اماموں کے مقلد نہیں ہیں، اسی طرح اسماعیل شہید کے بھی مقلد نہیں ہیں، اس لیے ہم پر حسب شرائط مناظرہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حجت قائم کرنے کی کوشش کیجیے۔

آپ کے جو اعتراضات اسماعیل شہید پر ہیں ان کا جواب حاصل کرنے کا

(بقیہ ص ۱۷۰) .... ع کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا

یہی وجہ ہے کہ دیوبندی، وہابی مذہب کے ایک ترجمان مولوی عامر عثمانی ایڈیٹر ماہنامہ ''تجلی'' دیوبند نے ''زلزلہ'' نامی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ماہنامہ ''تجلی'' شمارہ ۳ ۱۹۷۷ء پر لکھتے ہیں: ''کوئی شک نہیں اگر استاذ محترم حضرت مدنی کے ارشاد گرامی کو درست مان لیا جائے تو حضرت اسماعیل کی شہادت محض افسانہ بن جاتی ہے، مادی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لیے غیر ملکی حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا ذرا بھی مقدس نصب العین نہیں، اس نصب العین میں کافر و مؤمن سب یکساں ہیں، اس طرح کی کوشش کے دوران مارا جانا اس شہادت سے بھلا کیا تعلق رکھے گا جو اسلام کی ایک معزز ترین اور مخصوص اصطلاح ہے اور اس طرح کی کوششوں کے نتیجے میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانا اجر آخرت کا موجب کیوں ہوگا'' (تجلی دیوبند)۔ اب تو غیر مقلد مناظر اور ان کے تمام حامیوں پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہوگی کہ اسماعیل دہلوی شہید نہیں ہوئے بلکہ ان کو خود مسلمانوں نے ان کے کرتوت کی سزا میں قتل کیا تھا، تو یہ شہید راہِ خدا ہرگز نہ تھے ہاں شہیدِ لیلیٰ نجد تھے اور ہندوستان کے بہادر سپوت نہیں بلکہ برطانیہ کی زلف گرہ گیر کے اسیر تھے۔ ؎

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا وہ شہیدِ لیلیٰ نجد تھا وہ ذبیح تیغِ خیار ہے

آل مصطفٰے مصباحی

آسان طریقہ آپ کے پاس آپ کے عقیدے کے مطابق نہایت آسان راستہ ہے، آپ کا عقیدہ ہے کہ شہید ولی سنتے بھی ہیں اور دوسروں کی مدد بھی کرتے ہیں، اسماعیل شہید کے شہید ہونے میں تو کوئی شبہہ نہیں، اس لیے وہ آپ کے عقیدے کے مطابق آپ کی ضرور سنیں گے اور اس موقع پر آپ کی نہ سہی اپنی مدد ضرور کریں گے، اگر کرسکیں گے، آپ ان کو پکاریے اے اسماعیل شہید! ہم نے تمہاری عبارتوں کا جواب وہابیوں سے مانگا، انھوں نے ہم کوٹکا سا جواب دے دیا اور تمہارے مزار پر بھیج دیا، ہم ریوڑی، بتاشہ، چادر، اگربتی سب لائے ہیں کیونکہ ان چیزوں کے چڑھانے کا حکم ہم کو ہمارے پیر احمد رضا نے دیا ہے پس تم ہمارے نذرانے قبول کرو اور جواب دو اگر ان کا جواب پسند آئے تو واہ واہ، ورنہ وہاں کے ڈپٹی کلکٹر سے اجازت لے کر اور پولیس کی موجودگی میں ان سے شرائط مناظرہ طے کر کے مناظرہ کرلو، آئندہ ہندوستان میں اہل حدیثوں کے سامنے اس قسم کی تحریر پیش کرنے کی جرأت نہ کرو، ورنہ اگر پورا پردہ اٹھا دیا گیا تو تمہاری حالت ہندوستان میں وہی ہوگی جو عیسائی دنیا میں پادریوں کی ہوچکی ہے، باتیں بہت ہیں اور وقت کم، سب کا پیش کرنا مشکل ہے۔

ع عقل منداں را اشارہ کافیست

بحث کا یہ بنیادی نکتہ طے کردینے کے بعد صرف اس لیے کہ آپ کا حقیقی رخ سامنے آجائے، آپ کی بددیانتی کا ایک نمونہ پیش کیے دیتا ہوں۔

شاہ اسماعیل شہید نے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت آنے سے پہلے لات وعزیٰ کی پرستش ہونے لگے گی، یہ عنوان کی اصل حدیث ہے اس کے بعد آپ کی نمبر۱ والی حدیث اور اس کا مفہوم اور توضیح لکھی ہے، اس کے بعد موصوف نے یہ عبارت لکھی ہے کہ ''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانے میں قدیم شرک بھی رائج ہوگا، سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے مطابق ہوا'' یعنی جیسے مسلمان لوگ اپنے نبی، ولی، امام وشہیدوں کے ساتھ معاملہ شرک کا کرتے ہیں، اسی طرح قدیم شرک بھی

پھیل رہا ہے اور کافروں کے بتوں کو بھی مان رہے ہیں۔

اس عبارت کو سامنے رکھ کر ہر شخص یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ آپ نے شہید مرحوم کی عبارت میں کیسی بدترین خیانت کی ہے اور ایک چھوٹے سے ٹکڑے کو آپ نے آگے پیچھے سے کاٹ کر کہاں سے کہاں جوڑ دیا ہے، یہ صرف آپ کی خباثت کا نمونہ پیش کرنے کے لیے میں نے لکھا ہے، اس کے بعد اصل موضوع کی طرف آئیے، آپ لکھتے ہیں کہ ''آپ نے موضوع مناظرہ متعین ہونے کے دوران ہم سے الفاظ دعویٰ کی مکمل تشریح کرالی ہے''۔

اس سلسلے میں عرض ہے کہ اگر آپ حافظہ نباشد کا شکار نہیں ہیں تو مناظرہ ختم ہونے کے بعد ٹیپ ریکارڈ سن لیجیے گا کہ جب ہم نے آپ سے گمراہ کی تشریح طلب کی تھی تو آپ نے کیا فرمایا تھا۔

بہرحال آپ کی یہ عبارت آپ کے اس خوف کی آئینہ دار ہے کہ اب ہم رشید یہ کھول کر بیٹھ جائیں گے اور آپ کی اس حرکت بیجا کا بدلہ لیں گے، جو آپ نے پچھلے دو دن تک اختیار کر رکھی تھی مگر آپ اطمینان رکھیے کہ ہم آپ کی طرح فضول سوالات پیش کرکے آپ کا اور عوام وحاضرین کا وقت ضائع نہ کریں گے۔

ہمارا موضوع بحث ہے ''آج کل کے غیر مقلدین گمراہ، گمراہ گر اور جہنمی ہیں'' اس موضوع کو ثابت کرنا اور ان پر دلائل فراہم کرنا آپ کی ذمہ داری ہے، لیکن اب تک آپ نے اس موضوع پر ایک لفظ بھی نہیں لکھا، اس لیے حسب ذیل پہلوؤں سے دلائل فراہم کیجیے، اور ہمارے سوالات کے معقول اور مدلل جواب دے کر ہمیں گمراہ، گمراہ گر اور جہنمی ثابت کیجیے۔

(۱) سنت کے لغوی واصطلاحی معنی کیا ہیں؟۔

(۲) آپ لغوی معنی میں اہلسنت ہیں یا اصطلاحی معنی میں۔

(۳) اگر اصطلاحی معنی میں اہلسنت ہیں تو اس کے ثبوت آپ کے پاس کیا ہیں۔

آپ کن عقائد واعمال کی وجہ سے اہل حدیثوں سے الگ ایک فرقہ ہیں، عقائد واعمال کی پوری وضاحت فرمایئے تاکہ اہل حدیثوں سے بالکل جدا ہوجائے۔

بڑے پیر کا یہ فرمانا کہ اہل حدیث ہی اہلسنت ہیں اس پر آپ کو کوئی اعتراض ہے، (غنیۃ الطالبین صفحہ ۹۰)

غیر مقلدین کا دور کب سے شروع ہوا، مدلل لکھیے، نیز تقلید کے لغوی و اصطلاحی معنی بتلایئے۔

چاروں اماموں سے پہلے جو لوگ تھے، وہ مقلد تھے یا غیر مقلد؟۔

اگر مقلد تھے تو کس کے؟۔

اگر مقلد نہیں تھے تو کیا تھے؟۔

اگر غیر مقلد تھے تو اس وقت جہنمی تھے یا جنتی؟۔

موجودہ دور کے غیر مقلدوں کو کس معنی میں آپ جہنمی قرار دیتے ہیں۔

جہنم آپ کے یہاں مخلوق ہے یا غیر مخلوق، مدلل تحریر کیجیے۔

جہنم میں صرف غیر مقلد جائیں گے یا دوسرے حضرات بھی۔

آپ کو امام ابوحنیفہ کے مقلد بننے کا حکم کس نے دیا، اللہ نے، اس کے رسول نے، یا ان چاروں اماموں نے، جن کی آپ یا دوسرے لوگ تقلید کرتے ہیں، مدلل لکھیے۔

اگر اللہ اور رسول نے حکم نہیں دیا تو آپ ان کی تقلید کیوں کرتے ہیں۔

اگر تقلید کا حکم اللہ نے اور رسول نے نہیں دیا ہے تو دوسروں کو مقلد ہونے کا حکم آپ کیوں دیتے ہیں۔

اگر اللہ اور رسول نے حکم دیا ہے تو حکم دکھلایئے۔

اگر اللہ اور رسول نے مقلد بننے کا حکم نہیں دیا ہے تو غیر مقلد جہنم میں کیوں جائیں گے۔

غیر مقلدوں کو جہنم میں آپ بھیجیں گے یا اللہ۔

اگر آپ بھیجیں گے تو اس کے اختیارات آپ کو کہاں سے ملے۔

(۲۱) اگر اللہ بھیجے گا تو اس کا پتہ آپ کو کیسے لگ گیا۔
(۲۲) اللہ آپ کی کن باتوں سے خوش ہو کر آپ کو جنت میں بھیجے گا اور غیر مقلدوں کی کن باتوں سے ناخوش ہو کر ان کو جہنم میں بھیجے گا۔
(۲۳) کن عقائد کی بنا پر ایک شخص گمراہ ہوتا ہے، مفصل اور مدلل لکھیے۔
(۲۴) کن عقائد و اعمال کی بنا پر آدمی گمراہ اور جہنمی ہوتا ہے ان عقائد و اعمال کو غیر مقلدوں میں ثابت کیجیے۔
(۲۵) ایک غیر مقلد مرنے کے بعد اور جہنم میں جانے سے پہلے آپ کے نزدیک کس حالت میں رہے گا، مدلل لکھیے۔

چونکہ مناظرہ کے لیے وقت کم ہے، اس لیے ہم نے چند سوالات پر اکتفا کیا، براہ کرم جوابات پیش فرمائیے، غالباً یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ ایک مدعی کی حیثیت سے ان سوالات کا حل کرنا آپ کے ذمہ ہے، نیز ہم نے آپ کی طرح ایسے سوالات ہی نہیں کیے ہیں جن سے عام مسلمان بخوبی واقف ہیں، اگر آپ ان کی وضاحت فرمائیں گے تو ہمارے ساتھ ساتھ عام مسلمانوں کا بھی فائدہ ہوگا، اور آپ کے علمی و تحقیقی جوابات سے قیامت تک مسلمان فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔

یاد رہے کہ آپ نے اگر کتاب وسنت کی روشنی میں ہمیں گمراہ، گمراہ گر اور جہنمی ثابت نہ کیا تو آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی جو حدیث اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا جو فتویٰ نقل کیا ہے اس کی روشنی میں خود گمراہ اور گمراہ گر ثابت ہوں گے، پھر آپ کا ٹھکانہ کیا ہوگا، یہ بھی آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

صفی الرحمن الاعظمی

۲۶/اکتوبر ۱۹۷۸ء

حکیم ابوالحسن عبیداللہ

وٹ :۔

تحریر غیر مقلد نمبر (۱)

(۱) جناب آپ ہیں کہاں، کیوں اپنے عوام کو بیوقوف بنانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں، ہم نے قرآن، احادیث صحیحہ مرفوعہ اور اجماع اور قیاس سے آپ کے خلاف حجت قائم کی ہے، صرف ہم نے آپ کا عقیدہ آپ کے امام اسماعیل دہلوی کی اس کتاب سے دکھایا ہے جو سارے وہابیوں کے نزدیک قرآن مجید پر بھی مقدم ہے، اور یہ بات تو اب ثابت ہی ہوگئی کہ آپ بھی اسماعیل دہلوی کو امام اور اس کی کتاب کو اپنا مذہبی بائی لاج مانتے ہیں، ورنہ جواب میں آپ یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم سے اسماعیل دہلوی سے کیا مطلب، وہ گستاخ رسول گمراہ ہے، ہم اس کی کتاب تقویۃ الایمان کو گمراہ کن ناپاک کتاب جانتے ہیں، یکروزی کو گمراہی کی پوٹ جانتے ہیں، یا کم از کم اتنا ہی کہہ دیتے کہ تقویۃ الایمان، یکروزی، ہمارے نزدیک بھی غیر معتبر کتاب ہے، مگر آپ نے یہ نہیں کہا بلکہ الٹے یا اپنے مذہب کے مطابق سیدھے اسماعیل دہلوی کی جھوٹی سچی تعریفوں کے پل باندھ دیئے، اور تقویۃ الایمان کی ایک کفری عبارت کی الٹی سیدھی تاویل کرنے لگے، یہ دلیل ہے کہ اسماعیل آپ کے صرف اعمال ہی میں نہیں عقائد میں بھی امام ہے، اور تقویۃ الایمان کے کفریات کو آپ لوگ اپنا ایمان جانتے ہیں۔

(۲) آپ لوگ عہد رسالت میں موجود ہوتے تو ضرور مشرکین یہود و نصاریٰ کی صف میں آپ لوگوں کا بھی نام ہوتا، مگر آپ لوگ تو تیرہویں صدی کی پیداوار ہیں، اور اب نجدیوں کے ریال سے پھل پھول رہے ہیں، تو آپ کا ذکر قرآن و حدیث میں کہاں سے آئے گا کہ ہم قرآن کی آیت میں دکھادیں کہ یہ آپ کا نام ہے اور دیکھے

اس صف میں آپ کا تذکرہ ہے، دیگر گمراہ فرقوں کی طرح اب آپ کی گمراہی ثابت کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ آپ کے عقائد آپ کی مسلم الثبوت کتابوں سے بیان کر کے یہ بتادیا جائے کہ آپ کا یہ عقیدہ قرآن وحدیث واجماع امت کے خلاف ہے اور یہی اہلسنت کے فاضل مناظر نے کیا۔

(۳) آپ لکھتے ہیں کہ ہم اللہ کے بعد اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کا مرتبہ تسلیم کرتے ہیں، یہ بالکل جھوٹ اور تقیہ بازی ہے، ثبوت کے لیے دیکھیے ہماری اس تحریر نمبر ا کا نمبر ۲، آپ لوگ صرف اللہ کو ماننے کا ادعا کرتے ہیں، اللہ عزوجل کے علاوہ اوروں یعنی ابنائے صمدیہ کے ماننے کو خبط کہتے ہیں، اس کا کوئی جواب تھا تو کیوں نہیں دیا۔

اور اللہ عزوجل کو بھی جیسا مانتے ہیں وہ نمبر ۳، ۵ میں دیکھیے کہ جہل، چوری، ظلم، جھوٹ کسی عیب کو اس کی شان کے خلاف نہیں جانتے۔

آپ نے جو لکھا ہے کہ چاروں اماموں کو بھی عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے ہیں، یہ بھی سفید جھوٹ ہے، آپ لوگوں کی کتابوں میں ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین کو مشرک، یہودی، نصرانی کیا کیا نہیں لکھا گیا ہے، گھر میں کچھ اور اسٹیج پر کچھ اور، کتاب میں کچھ اور حریف کے مقابل کچھ اور۔

آپ نے لکھا کہ پہلے قرآن، اس کے بعد حدیث اور اس کے بعد اقوال صحابہ میں اپنے مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں، یہ بھی جھوٹ، آپ لوگ بخاری کو قرآن پر مقدم جانتے ہیں، قرآن میں صاف صاف ارشاد ہے اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (پ ۹، سورۃ الاعراف: ۲۰۴) جب قرآن پڑھا جائے تو بغور سنو اور خاموش رہو، مگر نماز میں آپ لوگ قرآن پڑھے جانے کی حالت میں بغور سننا تو بڑی بات ہے قطعاً نہیں سنتے اور خود بھی پڑھتے ہیں، چپ نہیں رہتے۔

آپ نے لکھا ہے چاروں امام کسی مسئلہ میں متفق ہوں تو واہ واہ، یہ بھی جھوٹ ہے، چاروں امام اس پر متفق ہیں کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق تین ہی ہیں اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کے صحابۂ کرام کا متفقہ فیصلہ ہے، امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں۔

قال الشافعی و مالک و ابوحنیفة و احمد و جماهیر العلماء من السلف و الخلف یقع الثلاث

ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاق کے بارے میں امام شافعی و امام مالک و امام ابوحنیفہ و امام احمد اور سلف و خلف کے جمہور علما فرماتے ہیں کہ تین واقع ہوگی۔

آپ نے لکھا کہ، اگر ان میں اختلاف ہو تو سب کے اقوال کو اصول دین اور عقل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں، آج آپ کی ذات معلوم ہوئی کہ آپ سنار ہیں، اصول دین سے آپ لوگوں کو کیا لگاؤ، اصول دین کا نام کیوں بدنام کرتے ہو، کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان کا نام لو، ہاں عقل کی کسوٹی آپ نے صحیح کہا، اسی سے معلوم ہوگیا کہ آپ لوگ متبع حدیث نہیں، اپنی سمجھ کے متبع ہیں، اہل حدیث نہیں، اہل رائے ہیں۔

اولاً تو شرائط کی خلاف ورزی نہیں، اور اگر بالفرض ہو بھی تو شرائط مناظرہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے یہ کفری اقوال ایمان نہیں ہوں گے، رہیں گے کفر ہی، اس کا کوئی جواب ہوتا تو دیتے، خاموش ہوجانا دلیل ہے کہ اہلسنت مناظر کے عائد کیے ہوئے کفریات کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔

صرف باؤ والی عبارت پر بولے اگر چہ جو بولے وہ نہ بولتے تو ان کے حق میں مفید ہوتا مگر بقیہ چار عبارتوں کی کوئی تاویل نہیں کی، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ان چار عبارتوں کی صفائی ان کے پاس کچھ نہیں، اس لیے ثابت ہوگیا کہ اہلسنت کا غیر مقلدین پر عائد کیا ہوا الزام ثابت ہے کہ یہ جناب باری عز اسمہ اور جناب رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں یقیناً گستاخ و بے ادب ہونے کی وجہ سے گمراہ اور گمراہ گر اور جہنمی ہیں۔

اپنی قابلیت جتانے کے لیے غیر مقلد مناظر نے پہلے سے مرتب کیے ہوئے پچیس سوالات پیش کیے، اس نے سوچا تھا کہ ان کے جوابات ان پینتالیس منٹ میں نہ پائیں گے تو کہنے کو ہو جائے گا کہ ہمارے اتنے سوالات کے جواب نہ دے سکے، مگر اہلسنت کے فاضل مناظر نے کمال کر دیا، انھیں پینتالیس منٹ میں ان پچیس سوالوں کے جوابات بھی لکھے اور دیگر اہم پائنٹ پر اس کی گرفت بھی کی، ناظرین ملاحظہ کریں۔

تحریر نمبر (۲)

:۔ اہلسنت وجماعت:۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ
واصحابہ والذین اتبعوہ باحسان الیٰ یوم الدین

اما بعد

محترم! آپ ہم پر الزام دیتے ہیں کہ ہم خلاف شرائط چل رہے ہیں، شاید آپ
نے شرائط مناظرہ پر بے سمجھے دستخط کیے ہیں، تین شرائط پھر پڑھ لیجیے، شرط نمبر ۸ میں یہ بھی
ہے کہ کسی بھی اہل حدیث عالم کا قول انکے خلاف بطور حجت پیش نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس
ول کی بنا پر جماعت اہل حدیث پر کوئی حکم شرعی لگایا جا سکتا ہے۔

کہیے مولوی اسماعیل دہلوی اہل حدیث تھے یا نہیں، اگر نہیں تھے تو ان کا قول
کیوں نہ بطور حجت پیش ہو، اور کیوں نہ اس کی بنا پر آپ پر حکم شرعی لگایا جائے، جب کہ وہ
گمراہ ہیں آپ کے پیشوا بھی تھے اور اگر وہ واقعی اہل حدیث تھے تو آپ پر اس کی
ستاویزی شہادت پیش کرنا لازم ہے، چلیے ہم فرض کیے لیتے ہیں کہ وہ غیر مقلد تھے لیکن
س سے آپ پر حجت قائم ہونے میں کیا خلل پڑتا ہے، ان کا غیر مقلد ہونا آپ پر حکم
شرعی عائد کرنے میں کیسے مانع ہو سکتا ہے کیونکہ آپ نے ہمارے دعویٰ کا متن پڑھا تھا،
پھر آپ نے اس کی تشریح ہم سے طلب کی تھی تو ہم نے تشریح میں بتا دیا تھا کہ غیر
مقلدین سے مراد مولوی اسماعیل دہلوی کے ماننے والے غیر مقلدین ہیں، اس پر آپ

نے مناظرہ کا چیلنج قبول کیا، اب آپ کسی معمولی ذہن رکھنے والے سے دریافت کر لیجیے کہ کیا آپ نے مولوی اسماعیل کو حجت نہیں مانا اور وہ جب حجت ہوئے تو شرط مناظرہ میں ان کا ذکر ہونے نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا، اس لیے کہ موضوع مناظرہ ہی مناظرہ کی بنیادی شرط ہوتی ہے، ہر شرط میں ترمیم واضافہ اور تخصیص کی گنجائش رہتی ہے لیکن موضوع مناظرہ میں کوئی ترمیم ممکن نہیں، یہاں تو صرف دو صورت ہے، یا تو مدعی اپنا دعویٰ واپس لے یا مخالف دعویٰ تسلیم کر لے، مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے ماننے والوں کی گمراہی ہمارے نزدیک روز روشن کی طرح واضح ہے، ہم اپنے موقف سے ایک انچ بھی ہٹنے کو تیار نہیں ہیں، لہٰذا آپ کے پاس دو ہی راستے ہیں یا تو آپ ہمارے دعویٰ سے اتفاق کر لیں یا پھر مولوی اسماعیل دہلوی کو گمراہی سے بچالیں اور راستہ ہم نے بند کر دیا۔

مولوی اسماعیل دہلوی کی عبارت پیش کرنے پر آپ کا یہ کہنا کہ یہ اصول مناظرہ کے خلاف ہے، میرے اپنے خیال سے آپ نے گریز اور فرار کی راہ معین کر لی ہے، جس کی تکرار مسلسل چار روز سے ہو رہی ہے اور غیر مقلدین کا دامن جن خار دار جھاڑیوں سے الجھا ہوا ہے اس سے بچ کر آپ گزر جانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں، حالانکہ ہندوستان میں آپ کی غیر مقلدیت مولوی اسماعیل دہلوی سے معروف ومتعارف ہے اور آپ کا ڈانڈا انھیں سے ملتا ہے، علاوہ ازیں آپ شرائط مناظرہ کو پھر ملاحظہ فرمایئے، غیر مقلد کی تشریح کس طرح کی گئی ہے۔

لہٰذا اسی وقت آپ کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ اگر آپ کی نظر میں غیر مقلد سے مراد وہ غیر مقلد ہیں جو اسماعیل دہلوی کے ماننے والے ہیں تو مناظرہ کے لیے آپ انھیں تلاش کیجیے، یہ مان کر آپ سے بہت بڑی بھول اور چوک ہوئی ہے، افسوس ہے کہ خطا آپ کی ہے اور کفارہ ہم ادا کریں، آپ اپنی تحریر سے پابند ہیں کہ آپ اسماعیل کے ماننے والوں میں ہیں، اور جب ان کو آپ اپنا دینی پیشوا مان چکے تو پھر جو حکم شرعی ان پر لگے گا وہ آپ پر بھی لگے گا، اور کترانے سے کام نہ چلے گا۔

چونکہ موضوع مناظرہ میں یہ طے ہے کہ آج کل کے غیر مقلدین مولوی اسماعیل دہلوی کے ماننے والے ہیں، آپ نے اس موضوع پر مناظرہ منظور کیا تو ثابت ہوا کہ آپ ان کے ہم عقیدہ ہیں، لہٰذا ان کی کتابوں میں جتنی باتیں گمراہی کی ہیں وہ سب آپ لوگوں کی گمراہی ہوئی۔

اس لیے مولوی اسماعیل دہلوی کی گمراہی سے آپ بھی خود گمراہ ہوں گے، ارشاد ہے اِنَّکُمْ اِذاً مِّثْلُهُمْ (پ ۵، سورۃ النساء: ۱۴۰) رضاء بالکفر کفر اور رضا بالضلالت ضلالۃ۔

آپ نے مولوی اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان کی عبارت پر ہم کو خیانت کا الزام دیا ہے، مگر خیانت آپ نے کی ہے ہم نے دعویٰ میں وہ عبارت لکھ دی ہے، دیکھیے میں نے وہ عبارت جو نقل کی تھی یہ ہے کہ ''سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا مرجاویں گے اور وہی لوگ رہ جائیں گے جن میں کچھ بھلائی نہیں'' سب اچھے مرجاویں گے کا صاف مطلب یہی ہے کہ کوئی مسلمان زندہ نہیں رہے گا، جس کی تفصیل بعد میں ہے وہی لوگ رہ جائیں گے جن کے دل میں کچھ بھلائی نہیں۔

بولیے! ایمان بھلائی ہے یا نہیں، جب کچھ بھلائی نہیں رہے گی تو ایمان بھی نہ رہے گا، لہٰذا اس عبارت کا وہی مطلب ہوا جو میں نے بیان کیا ہے، آپ نے دی ہوئی عبارت کو ہضم کر لیا یہی خیانت ہے۔

آپ نے موضوع سے ہٹ کر الٹے اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر اعتراض شروع کر دیا ہے، الملفوظ میں جو کچھ ہے وہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا اپنا اختراع کیا ہوا نہیں ہے، وہ ناقل ہیں، علامہ سید احمد عبدالباقی زرقانی نے اپنی کتاب شرح مواہب اللدنیہ جلد سادس ص ۱۶۹ پر بعض علما سے نقل کیا ہے، زرقانی علی المواہب میں ہے: اس عبارت میں اگر گمراہی ہے تو پھر یہ علامہ عبدالباقی زرقانی کون ہوئے اور جن علما سے انھوں نے نقل کیا ہے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ پھر اس عبارت میں قابل اعتراض بات کیا ہے، کیا جنت میں ازواج

مطہرات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں گی یا نہیں، اگر نہیں تو کیا قرآن مجید کا انکار ہے؟ ارشاد ہے وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (پ ۲۷، سورۃ الطور: ۲۰) اور اگر جنت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں گی تو ازدواجی تعلقات رہیں گے یا نہیں، اگر رہیں گے تو اگر بعد وصال اور قبل قیامت یہ تعلق ہے تو کیا اعتراض؟۔

آپ یہ بتائیے کہ اگر کسی کا عقیدہ ایسا ہو جو گمراہ ہو تو کیا اس پر گمراہی کا حکم نہ ہوگا، کسی کی گمراہی یا خوش اعتقادی معلوم کرنے کی صورت سوائے اس کے اور کیا ہے کہ اس کے مذہب کے علما کی وہ کتابیں دیکھی جائیں جن کو وہ لوگ اپنا پیشوا مانتے ہیں اور یہی ہم نے کیا ہے۔

آپ کے اسماعیل صاحب نے جو جہاد کیا ہے وہ ہم کو خوب معلوم ہے، سنئے! ان کے بہت بڑے معتقد مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ ''سید صاحب نے سب سے پہلا جہاد یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا ہے''۔ (تذکرۃ الرشید حصہ دوئم)

بولیے! یہ یار محمد خاں کسی سکھ کا نام ہے؟ مولوی اسماعیل دہلوی کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے، اور وہ اس عقیدہ کی بنا پر گمراہ ہوئے اور یاد رکھیے کوئی گمراہ قتل ہو کر شہید نہیں ہوتا مگر مٹی میں ملتا ہے قرآن مجید میں ہے۔ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ (پ ۲۶، سورۃ محمد: ۳۲) گستاخ رسول کو آپ لوگ شہید مانتے ہیں، یہ بھی آپ کی گمراہی ہے، شاتم رسول بلاشبہ جہنمی ہے، اگر آپ کو اس سے اختلاف ہو اور آپ شاتم رسول کو جنتی جانتے ہیں تو بتائیے پھر ہم شاتم رسول کے جہنمی ہونے کے بارے میں آیات واحادیث پیش کریں، مسلم الثبوت بات پر دلیل نہیں پیش کی جاتی۔

مولوی اسماعیل دہلوی کی کہیں قبر ہوتی تو شاید آپ لوگ اس کا انکار ہی نہیں کرتے، مزارات کی حاضری اور نیاز وفاتحہ کرنا جائز ہے، یہی تو آپ لوگوں کو جلن ہے کہ ہمارے شہید مر کر جس مٹی میں ملے وہ مٹی بھی ایسی مٹی میں ملی کہ اس کا بھی کہیں پتہ نہیں ہے، انگور نہ ملے تو کھٹے۔

تُرکی بہ تُرکی

آپ نے سوالات قائم کرنے سے قبل بڑی لمبی تمہید باندھی ہے کہ ہمارے سوالات موضوع مناظرہ سے متعلق اور اہلسنت کی طرح طلب تشریح مدعا کے ضمن میں آتے ہیں، مگر مولانا! اس مناظرہ کی روداد بھی چھپے گی اور اہل علم کے سامنے بھی آئے گی اس وقت ظاہر ہوگا کہ آپ کے اس دعویٰ کی حقیقت کیا ہے، یہ مناظرہ اس بند کمرہ ہی میں گھٹ کر نہیں رہ جائے گا۔

بتاؤ یارو بہ روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

ہم نے گن کر آپ کے ہر سوال کا جواب چکا دیا ہے۔

(۱) السنة مطلق الطريقة وفى الشريعة الطريقة المرضية المسلوكة فى الدين من غير افتراض ولا وجوب اشرح منا (ابن ملک ص ۵۸۶)

(۲) فاشتغل هو ومن تبعه بابطال راى المعتزلة واثبات ماورد به السنة ومضى عليه الجماعة فسموا اهل السنة والجماعة (شرح عقائد ص ۱۶)

ہم اسی معنی میں اہلسنت ہیں۔

(۳) لا مناقشة فى الاصطلاح.

(۴) ہمارے اعمال وعقائد ما انا عليه واصحابی حدیث نبوی کے موافق ہیں، رہ گیا امتیاز ما بين اهل السنة و غير المقلدين فهو معروف و ممتاز بين المسلمين۔

(۵)(۶) بڑے پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا زمانہ چھٹی صدی ہجری ہے اور مناظرہ جن غیر مقلدین سے ہے وہ اسماعیل دہلوی اور ان کے بعد ہیں، اس طرح یہ تیرہویں

صدی کے پیداوار ہوئے، پس ان غیر مقلدین کا ان اصحاب حدیث سے کیا واسطہ۔
مولانا! ہم بھی ہیں پانچوں سواروں میں سے کام نہیں چلے گا۔
(الف) تقلید، کے لغوی معنی قلادہ در گردن نہادن۔
(ب) اصطلاحی اتباع الانسان غیرہ فیما یقول او یفعل معتقد الحقیقة من غیر مطالبة الدلیل ملخصا (کشاف اصطلاحات الفنون ج ۲ ص ۱۱۷۸)
(۷)(۸)(۹) مجتہد بھی تھے اور مقلد بھی۔
(۱۰) اس کا جواب، جواب نمبر ۷ تا ۹ سے واضح ہے۔
(۱۱) چونکہ گمراہوں کو پیشوا اور مقتدا تسلیم کرتے ہیں وما انا علیہ و اصحابی سے کٹ کر الگ ہوگئے اس لیے کلھم فی النار کے تحت جہنمی ہیں۔
(۱۲) ھما مخلوقتان موجودتان و اثباته من قصة ادم وحوا (شرح عقائد ص ۷٦)
(۱۳) آپ مطمئن رہیں، آپ اکیلے ہی نہیں جائیں گے بلکہ اکہتر فرقے اور بھی ہوں گے۔

قیس تنہا ہے بیاباں میں مجھے جانے دو
خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

(۱۴) تا (۱۸) اللہ نے حکم دیا فَاسْئَلُوْآ اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْن (پارہ ۱۷، سورة الانبیاء، رکوع ۱، آیت ۷)
(۱۹)(۲۰) صاحب ہم بھیجنے والے کون ہوئے، آپ اللہ کے حکم سے اور اپنے کرتوت کے سبب جائیں گے۔
(۲۱) باخبار نبیه الصادق المصدوق من شذ شذ فی النار.
(۲۲)(۲۳) ما انا علیه واصحابی کے مصداق ہیں حدیث مبارک ہے کلھم فی النار الا ملة واحدة (ترمذی شریف جلد ثانی ص ۸۹)

(۲۴) جی ہاں! اسی بات کی دلیل کل سے شروع ہے اور ابھی آگے دیکھیے کیا آتا ہے

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

(۲۵) **فی البرزخ حسب اعماله و عقائده۔**

صفی الرحمٰن الاعظمی
حکیم ابوالحسن عبیداللہ

ضیاء المصطفیٰ قادری
فقیر محمد حبیب الرحمٰن غفرلہ

تحریر نمبر (۲)

از:۔ غیر مقلدین:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد افضل المرسلین وخاتم النبیین وعلیٰ آلہ وصحبہ ومن تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین

اما بعد

آپ بحیثیت مناظر یہ جانتے ہیں کہ دعویٰ مسلمات میں سے نہیں ہوتا، اگر دعویٰ ہی مسلمات میں سے ہوتو پھر مناظرہ کس بات پر، پھر آپ ایک طرف یہ اصول بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کسی اہل حدیث عالم کے قول کو اہل حدیثوں کے خلاف بطور حجت پیش نہیں کر سکتے اور دوسری طرف آپ پیش بھی کرتے جارہے ہیں۔

سنئے! ہمارے اور شاہ اسماعیل شہید کے درمیان جو مسئلہ متفق علیہ ہے وہ یہی ہے کہ کوئی شخص امت کے فرد واحد کی تقلید نہیں کرے گا، یعنی کسی شخص کی بات کسی پر حجت نہیں ہوسکتی، پھر بھی آپ کو ضد ہے کہ شاہ اسماعیل شہید کی باتیں ہمارے خلاف بطور حجت پیش کریں گویا۔

واعظ دلیل لائے جومے کے جواز پر اقبال کو یہ ضد ہے کہ پینا بھی چھوڑ دے

سنئے! جو چیزیں مناظرہ سے متعلق ہمارے اور آپ کے مسلمات سے ہیں وہ صرف شرائط ہیں، لیکن آپ جس غلط راہ پر چلنے کی مسلسل کوشش کررہے ہیں اس کے پیش نظر آپ نے ضروری سمجھا کہ شرائط کو مسلسل پامال کرتے رہیں اور شہید مرحوم کی عبارتوں

یں مسلسل خیانت اور بددیانتی کا ارتکاب کرتے رہیں، ہم نے جو پوری عبارت پیش کی ہے آپ کو کسی بھی شخص کے سامنے پیش کر کے دیکھ لیجیے وہ آپ کی خیانت بیجا پر سر پیٹ کر رہ جائے گا۔

حضرت سن لیجیے! تقویۃ الایمان چھپ چکی ہے، دوسروں کے ہاتھوں میں بھی ہے اس پر آپ اور آپ کے علمائے کرام کے بددیانتانہ قسم کے الزامات بھی سامنے آچکے ہیں اور اہل حدیث تصانیف میں ان کا ایسا معقول مدلل منہ توڑ اور مسکت جواب دیا جاچکا ہے جس کی تردید سے پوری دنیائے بریلویت عاجز ہے، آپ ان عبارتوں کو کرید کر اور اپنی بددیانتی کا مظاہرہ فرما کر کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے، آپ نے صرف اسی عبارت میں بددیانتی نہیں کی ہے جس کا حوالہ پچھلی بار دے چکے ہیں، بلکہ دیگر عبارتوں میں بھی اسی طرح کی خیانت کوشی سے کام لیا ہے، جہاں پر مر کر مٹی میں ملنے کی عبارت ہے وہیں حاشیہ میں یہ صاف لکھا ہوا ہے کہ اس سے مراد دفن ہونا ہے، کیا آپ حضور کو مدفون نہیں مانتے، پھر اس سلسلے میں آپ کے درمیان اور شاہ اسماعیل شہید کے درمیان کیا فرق ہوا۔

آپ کے احمد رضا خان صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں جس بات کے ناقل ہیں، اس کے مصدق بھی ہیں، کیا ایسے ہی حیا سوز مسائل بیان کرنا، دین کی خدمت اور دخول جنت کا ذریعہ ہیں۔

شاہ اسماعیل شہید کی قبر بالاکوٹ میں موجود ہے بلکہ آپ کے پاکستانی بھائیوں نے ان کا مزار بنانے کی کوشش بھی کی تھی، تشریف لے جائیے، آپ کے عقیدے کے مطابق آپ کا مناظرہ ان سے ہوجائے گا، ہاں یہ ضرور بتایے کہ بالاکوٹ میں جن مسلمانوں کی حفاظت کرتے شہید ہوئے تھے، کیا وہ سنی مسلمان نہ تھے، آپ کی مشین تکفیر اگر یونہی چلتی رہی تو انشاء اللہ بہت جلد آپ پوری دنیا کو مسلمانوں سے خالی کر ڈالیں گے۔

اور اس کے بعد سنئے ! ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر مرادیں مانگنے، چادریں چڑھانے نہیں جاتے تو پھر شاہ اسماعیل شہید کا مزار تلاش کرنے کی ہمیں کیا ضرورت ہے، آپ کی مجبوری بھی قابل داد ہے کہ آپ مناظرہ تو طے کرتے ہیں، کتاب وسنت کی روشنی میں کرنے کے لیے، مگر اَوَ کُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهداً نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ (پ ا، سورۃ البقرۃ: ۲۰۰) کے مطابق اپنی بات کے ثبوت میں ادھر ادھر کے حوالے پیش کررہے ہیں، آپ کے سارے جوابات قطعی غیر مدلل ہیں، آپ ہمارے سوال نمبر ۷، ۸، ۹ کے جواب میں لکھتے ہیں کہ مقلد بھی تھے اور مجتہد بھی تھے، اس قسم کے جواب سے گاڑی نہیں چل سکتی، آپ اجتہاد اور تقلید کے صاف صاف حدود قائم کیجیے اور ان حدود پر متعینہ ادلہ شرعیہ سے دلائل لائیے، پھر ثابت کیجیے کہ ایک شخص بیک وقت مقلد بھی ہوسکتا ہے اور مجتہد بھی، پھر اس کے بعد ان میں وہ اوصاف ثابت کیجیے کھوکھلے دعوے سے کام نہیں چلے گا۔

آپ نے پچھلے مقلدین اور موجودہ مقلدین کے درمیان جو فرق بیان کرنے کی کوشش کی ہے، وہ آپ کی زبردستی کا نتیجہ ہے، جسے آپ نے اپنی خیانتوں اور بددیانتوں کے بل بوتے پر قائم کیا ہے، حضرت اس طرح کی منہ زوریوں سے کام نہیں چلے گا، آپ کو دیانتداری کے ساتھ اگر کسی کے عقائد پیش کرنا نہیں آتا ہے تو ہم سے سنئے اور ہمارے پیش کردہ ان عقائد پر اگر آپ کو کوئی اعتراض ہے تو لائیے، سامنے رکھیے، ہاں آپ یاد رکھیں، ہمیں اس بات کا پورا اطمینان ہے کہ اگر ہم کو جہنم میں جانا پڑا تو آپ کو ہماری پیشوائی کا شرف حاصل ہوگا، ہاں اسماعیل شہید کے اعمال کی بنیاد پر کروڑوں مسلمانوں کو جہنم کے داخلے کا پروانہ دینا ان قرآنی آیتوں کے خلاف ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا (پ ۲۴، سورۃ حٰمٓ السجدۃ: ۴۶) لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (پ ۳، سورۃ البقرۃ: ۲۸۶) وغیرہ متعدد آیتوں کے خلاف ہے۔

ہمارے عقائد

یہ اصولی بات ہے کہ عقائد کے متعلق صاحب عقیدہ کا بیان معتبر ہوگا، ایک شخص یا گروہ اعلان کرے کہ ہمارے عقائد یہ ہیں، اور دوسری جماعت کہے کہ نہیں تمہارے عقائد یہ ہیں تو یہ طرز عمل غیر معتبر اور جھوٹا پروپیگنڈہ قرار پائے گا، اب ہم اپنے چند عقائد نمبر وار لکھتے ہیں اور اس کو پھیلانے کی اجازت بھی دیتے ہیں۔

(۱) ہم اہانت رسول کو کفر اور بزرگوں بلکہ عام مسلمانوں کی اہانت کو فسق سمجھتے ہیں۔

(۲) درود شریف کا پڑھنا اور اس کے ورد کو بہت بڑے ثواب کا کام سمجھتے ہیں۔

(۳) ہم اس درود کو جو نماز میں ہر مسلمان پڑھتا ہے اس کو پڑھنا افضل سمجھتے ہیں اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے کے باوجود خود درود گڑھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ اعلیٰ کے رہتے ہوئے ادنیٰ کی ضرورت نہیں ہے۔

(۴) ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک درود شریف پہنچانے کے لیے فرشتے مقرر ہیں، کیونکہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہے اور یہ عقیدہ ہمارے نزدیک غلط ہے کہ میلاد کی مجالس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم درود کا تحفہ قبول فرمانے کے لیے آتے ہیں، ہم اس کو خلاف ادب سمجھتے ہیں۔

(۵) ہم اولیائے کرام کا مقام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد سمجھتے ہیں اور ان کے ادب واحترام کو ضروری سمجھتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرنے والے کو برا جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہر مسلمانوں کی بوقت ضرورت مدد فرماتا ہے، اولیائے کرام پر عام مسلمانوں کے مقابلے میں ان گنت اللہ کی عنایتیں ہیں، ان عنایات الٰہی کو ہم کرامت سمجھتے ہیں، اولیا سے کرامت بلا قصد وارادہ واختیار صادر ہوتی ہے، جس طرح پھول میں جو خوشبو ہوتی ہے اس میں پھول کے اختیار کو کوئی دخل نہیں ہوتا، یہی

حال کرامات اولیا اور معجزات انبیا کا ہے، اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اور ضرورت سمجھتا ہے اولیائے کرام اور انبیائے عظام کو کرامات اور معجزات سے نوازتا ہے، ہم اولیائے کرام کی شان میں ہر اس احترام کو جائز سمجھتے ہیں جو شرعاً حرام نہ ہو، ہم اولیاے کرام کو سنت کا پابند اور شریعت کا داعی جانتے ہیں، ہندوستان میں اسلام کی اشاعت ان کے دم قدم کی برکت ہے، آج ان کے مزاروں پر جو کچھ ہو رہا ہے ان باتوں کو ہم ان کے احترام کے خلاف جانتے ہیں، کیونکہ اکثر چیزیں کتاب وسنت کے خلاف ہیں، داعی کتاب وسنت کے مزار پر خلاف کتاب وسنت کام کرنا ان کی شان میں ہم بے ادبی تصور کرتے ہیں۔

(۶) ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو آپ کی تعلیم کے مطابق ہے، از خود محبت و احترام و اجلال کے نام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی عقیدہ رکھنا حضور کی شان میں گستاخی سمجھتے ہیں۔

(۷) ہم ہر امام کی ان باتوں کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں جو کتاب وسنت کے مطابق ہوں، ہاں قرآن وحدیث میں اگر کوئی حکم موجود ہو اور امام کا قول اس کے خلاف ہو تو اس قول کا ماننا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی سمجھتے ہیں۔

سنی دوستو! ہم انبیا اور اولیا کے عزت واحترام سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں جبکہ ہم استاذ، ماں، باپ حتی کہ عمر میں اپنے سے بڑوں کا ادب واحترام اپنے اوپر واجب تصور کرتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ ہم ادب کرتے ہیں، ان کی عبادت نہیں کرتے، خدا کے روکنے کی وجہ سے نہیں کرتے اور ادب اس کے حکم کی وجہ سے کرتے ہیں، ادب واحترام کے حدود تو سبھی جانتے ہیں، لیکن عبادت کیا ہے اس کی پوری وضاحت قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں ہم پیش کر چکے ہیں، ٹیپ لگایئے اور لطف اٹھایئے، انبیا کے معجزات کو بھی ہم مانتے ہیں، اور اولیا کی کرامات کو بھی۔

معجزات کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کبھی انبیا کی نبوت کے ثبوت میں
خارق عادت چیزوں کو اپنی ذاتی خدائی قوت سے ظاہر فرماتا ہے یہ ہے معجزات کی
قت، نبی کو ان کے ظاہر کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا، یہی حال کرامات اولیا
ہے، اللہ اپنے جس بندے کی بندگی سے خوش ہوتا ہے اس پر اپنے لطف وکرم کی
ش کرتا ہے، یہی بارش کرامات ہیں، ان کرامات میں اولیا کی طاقت کو کوئی دخل نہیں
ا، اس کے کچھ دلائل تو ہم قرآن پاک کی آیات سے پیش کر چکے ہیں، آج بخاری
یف سے چند حدیثیں آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔
بخاری شریف ج ۲ ص ۹۳۲ میں ایک حدیث آئی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ ہم تمہاری ایک دعا ضرور سنیں گے، ہر نبی
ی دعا ختم کر چکا، لیکن حضور رحمۃ للعالمین اپنی وہ دعا محفوظ رکھے ہوئے ہیں، معلوم
ا کہ انبیا کو بھی جو کچھ ملتا ہے خدا سے ملتا ہے، اور دعا سے ملتا ہے (ص ۹۳۵) بخاری
ریف ج ۲ میں ایک لمبی حدیث ہے کہ جس میں یہ لفظ آیا ہے **اللھم لک**
سلمت وبک خاصمت اے اللہ! تیرے جلال وقدرت کے سامنے میں نے
گردن جھکا دی اور تیری توفیق وعنایات سے میں دشمنو کا مقابلہ کرتا ہوں (بخاری
ریف ج ۲ ص ۹۳۶) میں ایک حدیث ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور جب
ضائے حاجت کے لیے جاتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے **اللھم انی اعوذبک من**
لخبث والخبائث اے اللہ! ارواح خبیثہ کے شر سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں،
آپ جو دعا خود پڑھتے تھے، اس کے پڑھنے کے ساتھ امت کو بھی پڑھنے کا حکم فرماتے
تھے، اسی میں ص ۹۳۷ میں یہ دعا آتی ہے **لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما**
منعت اس کا ماحصل ہوا کہ تو اگر کسی کو دے تو روکنے والا کون اور نہ دے تو دینے
والا کون، جب صورت حال یہ ہے تو اپنے گھروں میں آرام کے ساتھ رہنا چاہیے اور
اپنی حاجات وضروریات خدا سے مانگنا چاہیے، انشاء اللہ اگر صدق دل سے آپ

مانیں گے تو گھر بیٹھے ملے گا اور اگر مزاروں کا چکر لگائیں گے تو پیسہ بھی جائے گا اور ایمان بھی اور کبھی کبھی عزت بھی لٹ جائے گی، ص ۹۳۸ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ کے خاص خادم تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے تو فرمایا اے اللہ! انس کے مال اور اولاد میں اضافہ کردے، دعا قبول ہوئی اور وہ مالا مال ہوگئے اور اولاد کثیرہ اور بہت سے بال بچے بھی ان کو ملے، ایک مرتبہ ابن عباس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے لیے از خود پانی رکھ دیا، حضور نے خوش ہوکر اللہ سے دعا کی **اللهم علّمه الكتاب والحكمة** اے اللہ! ابن عباس کو کتاب کا علم اور سنت کی فہم عطا فرما، دعا قبول ہوئی اور رئیس المفسرین قرار پائے، ص ۹۴۱ میں ایک دعا جس کا ماحصل یہ ہے کہ اے اللہ! رنج وغم سے بچنے کے لیے میں تیری پناہ ڈھونڈتا ہوں اس سے صاف ظاہر ہے کہ پناہ اللہ کے یہاں ملتی ہے، اولیاء اللہ اور انبیائے کرام کے مزارات مقدسہ سے وہ تقسیم نہیں ہوتی، ص ۹۴۲ میں الفاظ یہ ہیں **اللهم انی اعوذبک من المأثم والمغرم** اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں گناہ کے مقابلے میں اور قرض کے بوجھ کے مقابلے میں، ص ۹۴۳ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ وہاں کی آب وہوا خراب ہے آپ نے اللہ سے دعا کی اے اللہ! مدینہ کا روگ جحفہ کی طرف منتقل کردے، ص ۹۴۴ میں ہے آپ نے دعا کی **واعوذبک من شر فتنة الفقر** ماحصل یہ ہے کہ اے اللہ! محتاجی کی مصیبت سے بچا، یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آپ کی سب سے پیاری دعا یہ تھی **رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ** (پ ۲، سورۃ البقرۃ: ۲۰۱) اے اللہ دنیا میں بھی جو کچھ مرے لیے بھلا ہو دے اور آخرت میں بھی جو کچھ بھلا ہو دے۔

ہر عقلمند آدمی جب ان حدیثوں کو پڑھے گا تو وہ اس بات کو سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ جو کچھ مخلوق کو ملتا ہے وہ خالق سے ملتا ہے، انبیا اور اولیا اپنے مراتب عالیہ کے باوجود خدا

مخلوق ہیں، اس لیے ہر چھوٹی بڑی چیز وہ خدا سے مانگتے ہیں اور خدا کے یہاں سے
تے ہیں ہم گنہگاروں کو بھی اللہ نے فراموش نہیں کیا بلکہ بڑے پیار سے فرماتا ہے، آؤ
مجھے پکارو اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ (مجھے پکارو تمہاری میں سنوں گا، اگر کسی آیت
حدیث میں کوئی شخص یہ دکھادے کہ اللہ نے بندوں کو یہ کہا ہو کہ فلاں فلاں چیز مجھ سے
و میں دوں گا اور فلاں چیز اجمیر میں جاکے مانگو، وہاں ملے گی اور فلاں چیز دلی میں
کے مانگو، حضرت نظام الدین اولیا کے مزار پر وہاں پاؤ گے تو ہم بڑے ہی عزت و
ب کے ساتھ ان کا ہاتھ پیر چومیں گے اور اپنا مرشد تسلیم کرلیں گے۔

سنی دوستو! کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی یہی روشن تعلیمات جب اہل حدیث
رگوں کے منہ سے بریلوی عوام سنتے ہیں تو وہ اہل حدیث بن جاتے ہیں، کیونکہ خدا بھی
تا ہے جنت بھی ملتی ہے، جہنم سے نجات بھی ملتی ہے، اور چہلم تیجہ، گیارہویں، فلاں پیر کی
یگ، کھچڑا، حلوہ کے فضول اور مصارف سے وہ بچ جاتے ہیں، لیکن کچھ علمائے کرام سب
کچھ جاننے کے باوجود ان آیات واحادیث پر پردہ ڈالتے ہیں، کیونکہ ان کو یہ یقین ہے کہ
نہی ذریعوں سے ہم کو روزی ملتی ہے، بائبل دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب جناب مسیح
نے ان کو ایسا کرنے سے روکا تو یہودی مولوی ان کے اس طرح دشمن ہوگئے، جس طرح
ریلوی مولوی اسماعیل دہلوی کے دشمن ہوگئے، جناب مسیح کو اللہ نے اپنے وسائل خاص سے
یہودی مولویوں کے قتل سے بچایا، اور علامہ شہید دہلوی کو شہادت کا درجہ دے کر ان کا رتبہ
بڑھایا، سنی عالمو! اپنی عاقبت سنوارنے کی فکر کرو، اگر قرآن وحدیث کی پیروی کروگے تو
فائدے میں رہوگے، اللہ ہم کو اور آپ کو سیدھی راہ دکھائے، آمین۔

سنی دوستو! یہ مختصر عقائد بقدر ضرورت ہم نے پیش کردیے کیونکہ آپ ہم پر
گمراہی اور گمراہ گری کا الزام لگانے بیٹھے ہیں، لہٰذا ضروری تھا کہ آپ ہمارے نقطۂ نظر
سے خود ہمارے اقرار و بیان کی روشنی میں واقف رہیں اور رات کی تاریکی کے بجائے
دن کی روشنی میں الزام لگاسکیں اور اس لیے بھی ہم نے پیش کردیے تاکہ آپ کو ہمارے

خلاف الزام لگانے کے لیے کوئی ایسا راستہ نہ ڈھونڈنا پڑے جس پر ہم چلنے کے قائل ہی نہ ہوں، اور جو ہماری متعینہ شرائط کے بھی خلاف ہوں۔

ہاں ہم ایمان میں زیادتی وکمی کو تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ اگر ہم تسلیم نہ کریں تو ہمارا ایمان نہ صرف اولیائے کرام اور صحابۂ عظام کے برابر ہوجائے گا بلکہ نعوذ باللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر قرار پائے گا، لہٰذا یہ عقیدہ ان کی شان میں بدترین گستاخی و بے ادبی ہوگا، کیا ہم یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ آپ کا ایمان اور ہمارا ایمان برابر ہے، کیا ہم بحث کرسکتے ہیں کہ اپنی زبان سے یہ الفاظ نکالیں کہ ہمارا ایمان اور خواجہ معین الدین چشتی کا ایمان برابر ہے، اور اگر ہم اس قسم کا احمقانہ دعویٰ کربیٹھیں تو پھر ہم سے کرامت کا ظہور کیوں نہیں ہوتا۔

معلوم ہوا کہ اہل حدیث کا یہ عقیدہ کہ ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے، بہ نسبت اس عقیدے کے کہ ایمان بسیط ہے اور اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی، انبیا و اولیائے کرام کے احترام کے زیادہ قریب تر ہے

اہل سنت سے اہل حدیث لوگ کیوں ہوجاتے ہیں

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ایک بہت بڑی جماعت اہل سنت سے نکل کر اہل حدیث ہوچکی ہے اور ہوتی جارہی ہے، اس کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

(۱) ہر مسلمان اللہ و رسول سے فطری محبت رکھتا ہے، سنی ہونے کی صورت میں اس کو حنفی فقہ کو مقدم رکھنا پڑے گا، لیکن ایک مسلمان کے اندر حب رسول کی جو پوشیدہ چنگاری ہے وہ چنگاری اس کو اس حالت پر قائم نہیں رہنے دیتی، لہٰذا وہ حب رسول کے جذبے سے بے قرار فقہ حنفی کے لبادہ کو اتار کر آغوش کتاب وسنت میں آنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

(۲) فقہ حنفی میں ایسے فحش، خلاف عقل اور غلط مسائل ہیں جن کو قبول کرلینا سب کے بس کی بات نہیں ہے، مسائل تو سیکڑوں ہیں چند نمبروار خدمت اقدس میں پیش کررہا ہوں۔

مسائل حسب ذیل ہیں

فقہ حنفی کا فتویٰ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کے خلاف جھوٹی گواہی قائم کردے کہ اس سے شادی کرلی ہے اور قاضی اس کے حق میں ڈگری دے دے تو اس مرد کے لیے وہ عورت حلال ہوگئی، امام صاحب کے نزدیک اللہ کے یہاں بھی پکڑ نہ ہوگی (دیکھیے شرح وقایہ بحاشیہ چلپی ص ۲۳۶ نول کشور)

شرح وقایہ بحاشیہ چلپی ص ۲۹۴ حاشیہ نمبر ۱ میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ امام اعظم کے نزدیک رنڈی کی اجرت حلال اور پاکیزہ ہے اگر چہ سبب حرام ہے، البتہ صاحبین کے نزدیک یہ اجرت بھی حرام ہے۔

رد المحتار ج ۱ ص ۳۲ میں لکھا ہے کہ جاہل آدمی کو احتیاطا ہر مہینے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دو گواہوں کے سامنے نئے سرے سے نکاح کر لینا چاہیے۔

ہمارے خیال میں یہ مسئلہ دینی پہلو سے زیادہ دنیوی پہلو سے مفید ہے اگر کسی مقام کی آبادی ایک ہزار جوڑے پر مشتمل ہو تو آپ سال بھر میں بارہ مرتبہ ایک شخص کا نکاح پڑھائیے اور چھ ہزار سالانہ تو کم از کم وصول ہی کر لیجیے، بحساب پانچ روپے فی کس شیرینی اور دعوت الگ سے اڑائیے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں نکسیر کا دلچسپ علاج ذکر کیا گیا ہے، ابوبکر اسکاف کا فتویٰ ہے کہ اپنے خون سے قرآن میں سے کچھ لکھنا چاہے تو لکھ سکتا ہے، ایک قول یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اگر پیشاب سے لکھنے سے شفا ہو سکتی ہے تو اس سے بھی لکھ سکتا ہے (دیکھیے فتاویٰ قاضی خاں ص ۳۶۵ ج ۴)

میں ان مسائل کو نقل کرنا نہیں چاہتا جنھیں سن کر جبین شرافت عرق آلود ہو جاتی ہے، بہر حال یہی وہ مسائل تھے جن کی وجہ سے علامہ اسماعیل دہلوی، شہید ملت، فخر ہند

جو ایک سنی گھرانے کے چشم و چراغ تھے، جن کے باپ، دادا، چچا، وغیرہ سب سنی تھے سب کو چھوڑ کر اہل حدیث ہونے پر مجبور ہوئے، چونکہ ان مسائل نے ان میں غصہ پیدا کر دیا تھا اس لیے جب ان کا شعلہ بار قلم اٹھا تو غصے میں بتقاضائے بشریت چند الفاظ ذرا سخت نکل گئے۔

سنی دوستو! ان الفاظ کا ڈھونڈھورا تو آپ پیٹتے ہیں اور ان میں کتر بیونت کر کے الزامات کا ایک دفتر تو تیار کرتے ہیں، مگر وہ الفاظ کن گندے مسائل کی وجہ سے نکلے اس کو ہضم کر جاتے ہیں، انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ان کے چند سخت الفاظ کو آپ پیش کرتے ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ ان گندے مسائل کو بھی پیش کیجیے جن سے مجبور ہو کر بتقاضائے بشریت وہ سخت الفاظ ان کے قلم سے نکل گئے۔

اس کے بعد عدل و انصاف کے ایک اور تقاضیٰ کو بھی میں پیش کرنا چاہتا ہوں جو شخص یا جو لوگ کسی فرد یا گروہ کو اتنا بڑا مجرم گردانتے ہوں کہ دنیا بھر ان کے خلاف ڈھنڈھورے پیٹتے پھرتے ہوں ضروری ہے کہ ان کا دامن الزامات سے پاک ہو، اس لیے آج لوگ ہمارے سامنے ہم پر گمراہی اور گمراہ گری کا الزام لگاتے ہیں اور ہمیں جہنم میں پہنچانے کے لیے بیٹھے ہیں، وہ خود اپنے مسلمات کی روشنی میں اپنا دامن دیکھ لیں، اس کے بعد اگر وہ ہم پر الزام لگانے کے اہل ثابت ہوتے ہیں تو الزام لگائیں ورنہ اپنی صفائی پیش کریں۔

(۱) سنئے! آپ کہتے ہیں کہ ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں اس کے معنی یہ ہوئے کہ نعوذ باللہ آپ کا ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کے برابر ہے، آپ کا ایمان خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام کے ایمان کے برابر ہے، آپ کا ایمان ائمہ کرام کے برابر ہے، آپ کا ایمان اولیائے کرام کے ایمان کے برابر ہے، یہ آپ کی نہایت ہی جارحانہ گستاخی ہے، جس کے آپ مرتکب ہیں۔

(۲) آپ حضرات غیر اللہ کے لیے نذر مانتے ہیں اور غیر اللہ میں تصرف ماننے

کے قائل ہیں، اس لیے درمختار کے فتویٰ کی رو سے غیر اللہ کے پجاری اور کافر ہوئے۔

(۳) آپ لوگ زندگی بھر میں صرف ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا واجب سمجھتے ہیں۔

(۴) فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۶۶، ۶۷ میں ہے کہ اگر عورت کو طلاق رجعی دی تھی ہنوز عدت نہ گزری تھی یہ نماز میں تھا کہ عورت کی فرج داخل پر نظر پڑی اور شہوت پیدا ہوگئی، رجعت ہوگئی اور نماز میں فساد نہ آیا، اور اگر قصداً بھی ایسا کرے تو مکروہ ضرور ہے مگر نماز فاسد نہیں۔

(۵) نماز میں اگر بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر پڑے، جب بھی نماز وضو میں خلل نہیں، مگر عورت کی مائیں، بیٹیاں اس پر حرام ہو جائیں گی، جب کہ فرج داخل پر نظر بشہوت پڑی ہو، اگر قصداً ایسا کرے تو سخت گناہ ہے مگر نماز ووضو جب بھی باطل نہ ہوں گے۔(ف ۳ رضویہ ج ا ص ۶۷ حاشیہ مسئلہ نمبر ۲)

ایک طرف آپ یہ دونوں مسئلے سامنے رکھیئے اور دوسری طرف الاشباہ و النظائر ص ۶۳۳ دیکھیے اس میں لکھا ہوا ہے کہ اگر مصلی قرآن دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

دوستو! یہ ہے تمہارے نزدیک قرآن کا احترام، آخر کس منہ سے ہمیں الزام دینے بیٹھ گئے ہو۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب　　　شرم تم کو مگر نہیں آتی!

(۶) مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لیا، اس سے مرد کو خواہش پیدا ہوئی، نماز جاتی رہی، اگر چہ یہ اس کا اپنا فعل نہ تھا اور عورت نماز پڑھتی ہو مرد بوسہ لے عورت کو خواہش پیدا ہوئی عورت کی نماز نہ جائے گی۔(فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۶۷ حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۰)

جن صورتوں میں وضو ٹوٹتا نہیں صرف مستحب ہوتا ہے، ان فہرست میں خاں صاحب ص ۱۳، ۱۴ پر رقم طراز ہیں۔

(۷) نامحرم عورت کے کسی حصہ جلد سے اپنا کوئی حصہ جلد بے حائل چھو جانا اگر چہ اپنی زوجہ ہو اگر عورت مردہ یا بڑھیا ہو، اگر چہ نہ قصد ہو نہ شہوت چاہے نہ لذت پائے جب کہ وہ عورت بہت صغیرہ چار پانچ برس کی ہو۔

(۸) اگر اس کے چھو جانے سے لذت آئی تو نامحرم کی بھی قید نہیں نہ جلد کی خصوصیت نہ بے حائل کی ضرورت مثلاً رقیق یا متوسط حائل کے اوپر سے اپنی بہن یا بیٹی کے بال سے مس ہو جانے پر اتفاقاً لذت کا آجانا جب کہ عورت قابل لذت ہو، اور حائل بہت بھاری مثل رضائی وغیرہ کے نہ ہو، حالانکہ یہی خاں صاحب اپنی ایک دوسری کتاب تحفہ رضویہ میں ص ۲۰ پر لکھتے ہیں کہ نماز پڑھنے میں ہنسنے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

خاں صاحب نے اس کتاب میں ایسے ایسے مسائل بیان کیے ہیں کہ ان کے نقل سے طبیعت میں سخت کبیدگی پیدا ہوتی ہے، لیکن ''جب مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات'' تو بطور نمونہ ایک اور نقل کر دیا جاتا ہے، لکھتے ہیں۔

(۹) مردہ یا جانور یا بچہ کے مقام میں ذکر داخل کرنے سے وضو نہیں جاتا ہے جب کہ کچھ نہ نکلے، لیکن ذکر دھونا واجب ہے۔

(۱۰) غیر مشتہی لڑکی کی فرج سے مرد کا ذکر ملنے سے وضو نہ جائے گا۔

(۱۱) مردہ عورت یا مرد یا جانور یا زندہ جانور کے پائخانہ یا پیشاب کی جگہ ذکر داخل کرنے یا مرے ہوئے مردہ یا جانور یا زندہ جانور کا ذکر اپنے پیشاب یا پائخانہ کی جگہ داخل کرنے سے غسل واجب نہ ہوگا، جب تک کہ منی نہ نکلے۔

(۱۲) خنثیٰ مشکل یا بچہ کا ذکر یا لکڑی یا چمڑے یا ربڑ کا بنا ہوا ذکر یا انگلی پائخانہ یا پیشاب کی جگہ داخل کرنے سے غسل واجب نہ ہوگا۔

(۱۳) اپنے پائخانہ کی جگہ اپنا ذکر داخل کرنے سے غسل واجب نہ ہوگا جب تک کہ منی نہ نکلے۔

(۱۴) ایسی چھوٹی لڑکی سے جس کی پائخانہ اور پیشاب کی جگہ وطی کرنے سے

یک ہو جائے وطی کرنے سے غسل واجب نہ ہوگا، جب تک کہ انزال نہ ہو اور جو اس کے پائخانہ اور پیشاب کی جگہ وطی کرنے سے ایک نہ ہو تو غسل واجب ہوگا۔

(۱۵) عاقلہ بالغہ عورت نے غیر مشتہی لڑکے کا ذکر اپنے پیشاب کی جگہ داخل کیا تو اس پر غسل واجب ہے ورنہ نہیں۔

(۱۶) باکرہ کنواری لڑکی سے کسی نے وطی کی مگر اس کی بکارت زائل نہیں ہوئی تو اس پر غسل واجب نہیں ہے جب تک کہ حمل ظاہر نہ ہو۔

(۱۷) بوڑھی عورت سے جس کی شہوت بالکل جاتی رہی ہو وطی کرنے سے غسل واجب ہوگا۔ (بحوالہ تحفۂ رضویہ ص ۹ جو بیادگار اعلیٰ حضرت مجدد اعظم فاضل بریلوی پیلی بھیت سے شائع ہوا ہے)

استغفر اللہ! یہ آپ کے شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب نے وضو اور طہارت کے شرعی مسائل بیان فرمائے ہیں یا کوک شاستر کا دروازہ کھولا ہے، اہل حدیثوں کو گمراہ گمراہ گر کہنے والے اپنے گریباں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ قرآن وسنت کے پیروکار اہل حدیث گمراہ ہوئے یا شریعت کے عنوان سے کوک شاستر بیان کرنے والے نام نہاد مولوی حضرات اللّٰھم انی استغفرک واتوب الیک اس سے کہیں زیادہ گندے فحش اور نا قابل ذکر مسائل اس کتاب میں کیے گئے ہیں اور ایسے گندے مسائل پر مشتمل کتاب کو متبرک اور بافیض رسالہ کہا گیا ہے، غالبًا اس کو بوسے بھی دیے جاتے ہوں گے[۱]۔

---

[۱] غیر مقلد مناظر نے حنفیوں کے بعض وہ مسائل جو طہارت، غسل، اور رجعت وغیرہ سے متعلق ہیں، بیان کر کے ان کا مذاق اڑایا ہے اور اسے کوک شاستر سے تعبیر کیا ہے، مسائل شرعیہ کو کوک شاشتر قرار دینا کتنی بڑی جسارت ہے یہ عوام وخواص سے مخفی نہیں، حالانکہ غیر مقلد مناظر کو معلوم ہوگا کہ یہ وہ مسائل ہیں، جو قدیم وجدید تمام کتابوں میں ہیں اور ان کا ماخذ قرآن وسنت ہے مگر انھوں نے حنفی مذہب کی دشمنی میں ان کتابوں سے آنکھیں چرالیں، ان کے ذکر کردہ تمام مسائل کے دلائل فقہ حنفی کی کتابوں .... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہاں اسلامی شریعت کا ایک اور اصول ہے کہ انما المومنون اخوۃ سارے مسلمان و مومنین بھائی بھائی ہیں، قبائل اور ذات برادریوں کی تقسیم محض تعارف کے لیے ہے جو زیادہ متقی ہو وہی اللہ کے نزدیک زیادہ بامرتبہ ہے۔

مگر آپ حضرات نے اس کے مقابل ایک نئی شریعت بنالی، آپ کے پیر احمد رضا خاں صاحب نے جولاہے، کھال پکانے والے موچی نائی وغیرہ وغیرہ جو القاب و آداب لکھے ہیں اور آپ کے دوسرے بزرگوں نے بھی مختلف برادریوں اور ان کے پیشوں کو ذلیل لکھا ہے اگر ہم ان کا آپ کی طرح غلط نہیں بلکہ صحیح پروپیگنڈہ شروع کردیں

(بقیہ صفحہ ۲۰۰ کا) .... میں موجود نہیں، جس کا جی چاہے دیکھ لے، ہم یہاں عوام کی معلومات کے لیے غیر مقلدین کے چند مسائل بیان کرتے ہیں جن کا ماخذ نہ تو قرآن و سنت ہیں اور نہ ہی کوئی اہم فقہ، تفنن طبع کے لیے ناظرین غیر مقلدین کے چند فتاویٰ و مسائل ملاحظہ فرمائیں، یہ مسائل و فتاویٰ غیر مقلدین کے ''پرچہ اہل حدیث اور نزل الابرار'' سے لیے گئے ہیں۔

☆ رطوبت فرج اور مذی کی ناپاکی کا کوئی ثبوت نہیں۔ (پرچہ اہل حدیث ۱۶ / جولائی ۱۹۰۹ء)
☆ منی پاک ہے۔
☆ خنزیر کا چمڑہ رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے۔
☆ شراب پاک ہے۔
☆ حیض و نفاس کے خون کے سوا باقی سب خون پاک ہیں۔
☆ کافر کا ذبیحہ حلال ہے۔
☆ طافی مچھلی کے سوا دریا کے سب جانور حلال ہیں۔
☆ قرآن کریم کا پیٹھ پیچھے ہونا کوئی گناہ نہیں۔
☆ جنگی ضرورت کے لیے سینما دیکھنا جائز ہے۔
☆ ران واجب الستر نہیں۔
☆ مردہ عورت یا چارپائی کے ساتھ قبل و دبر کے علاوہ کسی اور عضو میں ذکر داخل کیا اور انزال نہ ہوا تو روزہ فاسد نہ ہوگا مگر مذکورہ گناہ ہے۔ (اہل حدیث ۳۰ / اگست ۱۹۲۹ء)
☆ نماز کی قضا منصوص نہیں۔

و آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کا حشر کیا ہوگا۔

بہر حال آپ حضرات نے ایمان کے مسئلہ سے لے کر برادریوں کی تقسیم تک قدم قدم پر شریعت اسلامی کے تقدس کو جس طرح پامال کیا ہے اس کی بنا پر ضروری ہو جاتا ہے کہ پہلے آپ اپنی صفائی پیش کریں، اس کے بعد کسی کی گمراہی و ہدایت کا مسئلہ زیر بحث لائیں اور یاد رکھیں۔

غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ جوش رشک سے
بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفاں کیے ہوئے

(بقیہ صفحہ ۲۰۱ کا)............

☆ شراب و قمار و سود کا پیسہ بعد توبہ نزد بعض حلال ہو جاتا ہے۔
☆ عورت استرا سے ناپاکی کے بال صاف کر سکتی ہے۔
☆ حائضہ کو قرآن پڑھنے کی اجازت ہے۔
☆ کتے کا بول (پیشاب) پاک ہے۔ (نزول الابرار، ج:۱، ص:۵۰، از: مولوی وحید الزماں غیر مقلد)
☆ خمر (شراب) کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں۔ (نزول الابرار، ج:۱، ص:۳۰)
☆ اپنی عورت سے مشت زنی کرانا جائز ہے۔ (ج:۲، ص:٦٦)
☆ پانی میں نجاست پڑ جائے تو اگر پانی کا رنگ، بو، یا مزہ نہ بدلا ہو تو پانی پاک ہے۔ (ج:۱، ص:۲۹)
☆ وطی فی الدبر کی حرمت ظنی ہے۔ (ج:۲، ص:٦٧)

یہ تو بطور نمونہ مشتے از خروارے ہے، اگر غیر مقلدین کے مسائل و فتاویٰ پڑھیں گے تو آپ کو ہنسنے ہنسانے کے لیے کسی بہروپیے کی ضرورت نہیں پڑے گی، اب غیر مقلد مناظر و محشی ''رزم حق و باطل'' بتائیں کہ یہ مسائل شرعیہ کا بیان ہے۔ یا کوک شاستر کا دروازہ کھولنا ہے؟ یا حرام کو حلال قرار دینے کی کوئی سلفی مہم ہے؟ حنفی مذہب کے مضبوط قلعہ پر حملہ کرنے سے پہلے اپنے شیشے کے گھر کا جائزہ ضرور لے لیا کریں۔

آل مصطفیٰ مصباحی

اس کے بعد سنئے

فَاسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (پ ۱۷، سورۃ الانبیاء: ۷ (پ ۱۴، سورۃ النحل: ۴۳) اس کے شروع میں فا ہے، جس کا ترجمہ پس اور تب سے کیا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس سے پہلے کوئی کلام ہونا چاہیے کہ جب ایسا ہو تب ایسا ہو، پھر اہل الذکر کے معنی ہیں یاد والے، کس چیز کی یاد والے، کس کتاب کے یاد والے، کس کلام کے یاد والے، اس کو بیان کرنا تھا کہ قرآن کی یاد والے یا کسی کتاب یا واقعہ یا قصہ کی یاد والے، پھر اس کو ثابت کرنا تھا کہ فلاں امام اس کے یاد والے تھے، لفظ یاد والے سے پتہ چلتا ہے کہ کسی کتاب کو یاد رکھنے والے، کسی بات کو یاد رکھنے والے، نہ یہ کہ اپنی تجویز اپنی عقل اپنی طرف سے کوئی بات کہنے والا یاد والا نہیں کہلاتا، عقل مند لوگ اس کو ذہین فطین کہتے ہیں، لہٰذا اس آیت سے تقلید کے وجوب پر دلیل قائم کرنا بالکل لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ (پ ۵، سورۃ النسآء: ۴۳) سے روزہ، نماز پر دلیل قائم کرنے کے مثل ہے آپ پہلے اگلی، پچھلی آیتوں کو لکھ کر ترجمہ کیجیے فریب کا پردہ چاک ہو جائے گا، اس میں اللہ نے مشرکوں سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہم انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجتے رہے ہیں تو یہودی نصرانی عالموں سے دلائل اور کتابوں کے حوالے سے پوچھ لو وہ یہ بات تم کو بتا دیں گے، اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ قرآن و حدیث میں جو باتیں موجود ہیں، ان کو جاننے اور سمجھنے کے لیے خود نہ دیکھو اور نہ پڑھو۔

نوٹ:۔ ان آیات پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے دلائل کے ساتھ باتوں کو قبول کرنے کا حکم دیا ہے، اس سے تقلید کی نفی ہوئی نہ کہ ثبوت، کیونکہ تقلید بلا دلیل کسی کے پٹے کو گلے میں ڈال لینا ہے، ان آیات سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ مشرکین، رسول میں فوق الفطری چیزیں ڈھونڈ رہے تھے اور چونکہ حضور میں مافوق

الفطری قوت نظر نہیں آ رہی تھی، اس لیے ان کی نبوت کے منکر تھے، اس لیے اللہ نے کہا کہ تم جاہل ہو، علم والوں سے پوچھو وہ تم کو بتا دیں گے، آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک آئے سب تمہارے ہی جیسے انسان تھے، اس لیے رسول اللہ کی رسالت کا اقرار کرو اور ان میں فوق الفطری چیزیں نہ ڈھونڈو، اصولی طور پر یہ بات معلوم ہے کہ جس کی تقلید واجب ہے، اس کا نام قرآن یا حدیث میں واجب ہوگا، پس اگر کسی حدیث صحیح میں گڑھی ہوئی حدیث میں نہیں، کسی بھی اس امام کا نام ہو جس کی تقلید کی جاتی ہے اور اس کی تقلید کا حکم ہو تو دکھلا دیجیے، یہ مطالبہ ہم آپ سے ایک ہزار برس سے کر رہے ہیں، آپ چاہیں تو مزید کئی صدیوں کی مہلت لے لیجیے۔

آپ نے لکھا من شذ شذ فی النار آپ کے پاس اگر کوئی دلیل ہو تو آپ صاف صاف پیش کیجیے کہ امام ابوحنیفہ کی جماعت سے علاحدہ ہونے والے کو جہنمی کہا گیا ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت سے جدا ہونے والوں کو جہنمی کہا گیا، کیا اس قسم کی فریب کاریوں پر آپ کو شرم نہیں آتی، ما انا علیہ و اصحابی تو کیا اصحاب کرام آپ کی طرح قبروں پر بتاشے چڑھاتے تھے، کیا پکی قبریں بنائی تھیں، چادریں چڑھائی تھیں، کیا عورتوں کے مجمع ہوتے تھے، لوگ طبلے کی تھاپ پر ناچتے کودتے تھے۔

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام کے طریقہ سے دور ہیں۔

بلاشبہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریقہ پر چلے گا صرف وہی ہدایت پر ہوگا اور اس کا خلاف کرنے والے گمراہ ہوں گے۔

(۱) ارشاد نبوی ہے ان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائھم مساجد فلا تتخذوا القبور مساجد انی انھا کم عن ذلک (صحیح مسلم وغیرہ) یعنی تم سے پہلی بعض امتوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا، تم ایسا نہ کرنا، دیکھو خبردار میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔

اور آپ نے آخری مرض میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اللّٰھم لا تجعل قبری

وثنا یعبد (موطا امام مالک) یعنی اے اللہ! میری قبر کو تو بت نہ بنا جس کی پوجا کی جائے، ایک روایت میں آتا ہے کہ بعض صحابہ نے کسی ملک میں دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے اکابر کو سجدہ کرتے ہیں تو انھوں نے آپ سے اجازت چاہی کہ ہم آپ کو سجدہ کریں، آپ نے پہلے ان سے پوچھا کہ بتاؤ جب میں اس دنیا سے چلا جاؤں گا تو کیا تم میری قبر کو بھی سجدہ کروگے، ان صحابی کو چونکہ قبر کو سجدہ کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہ تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ اسلام کی توحید میں اس کی کوئی گنجائش ہو ہی نہیں سکتی، اس لیے انھوں نے صاف فرمایا کہ میں حضور کی قبر کو تو سجدہ نہیں کروں گا، تو آپ نے ان سے فرمایا فلا تفعلوا (ابوداؤد)

یعنی جب تم جانتے ہو کہ میں ایک فانی ہستی ہوں اور ایک دن مر کر قبر میں جانے والا ہوں اور تم بھی مجھے سجدہ کے قابل نہ سمجھو گے تو ایسے شخص کے لیے سجدہ کی کیا گنجائش ہے۔

ایک دوسرے صحابی سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آپ کو سجدہ کرنے کی خواہش ظاہر کی تو ان سے بھی آپ نے ایسی ہی بات کہی اور آخر میں فرمایا فلا تسجد لی واسجد للحی الذی لا یموت (کنز العمال) پس تم مجھے سجدہ نہ کرو بلکہ سجدہ اسی اللہ کے لیے مخصوص رکھو جو ہمیشہ زندہ اور باقی رہنے والا ہے اور جس کو کبھی فنا اور موت نہیں ہے۔

ان احادیث نبویہ میں اللہ کے رسول نے اپنے لیے سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے مگر بریلوی فرقہ نے اس فرمان نبوی کے خلاف تمام پیروں، فقیروں کی قبروں پر سجدہ کرنے کو اپنا دین وایمان بنالیا ہے اور اس فرمان نبوی کی پیروی کرنے والوں کو گمراہ اور گمراہ گر اور جہنمی قرار دے لیا ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ کرنے سے روکا، اور آپ اس کے بجائے قبریں پختہ کرتے پھرتے ہیں، بلکہ ان پر قبے بھی بناتے ہیں اور غریب مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ اس حکم رسول کے خلاف کاموں کے نام پر وصول کرتے ہیں اور پھر وہ کیا ہوتا ہے اس کا علم صرف اللہ کو ہے، اور آپ کو۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ کے رسول نے پختہ قبروں کو ڈھانے کے

لے بھیجا، لیکن آپ کا یہ طرز عمل ہے کہ حضور کے حکم کے مطابق جب یہ پختہ قبریں ڈھادی
ئیں تو آپ ڈھانے والوں کو گالیاں دیتے ہیں حالانکہ انھوں نے رسول کے حکم کے
طابق ڈھایا، یہ ڈھانے والوں کو گالیاں دینا نہیں ہے بلکہ جس نے حکم دیا ہے اس کو براہ
ست گالیاں دینا ہے۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر پر عرس کرنے سے منع فرمایا تھا،
پ ہر کہ ومہ کی قبر پر عرس مناتے پھرتے ہیں، حضور کی ممانعت کے باوجود ایسا کرنا
رف شکم پروری کی بنیاد پر ہے۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام صحابہ سے زیادہ آپ کے دل میں نہیں
ہوسکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد ان کا تیجا، چالیسواں صحابہ نے کیوں
نہیں کیا؟ پھول کیوں نہیں چڑھائے، صحابہ کی عورتیں مزاروں کی طرح حضور کی قبر کے
پاس ان مراسم کو ادا کرنے کے لیے کیوں نہیں گئیں؟ جو آج اپنے ذاتی فوائد کے لیے
غریب مسلمانوں سے کرا رہے ہیں۔

(۶) صحابۂ کرام اور ان کی عورتیں روزی، اولاد، شفا وغیرہ مانگنے کے لیے حضور
کی قبر پر کیوں نہیں جمع ہوئیں؟ معلوم ہوا کہ آپ رسول کے بھی طریقہ سے الگ اور صحابۂ
کرام کے راستے سے بھی دور ہیں، یہی معنیٰ ہیں من شذ شذ فی النار کے۔
آپ خود اپنی پیش کردہ حدیث سے جہنمی ثابت ہوگئے، کسی شاعر نے کیا خوب
کہا ہے۔ؔ

الجھا ہے پیر یار کا زلف دراز میں ۔۔۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا!

صفی الرحمٰن الاعظمی
۲۶/اکتوبر ۱۹۷۸ء۔ حکیم ابوالحسن عبید اللہ

نوٹ:۔

غیر مقلد مناظر یہ جانتا تھا کہ مقررہ وقت میں اس موضوع پر مناظرے کا وقت ختم ہو جائے گا، اس لیے اس نے یہ تحریر بہت ٹھہر ٹھہر کر سنائی تا کہ وقت ختم ہو جائے اور جوابی تحریر پیش کرنے کا وقت اہلسنت کو نہ ملے، چونکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ صرف دو تحریروں میں ان کی گمراہی آفتاب کی طرح روشن ہو چکی ہے، اب اگر مزید سلسلہ دراز ہوا تو قیامت آ جائے گی اور یہی ہوا کہ وقت ختم ہو گیا، اہلسنت نے جو تیسری تحریر جوابی تیار کی تھی وہ رکھی رہ گئی، اور پھر موضوع اول پر مناظرہ کا وقت آ گیا، اور پھر اہلسنت کے مناظر نے اپنی پہلے موضوع کی اخیر اور اس مناظرے کی بھی اخیر تحریر نمبر ۵ پڑھ کر سنائی، ابھی پوری سنا بھی نہ پائے تھے کہ مناظرے کا وقت ختم ہو گیا، اور پولیس نے مناظرہ بند کر دیا، غیر مقلد کی یہ تحریر اگر چہ ۱۳؍ صفحے کی ہے مگر اس میں موضوع سے متعلق صرف دو صفحے ہیں، وہ بھی پورے نہیں، بقیہ غیر متعلق باتیں ہیں اور بالکل ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' کی مصداق ہیں، جس میں سب سے بڑی مکاری کیا دی یہ کی ہے کہ احناف کے بعض مسائل کو بالکل غلط رنگ میں پیش کیا ہے جو انتہائی اشتعال انگیز و دلخراش ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے کفری عقائد پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے، اس لیے ہم نے اس تحریر کے صرف دو صفحے مسلسل اردو میں شامل کیے ہیں، بقیہ باتیں چونکہ مناظرے سے ہٹ کر ہیں اس لیے ان کو الگ کر کے لکھا۔ ہے جو اس روداد کا حصہ دوم ہے۔

اس تحریر کے بارے میں یہ چند باتیں معروض ہیں۔

(۱) غیر مقلدین کے مسلم الثبوت امام اور مسلم الثبوت کتابوں سے ان کے پانچ کفریات پیش کیے گئے، مگر غیر مقلد مناظر نے ان کی کوئی صفائی نہ دی، بعد والی عبارت پر یہ الزام لگایا کہ اس میں خیانت ہے، مگر جب ثابت کر دیا گیا کہ ہم نے

بارت کا جو مطلب بیان کیا ہے یہی اس کتاب کا مطلب اور یہی مصنف کا ہے اور یانت ہمارے بیان کردہ مطلب میں نہیں، تمہارے بیان کردہ مطلب میں ہے، غیر قلد کو موقع تھا کہ تیسری تحریر میں اس کا کوئی جواب دیتا مگر کوئی جواب نہیں دیا، بدحواس تنا ہوگیا کہ لکھنا کچھ چاہیے تھا لکھ کچھ گیا، مثلاً لکھنا چاہتا تھا، کسی شخص کی بات اہل حدیث پر حجت نہیں، مگر لکھ گیا بات پر حجت نہیں لکھنا تھا بددیانتیاں، لکھ مارا بددیانتیں، لکھنا تھا، کرتے ہیں، لکھا، کررہیں، لکھنا تھا، رکھ دیجیے اور لکھا، دیکھ لیجیے، لکھنا تھا، آپ کے علما اور لکھا آپ علما، ایک نیا لفظ لکھا بددیانتانہ، معلوم نہیں عبرانی کا لفظ ہے کہ نجدی لغت کا، لکھنا تھا، جس کا حوالہ اور لکھا، جس حوالہ، لکھنا چاہتا تھا، عبارت ہے وہیں، اور ہے، کو غائب کردیا، لکھنا چاہتا تھا، جس کی بات اور لکھا، جن بات، لکھنا تھا، اس کے مصدق بھی ہیں اور کے غائب ہے، لکھا ہے تعائل معلوم نہیں، اس ریاض کے بدوی لفظ کے کیا معنی ہیں، لکھنا تھا وغیرہ متعدد، اور لکھا صرف غیر متعدد۔

یہ صرف ایک صفحے کی بدحواسی کے نمونے ہیں تیرہ صفحے میں کیا کیا ہوگا اس کو جانے دیجیے آخر یہ بدحواسی کیوں ہے۔

(۲) ''لکھا، ہمارے اور شاہ اسماعیل شہید کے درمیان جو مسئلہ متفق علیہ وہ یہی ہے کہ کوئی شخص امت کے خبر دواحد کی تقلید نہیں کرے گا''۔

اس ایک سطر کی عبارت میں بھی دو کرامتیں ہیں، ایک متفق علیہ ہے میں ہے چھوٹا اور دوسرے فرد کو خبر دلکھا۔

آدمی کتنے ہی فریب دہی کا مشاق ہو مگر پکڑے جانے کے اندیشہ پر روداد فریب دہی پر ضمیر کی ملامت کا شکار ہوکر یوں ہی بدحواس ہوجاتا ہے، کیوں جھوٹ کے پھٹکے اڑا رہے ہو، ابھی کھلا جاتا ہے اور تمہارے اقرار سے کھلا جاتا ہے کہ تم صرف اسی مسئلے میں نہیں بلکہ تمام کفریات میں اسماعیل کے ساتھ ہو اسی کے حامی ہو۔

(۳) امت کے فرد واحد کی تقلید نہیں کرے گا، یہ عقیدے کی بات ہوئی کہ

عمل کی، اگر عقیدے کی بات ہے اور ضرور عقیدے کی بات ہے تو پھر اخیر میں کیا یہ لکھت یاد نہ رہی اور یاد کیوں رہتی، کیوں حافظہ نباشد، جھوٹ نہ ہوتا، کہ آپ نے صفحہ ۲ کے اخیر میں لکھا ہے۔

ہاں اسماعیل کے اعمال کی بنیاد پر کروڑوں مسلمانوں کو جہنم کے داخلے کا پروانہ دینا، ان قرآنی آیتوں کے خلاف ہے، یہاں ظاہر ہو گیا کہ جہنمی ہونے کا حکم ہم نے صرف اعمال کی بنا پر نہیں عقائد کی بھی بنیاد پر دیا ہے، جسے آپ قبول کر چکے، پھر بھول گئے۔

(۴) اخیر والی عبارت میں پھر وہی فریب کاری، ہم نے مسلمانوں کے جہنمی ہونے کا حکم نہیں دیا ہے، بلکہ شاتم رسول اسماعیل دہلوی کے ماننے والے غیر مقلدین کے جہنمی ہونے کا حکم دیا ہے۔

(۵) جب آپ کو یہ اقرار ہے کہ اسماعیل دہلوی تقلید شخصی کا منکر تھا اور آپ بھی منکر ہیں تو یہی آپ لوگوں کی اور اسماعیل دہلوی کے گمراہ ہونے کا صریح اقرار ہے، اس لیے کہ آپ نے یہ لکھا ہے کہ کوئی شخص امت کے فرد واحد کی تقلید نہیں کرے گا، یہ نہیں ہے کہ کسی بھی فرد کی تقلید نہیں کرے گا، اس کا صاف صاف یہ مطلب ہوا کہ آپ کے نزدیک اور دہلوی کے نزدیک اگر حرام ہے تو فرد واحد کی تقلید رہ گئی، چند افراد کی تقلید تو یہ جائز ہے، تو ظاہر ہو گیا کہ آپ لوگ فرد واحد کی تقلید تو نہیں کرتے مگر چند افراد کی ضرور تقلید کرتے ہیں اور متعدد افراد کی تقلید، تقلید نہیں، کھلی گمراہی ہے، اس لیے کہ کسی کی تقلید کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سب باتیں قبول کر کے ان سب پر عمل کیا جائے، اور چند افراد کے آپس میں متضاد و مختلف اقوال پر عمل کرنا، ناممکن، مثلاً امام اعظم فرماتے ہیں کہ قراءۃ خلف الامام ممنوع ہے، امام شافعی فرماتے ہیں فرض ہے، اب ہر عقل والا سوچے کہ ان متضاد اقوال پر عمل کیسے ہوگا، لامحالہ کہنا پڑے گا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان چاروں اماموں میں سے جس کی جو بات ہمیں پسند آتی ہے

اس پر عمل کرتے ہیں، یہ پسند و ناپسند قرآن و حدیث کی دلیل کی بنا پر ہو نہیں سکتی ورنہ پھر یہ تقلید نہ ہوگی، اس لیے کہ تقلید کہتے ہیں کسی کی بات بلا دلیل ماننے کو، لہٰذا یہ ماننا دلیل سے ماننا ہوا، اور جب دلیل سے مانا تو تقلید ہرگز نہ ہوئی، اور جب تقلید نہ ہوئی تو متعین کہ یہ پسند آپ کے نفس کی پسند ہے تو اتباع شریعت ہرگز ہرگز نہ ہوئی، اتباع نفس ہوا، خواہش نفسانی کی پیروی ہوئی، اور یہ بنص قرآن گمراہی، تو ثابت کہ چند افراد کی تقلید خواہش نفسانی کی اتباع ہونے کی وجہ سے گمراہی ہے، اللہ عز وجل ارشاد فرمارہا ہے۔

فَلا تَتَّبِعُوا الْهَوىٰ اَنْ تَعْدِلُوْا (پ۵، سورۃ النسآء: ۱۳۵)
خواہش نفسانی کی پیروی مت کرو راہ حق سے ہٹ جاؤ گے۔

اور ارشاد ہے۔

وَلا تَتَّبِعِ الْهَوىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (پ۲۳، صٓ ۲۶)
خواہش نفسانی کی پیروی مت کر خواہش نفسانی کی پیروی اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔

اور اگر یہ کہو کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی ایک امام کے قول پر عمل کرلیا، کبھی دوسرے امام کے قول پر، تو یہ چند متفرق راستوں کو اختیار کرنا ہوا، اور یہ بھی بنص قرآنی گمراہی، ارشاد ہے۔

کبھی اس راہ پر کبھی اس راہ مت چلو یہ اس کی راہ سے الگ کردے گا۔

(۶) تقلید شخصی کے منکر کے جہنمی ہونے پر اجماع امت ہے اور شرائط میں اجماع امت کو حجت مان چکے ہیں، سنئے علامہ سید احمد طحطاوی مصری لکھتے ہیں۔

من شذ عن جمهور اهل الفقه والعلم والسواد الاعظم قد شذ فيما يدخله في النار فعليكم معاشر
جو جمہور اہل فقہ و اہل علم اور سواد اعظم سے جدا ہو جائے وہ ایسی چیز کے ساتھ الگ ہوگا جو اسے جہنم میں لے جائے گی

المومنين باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله تعالىٰ وحفظه و توقيره فى موافقتهم وخذ لانه و سخطه فى مخالفتهم و هذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فى مذهب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم الله تعالىٰ ومن كان خارجا عن هذه الاربعة فى هذه الزمان فهو من اهل البدعة والنار
(حاشيه درمختار)

اے مسلمانو! تم پر فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت کی پیروی لازم ہے، اس لیے کہ اللہ کی مدد اور اس کی حفاظت اور اسی کی عزت افزائی ان کی موافقت میں ہے، اللہ عز وجل کا چھوڑ دینا اور اس کا غضب اہلسنت کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات پانے والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اللہ ان سب پر رحمت فرمائے، اور اس زمانے میں ان چاروں سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے

آپ نے لکھا:

ہم نے جو پوری عبارت پیش کی ہے، آپ اس کو کسی بھی شخص کے سامنے دیکھ لیجیے، وہ آپ کی خیانت بے جا پر سر پیٹ کر رہ جائے گا۔

یہ بتانے سے رہ گیا کہ کس کا سر پیٹ کر رہ جائے گا، آپ کا یا دہلوی کا، دہلوی تو مر کر مٹی میں مل گیا، لیجیے ہم پوری عبارت پیش کر دیتے ہیں، پڑھیے اور سر پیٹیے۔

پھر اللہ آپ ایسی باؤ بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا مر جاویں گے اور وہی لوگ رہ جاویں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں، یعنی اللہ کی تعظیم نہ رسول کی راہ پر چلنے کا شوق، بلکہ باپ، دادوں کی رسموں کی سند پکڑنے لگیں گے، سو اسی طرح شرک میں پڑ جاویں گے، کیونکہ اکثر پرانے باپ دادا سے جاہل مشرک گزرے ہیں جو کوئی ان کی راہ ورسم کی سند پکڑے آپ ہی مشرک ہو جائے، اسی

حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم شرک بھی رائج ہوگا، سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا، یعنی جیسا مسلمان لوگ اپنے نبی، ولی، امام، شہیدوں کے ساتھ معاملہ شرک کا کرتے ہیں، اسی طرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے، اور کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں اور ان کی رسموں پر چلتے ہیں۔ ص ۳۶

یہاں بہت زیادہ لمبی چوڑی بحث کی نہ ضرورت نہ گنجائش، دہلوی نے صاف صاف لکھا سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا، اب دیکھنا صرف یہ ہے کہ پیغمبر خدا کا فرمان کیاہ، خود دہلوی نے فرمان پیغمبر کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

پھر اللہ بھیجے گا ایک باؤ (ہوا) اچھی سو جان نکال لے گی، جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ بھر ایمان، سورہ جاویں گے وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں، سو پھر جاویں گے اپنے باپ دادوں کے دین پر۔ ص ۳۶

اب اسی کے ساتھ ملایے، سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا، دونوں کو ملانے کے بعد جس طرح دو اور دو چار ہوتا ہے، اسی طرح دہلوی کی اس عبارت کا مطلب ہوا کہ چل چکی وہ باؤ اور نکال لیا اس نے ان لوگوں کی جان جس کے دل میں تھا ایمان رائی کے دانہ بھر بھی اور رہ گئے وہی لوگ جن میں کچھ بھلائی نہیں، پھر گئے سب اپنے باپ دادوں کے دین پر، نتیجہ ظاہر ہے کہ اب روئے زمین پر کوئی ایمان والا نہ رہا، جو ہیں وہ سب مشرک ہیں، خواہ ان کا شرک بقول دہلوی قدیم ہو خواہ جدید، رہ گیا دہلوی کا یعنی کہہ کے کروٹ بدلنا کچھ مفید نہیں، اس لیے کہ حدیث میں یہ نہیں، کہ اس باؤ کے چلنے کے بعد شرک پھیلنا شروع ہوگا، بلکہ یہ ہے کہ سورہ جاویں گے وہی لوگ جن میں کچھ بھلائی نہیں اور جن کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا مرجائیں گے، اور بقول دہلوی وہ ہوا چل چکی، تو صاف ظاہر کہ بقول دہلوی زمین کے سب باشندے بے ایمان مشرک ہیں، ایک بھی مومن نہیں، اب ناظرین سوچیں کہ تقویۃ الایمان پڑھنے والا اپنا سر پیٹے گا کہ سر پیٹنے کے لیے آپ کو تلاش کرے گا، آگے آپ نے لکھا۔

(۸) اور اہل حدیث تصانیف میں ان کا ایسا معقول، مدلل، منہ توڑ اور مسکت جواب دیا جا چکا ہے جس کی تردید سے پوری دنیائے بریلویت عاجز ہے۔

جیسے آپ کی اس تاویل کے جواب سے ہمارا عجز ساری دنیا پر ظاہر ہو گیا، انھیں اہل حدیث تصانیف سے آپ نے کیوں نہیں معقول، مدلل، منہ توڑ، مسکت جواب نقل کیا، کہ ایک بار پھر ہمارا عجز سب پر ظاہر ہو جاتا، پھر جواب بھی دیا تو صرف ایک ہی کا، کیوں پانچوں عبارتوں کا جواب نہیں دیا، یہ تو بہت آسان تھا، ان اہل حدیث تصانیف سے اسٹیج پر بیٹھے ہوئے کوئی مفتی جی بھی نقل کر سکتے تھے۔

(۹) مولانا! اندھے کی طرح لاٹھی چلانے سے کام نہیں چلتا، یہ مناظرہ ہے، ذرا ان اہل حدیث تصانیف کا نام تو بتا دیا ہوتا جن کے جواب سے پوری دنیائے بریلویت عاجز ہے، اس وقت نہیں بتایا تو روداد چھپنے کے بعد بتا دیجیے مگر ساتھ ساتھ یہ بھی بتایے گا کہ تقویۃ الایمان کے رد میں مندرجہ ذیل کتابوں کا آپ لوگوں نے کوئی جواب لکھا ہے، اگر لکھا ہے بتایے۔

معید الایمان رد تقویۃ الایمان مصنفہ مولانا موسیٰ و مولانا مخصوص اللہ صاحبان، صاحبزادگان شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی کے چچازاد بھائی۔

تحقیق الفتویٰ رد واہی الطغوی مصنفہ علامہ فضل حق خیر آبادی مع تصدیقات علمائے دہلی یہ دونوں کتابیں دہلوی کی حیات میں لکھی گئیں،

سیف الجبار، مصنفہ مولانا فضل رسول بدایونی ۱۲۸۶ھ۔

صیانۃ الایمان رد تقویۃ الایمان مصنفہ مولانا عبد الحکیم لکھنوی۔

تحفہ محمدیہ مصنفہ مولانا اشرف علی گلشن آبادی۔

الکوکبۃ الشہابیہ، سل سیوف الہندیہ، الاستمداد، سبحٰن السبوح مصنفات اعلیٰ حضرت امام رضا خاں قدس سرہ، اطیب البیان مصنفہ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی۔

انتصار الحق مصنفہ مولانا ارشاد احمد رام پوری، الاقوال الصحیۃ مصنفہ مولانا نور بخش صاحب توکلی۔

آپ نے جب یہاں اقرار کرلیا کہ تقویۃ الایمان پر اعتراضات کے ایسے معقول، مدلل، منہ توڑ اور مسکت جواب اہل حدیث تصانیف میں دیا جاچکا ہے، بقول آپ کے جس کی تردید سے پوری دنیائے بریلویت عاجز ہے تو معلوم ہوا کہ تقویۃ الایمان کو آپ لوگ حرف بحرف حق مانتے ہیں، جبھی تو اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیے، صرف حق ہی نہیں مانتے بلکہ وہ آپ لوگوں کی مذہبی دستاویز ہے، لہٰذا اس کے کفریات سے آپ لوگوں کو الزام دینا اور اس کی بنا پر آپ لوگوں پر گمراہ اور جہنمی ہونے کا حکم لگانا درست ہے، نیز یہ بھی ثابت ہوگیا کہ آپ لوگ صرف اعمال ہی میں نہیں بلکہ اعتقادیات میں بھی دہلوی کے مقلد ہیں۔

ہوائی بالا خانی اڑانے سے کام نہیں چلتا، حقائق رکھتے ہو تو سامنے لاؤ، دروغ کو فروغ نہیں ہوتا۔

مرکرمٹی میں ملنے والی عبارت کے جواب میں رقم طراز ہیں۔

''جہاں مرکرمٹی میں ملنے کی عبارت ہے وہیں حاشیہ میں یہ صاف لکھا ہے کہ اس سے مراد دفن ہونا ہے''۔

اولاً تو یہ جھوٹ ہے کہ حاشیہ میں یہ لکھا ہے، ثانیاً اگر اب کسی نے لکھ بھی دیا ہو تو ہمارا اعتراض حاشیہ پر نہیں، تقویۃ الایمان کی عبارت پر ہے، جو ایک حدیث کے ترجمے کے بعد ف بڑھا کر یہ فساد جڑ دیے، یعنی میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں۔

دفن کی تعبیر، مرکرمٹی میں ملنے والا ہوں، دنیا کی کسی لغت میں نہیں، نجدی بدوی کی لغت میں ہو تو ہو، اس پر ہمارا ایک نہیں چار، چار اعتراض ہے، (۱) اسے ارشاد رسول بتانا جھوٹ ہے، (۲) یہ حیات نبوی کا صریح انکار ہے، (۳) حیات نبوی کا انکار حدیث اور اجماع امت کا انکار ہے، (۴) اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے، ان

سب کا جواب یہ ہے کہ حاشیہ پر لکھ دیا گیا ہے کہ مراد دفن ہونا ہے، یہ بالکل وہی مثال ہوئی کہ جیسے کوئی کسی غیر مقلد کو حرامی کہے اس پر وہ اعتراض کرے تو کہنے والا جواب دے دے کہ میری مراد حرامی سے عزت والا ہے، حرام معنی عزت والا ہے، عربی لغت اٹھا کے دیکھ لو، جناب من مٹی میں ملنا ایک محاورہ ہے جس کے معنی برباد ہونے نیست و نابود ہو جانے کے ہیں، بولتے ہیں ساری محنت مٹی میں مل گئی، کہیے اس محاورے میں بھی دفن ہونا مراد ہے، کسی بھی مرنے والے کو یہ کہنا کہ وہ مر کر مٹی میں مل گیا، گالی ہے توہین ہے، آپ کی نجدی لغت میں اس کے کیا معنی ہیں اس سے کوئی بحث نہیں، تقویۃ الایمان نجدی بدؤں کی زبان میں نہیں، اردو میں ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس کے وہی معنی مراد لیے جائیں جو اردو کے محاورے کے مطابق ہو، اب آپ کی سمجھ میں آیا کہ ہمارے اور اسماعیل دہلوی میں کیا فرق ہے۔

علامہ عبدالباقی زرقانی کی عبارت کے بارے میں لکھا۔

آپ کے احمد رضا خاں صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں جن بات کے ناقل ہیں اس کے مصدق بھی ہیں، کیا ایسے ہی حیا سوز مسائل بیان کرنا دین کی خدمت اور دخول جنت کا ذریعہ ہے۔

اتنی بات کہ مزار پاک میں ازواج مطہرات حاضر ہوتی ہیں، حیا سوز ہوگئی، اور جنت کی حور و قصور کا تذکرہ جو احادیث و قرآن میں ہے اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے، وہ اس کے مقابلے میں حیا افزا ہے جو فرمایا گیا کہ ہم جنتیوں کو ایسی بیبیاں دیں گے جو سیاہ و سفید بڑی بڑی آنکھوں والی ہوں گی، کنواری ہوں گی، شوہر ان سے پیار کرے گا وہ ان سے پیار کریں گی، ابھری ہوئی چھاتیوں والی محفوظ موتیوں کے مثل جنھیں کبھی نہ کسی جن نے چھوا ہوگا نہ انسان نے، اور جو فرمایا کہ ستر حلہ پہننے کے باوجود ان کی ہڈیوں کے مغز نظر آئیں گے، ایک ایک جنتی کو ستر ستر حوریں ملیں گی، ایک ایک مرد کو سو سو مرد کی قوت مردمی ملے گی، وغیرہ وغیرہ دونوں میں تقابل کیجیے کون زیادہ حیا سوز

ہے یا کون حیا افزا ہے، اور کیا ارشاد ہے قرآن کریم کی اس آیت کے بارے میں کہ فرمایا
نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ (پ ۲، سورۃ البقرۃ: ۲۲۳)
عورتیں تمہاری کھیت ہیں اپنے کھیت میں جیسے چاہو آؤ۔

ناظرین حیا سوز نہ وہ ہے نہ یہ ہے یہ صرف اظہار تقشّف ہے اور بتانا ہے کہ ہم تو عورتوں کے قریب جانا کیا ان کا ذکر بھی سننا اور کرنا پسند نہیں کرتے، ہم مہا سادھو ہیں اور جو اولاد ہوتی ہے وہ اللہ دیتا ہے، ہم کیا جانیں۔

فطرت انسانی سے بغاوت اسلام کی تعلیم نہیں، یہود ونصاریٰ، برہمن کی تعلیم ہے ورنہ بات صاف ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں نکاح کرنا معیوب نہیں، احادیث میں ازواج مطہرات کے ساتھ روابط کا ذکر معیوب نہیں، جنت میں حاضر ہونا اور ازدواجی روابط رکھنا معیوب نہیں، پھر مزار انور میں کیوں معیوب ہے، اس کو کوئی سمجھادے۔

بات یہ ہے کہ ان غیر مقلدین کا عقیدہ واقعی ایسا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مرکر مٹی میں مل گئے زندہ نہیں، اور حضرات اصحاب کشف کا یہ بیان ان کے عقیدے پر ضرب کاری ہے، اس لیے اس کا استہزا کرتے ہیں۔

آپ آگے لکھتے ہیں:

''شاہ اسماعیل کی قبر بالاکوٹ میں موجود ہے، بلکہ آپ کے پاکستانی بھائیوں نے ان کا مزار بھی بنانے کی کوشش کی تھی، ہاں یہ ضرور بتایے کہ بالاکوٹ میں جن مسلمانوں کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے، کیا وہ سنی مسلمان نہ تھے، آپ کی تکفیر کی مشین اگر یوں چلتی رہی تو انشاء اللہ بہت جلد آپ پوری دنیا کو مسلمانوں سے خالی کرڈالیں گے''۔

ہم ناحق انکساری کررہے ہیں، ہم کفر کی مشین کیا چلائیں گے اور کہاں چلائیں گے، آپ کے امام دہلوی کے خودکار تکفیری میزائل نے دنیا میں مسلمان چھوڑا ہی کہاں؟ وہ تو چلا چکے وہ باؤ جس نے نکالی جان ان لوگوں کی کہ تھا ہیچ دل ان کے کے ایمان رائی کے دانے کے برابر، اب کون مسلمان رہا ہی جسے کوئی کافر بنائے اور اگر

بالفرض دہلوی کسی کی حفاظت میں کہیں مارا گیا تو وہ مسلمان کب تھے، اس لیے کہ آپ کے شہید صاحب تو سرحد تکفیری باؤ چلانے کے بعد گئے تھے۔

پھر آپ کو خود اپنا کہا یاد نہیں، آپ تو اپنے دیے ہوئے موضوع میں سب سنی مسلمانوں کو مشرک لکھ چکے، کیا ہمارے جوابات سے اب کوئی نیا اجتہاد ہوا ہے کہ اب حکم بدل گیا، ۱۵ر جولائی کو سب سنی مشرک تھے اور آج اکتوبر کو سب مسلمان ہو گئے۔

اگر آپ کے شہید سنی مسلمانوں کی حفاظت کرنے گئے تھے تو بقول خود اور بقول آپ کے بہت بڑے مجرم ہوئے، قرآن کریم میں تو ہے اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ (پ ۱۰، سورۃ التوبۃ: ۵) مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو، اس کے خلاف سنی مسلمانوں کی جو بقول ان کے اور بقول آپ کے مشرک ہیں، انھوں نے حفاظت کی کوشش کر کے بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے اور اسی حالت میں مارے گئے جو گناہ کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید نہیں جہنمی ہے۔

جھوٹ بولنا ہے تو ایسا بولو جو کم از کم آپ کے مقلدین کو تو سمجھ میں آجائے، ہمارے پاکستانی بھائی دہلوی کا مزار بنانے کی کوشش کریں، یہ خبر ایسی ہی ہے جیسے ایک وہابی نے اڑایا تھا کہ شاہ فیصل بارہویں ربیع الاول کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں مبارکبادی قبول کر رہے تھے کہ ٹھائیں سے اڑا دیے گئے، ہمارے پاکستانی بھائی اسماعیل دہلوی کو خوب جانتے ہیں کہ وہ شاتم رسول انگریزوں کا ایجنٹ، مسلمانوں کی جان و مال، عزت و آبرو کا لٹیرا تھا، وہ سکھوں کے نہیں سنی مسلمانوں، غیور پٹھانوں کے ہاتھ اس طرح مارا گیا ہے جیسے پاگل کتا، پاگل گیدڑ مارا جاتا ہے، ہاں یہ کوشش اگر کسی نے کی ہوگی تو آپ ہی لوگ رہے ہوں گے، کہ کہیں اپنے امام کے نام کی قبر بنالیں، ان کی قبر کا پتہ نہیں تو کیا ہوا کسی سکھ کی سمادی ہی کو مشہور کر دیں کہ ہمارے امام کی قبر ہے، جھوٹ بولنا تو آپ کے مذہب میں خدا کی سنت ہے پھر ہم لوگ بھی اپنے امام کا خوب دھوم سے عرس کریں، گاگر لے جائیں، چادر چڑھائیں، بتاشہ گکڑی چڑھائیں، اگر بتی سلگائیں،

زندگی بھر کی حسرت نکال لیں، اور اگر کوئی سنی اعتراض کرے کہ پہلے شرک تھا اب کیسے ثواب ہو گیا؟ تو کہہ دیں گے اس وقت استخارہ ''شرک'' بتاتا تھا، اب استخارہ ''واجب'' ہو گیا ہے کہ یہ سب کام ثواب ہیں، اور یہ بھی جواب ہوگا کہ ہم نے یہ کب فتویٰ دیا ہے کہ ہمارے امام کی قبر پر وسیلۂ مروجہ شرک ہے، ہم نے تو تمہارے بزرگوں پر عرس کرنے کو شرک کہا تھا جو تقلید کر کے مشرک ہو کر مرے ہیں، کیا بتوں کی پوجا شرک ہے تو اللہ کی عبادت بھی شرک ہو جائے گی۔

(۲۰) داستان الف لیلہ و طلسم ہوش ربا پڑھنے سے کیا فائدہ، آپ کے امام دہلوی کی قبر نہ بالاکوٹ میں ہے نہ چتر کوٹ میں، اور نہ یہ بالاکوٹ میں مارا گیا، اور نہ اس نے سکھوں سے کوئی لڑائی کی نہ مسلمانوں کے لیے کچھ کیا، جو کچھ کیا انگریزوں کے لیے کیا، اور اپنے نفس کے لیے کیا، آیئے اپنے امام کے جہاد کی داستان ایک غیر جانبدار کی زبانی سنئے۔

(الف) تناولی قوم کے عظیم فرزند سردار پائندہ خاں نے ہری سنگھ اور دیوان سنگھ کو پے در پے شکست دے کر رنجیت سنگھ کو لرزہ براندام کر دیا تھا، ۱۸۳۰ء میں سید احمد بریلوی اور محمد اسماعیل دہلوی نے پشاور مردوں اور سورت کی مسلم آبادی کو بزور شمشیر محکوم بنا کر پائندہ خاں کو پیغام بھیجوائے اور خود بھی بیعت کی دعوت دی، جب وہ بیعت پر تیار نہ ہوا تو سید صاحب نے ان پر کفر کا فتویٰ لگا کر چڑھائی کر دی۔ (تعارف تاریخ تناولیاں از محمد عبدالقیوم جلد اول (تناول ص ۲)

اور اگر اب بھی شبہہ باقی ہے تو اپنے امام کے امرا کی کہانی انھیں کے ایک مقلد اور ویسے غیر مقلد کی زبانی سنئے۔

(ب) (جماعت کے امیر نعمت اللہ) عورتوں کے بے حد شوقین تھے، تین تو ان کی نکاحتا بیویاں تھیں اور دس بارہ نہایت خوبصورت لڑکیاں بطور خادماؤں کے رکھتے تھے، امیر حبیب اللہ خاں کی طرح امیر نعمت اللہ کا بھی زیادہ وقت انھیں نوجوان لڑکیوں سے لہو و لعب میں گزرتا تھا۔ ص ۱۰۸

(ج) کسی شخص کو بیت المال کے متعلق امیر صاحب سے سوال کرنے کا حق نہ تھا، میں نے سنا کہ بعض گستاخوں نے بیت المال کے متعلق سوال کرنے کی جسارت کی مگران کا جواب یہ ملتا کہ رات کو چپکے سے امیر صاحب کے معتمد انھیں ختم کر دیتے تھے اور پھر اس کا ذکر بھی کوئی نہیں کرسکتا تھا۔ ص ۱۰۹

(د) امیر صاحب کی خادماؤں میں سے کوئی لڑکی حاملہ ہو جائے تو اس کے بچے کو پیدائش کے بعد گلا گھونٹ کر چپکے سے دریا برد کر دینا امیر صاحب کی عادت تھی کہ ان خادماؤں کو اکثر بدلتے رہتے تھے۔ ص ۱۱۱

(ھ) رحمت اللہ بھی اپنے بھائی کی طرح بدچلن اور آوارہ مزاج نوجوان تھا، اگر امیر نعمت اللہ کو لڑکیوں کی رغبت نے معطل کر رکھا تھا تو انھیں نوجوان لڑکوں کی محبت نے دنیا و مافیہا سے بے خبر کر رکھا تھا، (ص ۱۱۰ مشاہدات کابل و یاغستان، از مولوی محمد علی قصوری غیر مقلد)

اب سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ جہاد تھا کہ مسلمانوں پر ڈاکہ، ان کی عصمت مآب بہن، بیٹوں کا اغوا عصمت دری کا بہانہ، اسی کا نام جہاد ہے تو پھر دین کا خدا حافظ۔

آیئے اور ان سب اللہ والوں کا کچھ اور کردار اور اس کا انجام ملاحظہ کیجیے۔

(و) خلیفہ صاحب (سید احمد) نے شرعی حکومت کے زور سے ان (جرگہ یوسف زئی) کی لڑکیوں کا نکاح حکماً کرانا چاہا بلکہ دس بیس لڑکیوں کے نکاح مجاہدین وغیرہ سے کرا دیے اور خود بھی رضا مندی سرداران جرگہ اپنے دو نکاح کیے، (شاباش شاباش صدر کا ووٹ، دو دوٹ کے برابر ہوتا ہے تو کیا خلیفۃ المسلمین دو نکاح سے بھی گئے) مگر وہ جرگہ زبردست ان سے سرکش ہو گیا، اور بہت مدت تک ان سے جہاد ہوتا رہا، بہت کچھ جدال و قتال کی نوبت پہنچی، مگر وہ ان سے مغلوب نہ ہوا، ایک روز بہت سے ملکی جمع کر کے مولوی اسماعیل صاحب خود ان کے مقابلے کو گئے، لڑائی شروع ہوتے ہی مولوی صاحب کی پیشانی پر گولی لگی شہید ہو گئے، (فریاد مسلمین ص ۱۰۲)۔ نہ یہ بالاکوٹ کا میدان ہے نہ مقابلے پر سکھ ہیں، جنھوں نے آپ کے شہید اسماعیل دہلوی کو مارا، وہ اپنی

زت وناموس کی حفاظت کرنے والے غیور پٹھان یوسف زئی جرگہ تھا، فی الحال اتنا ہی
کافی ہے، اگر کسی صاحب نے اسی پر کچھ خامہ فرسائی کی تو پھر آپ کے شہیدوں کی پوری
کہانی آپ لوگوں کو صحیح صحیح سنادی جائے گی، وہ بھی ان کے مقلدین کی زبانی۔
یہ موضوع ہمارا تھا، اس میں ہم مدعی تھے کہ اسماعیل دہلوی کے ماننے والے گمراہ
ور گمراہ گر اور جہنمی ہیں، اس موضوع میں غیر مقلدین کی حیثیت اپنی صفائی اپنے والے
مجرم کی تھی، وہ اپنی صفائی میں کامیاب رہے کہ ناکام، یہ فیصلہ روداد کے ناظرین پر چھوڑتا
ہوں، غیر مقلدین کو اس موضوع پر بحث کے درمیان ہم پر ہمارے عقائد واعمال کی بنا پر
کسی اعتراض کا حق نہ تھا، ان کی صفائی یہاں تک تھی جیسی بھی تھی، اس لیے اصول کے
مطابق یہیں تک روداد میں شامل کرنا چاہتے تھے اور یہیں تک کی جواب دہی ہمارے ذمہ
تھی، وہ پوری ہوگئی، اور یہاں تک مسودہ بھی اسٹیج ہی پر تیار ہو چکا تھا مگر چونکہ حسب قرار
داد فریقین اسی موضوع پر مناظرے کا وقت غیر مقلد مناظر کی تحریر سناتے سناتے ختم ہو گیا
تھا، اس لیے نہ یہ تحریر جاسکی اور نہ سنائی جاسکی، مناظرے کے بقیہ دو گھنٹے پہلے موضوع
سے متعلق ہماری اخیر تحریر نمبر ۵ کے تیار کرنے اور اس پر غیر مقلدین کے چھک چھک،
بھک بھک کرتے اور جھک جھک، بھک بھک کے جوابات دینے اور سنانے میں صرف
ہو گئے، اور اسی پر مناظرہ کا مقررہ وقت اور دن بھی ختم ہو گیا، اس کے آگے موضوع سے
غیر متعلق باتیں ہیں، انھیں اصول کے اعتبار سے روداد میں شامل کرنا ہرگز نہ چاہیے مگر
ہوسکتا ہے کوئی یہ کہے کہ کیا بات ہے کہ اسے نہیں شامل کیا، ضرور اس میں کوئی بات ایسی
ہے جس کے جواب سے اہلسنت عاجز ہیں، اس لیے روداد میں شامل نہیں کیا۔
لہٰذا غیر مقلدین کی اس تحریر کے غیر متعلق حصے کو بھی مع رد کے روداد کا حصہ دوم
کر کے ہم شائع کر رہے ہیں۔

☆☆☆

تحریر اہلسنت وجماعت

اب پھر ایک بار ہم آپ کو آپ کے گھر کا جلوہ دکھاتے ہیں، ہم نے کل مولوی اسماعیل دہلوی کی پانچ عبارتوں کا پوسٹ مارٹم کیا تھا، جن کی روشنی میں دس وجوہ سے ان پر گمراہی کا حکم عائد کیا گیا تھا، اور ان کے پیرو ہونے کے ناطے آپ پر بھی وہی حکم گمراہی آن پڑا۔

اب ہم آپ کے بزرگوں سے آپ کو مربوط کرنا چاہتے ہیں، آگے بڑھیے اور یہ لیجیے۔

مولوی اسماعیل دہلوی اپنی صراط مستقیم کے ص ۸۶ پر قلم آزمائی کرتے ہیں۔

''صرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ وخر خود است کہ خیال آں با تعظیم واجلال بسویداے دل انسان می چسپد، بخلاف خیال گاؤ وخر کہ نہ آں قدر چسپید گی می بود نہ تعظیم بلکہ مہان ومحقر می بود وایں تعظیم واجلال غیر کہ در نماز ملحوظ ومقصود می شود بشرک می کشد''۔

خلاصہ عبارت یہ ہوا کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خیال لیجانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے کئی گنا بدتر ہے کہ ان کا خیال تعظیم و تکریم کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے چمٹ جاتا ہے اور بیل گدھے کے خیال میں نہ وہ چسپیدگی ہوتی ہے نہ وہ تعظیم بلکہ ذلیل وحقیر ہوتا ہے۔

اللہ اللہ!! کیسے دل آزار کلمات ہیں، کوئی عیسائی اور پنڈت بھی سرکار رسالت مآب کی ذات گرامی وقار سے متعلق ایسا کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا، لیکن غیر مقلدوں کا پیشواے معظم بے باکانہ کہتا ہے اور لکھتا ہے۔

اس عبارت میں اگر ایک طرف بدعقیدگی کی یہ غلاظت ہے کہ سرکار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں خیال آنا بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے تو دوسری طرف ایمان کے لیے یہ زہر پھیلاتا ہے کہ سرکار کا خیال نماز میں آئے تو وہ انسان کو شرک کی طرف کھینچ لے جائے گا۔

امت کے ائمہ تو حکم دیں کہ نماز میں حضور کا خیال جماؤ، اور یہ اس سے منع ہی نہیں کرتا بلکہ اسے گدھے اور بیل کا خیال آنے سے برا بتاتا ہے نہیں بلکہ بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر بتاتا ہے، نہیں نہیں کئی گنا بدتر لکھتا ہے

اسماعیل دہلوی کے ماننے والو! اسے اپنا دینی وروحانی پیشوا جاننے والو! اپنے ایمان کی خبر لو، تمہارے پاس دو ہی راستے ہیں، توبہ یا صراط مستقیم الی نار جحیم، نظر اپنی اپنی، پسند اپنی اپنی۔

اب آؤ میں تمہیں اکابر امت کا عقیدہ دکھاؤں۔

یہ ہیں امام غزالی احیاء العلوم ج اول ص ۵۷ا پر تحریر فرماتے ہیں۔

احضر فی قلبک النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم، الخ

اور یہ ہیں امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ آپ میزان شریعت الکبریٰ ج اول میں فرماتے ہیں۔ **انما امر الشارع المصلی بالصلوٰۃ والسلام علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی التشہد لینبہ الغافلین فی جلوسھم بین یدی اللّٰہ عزوجل علی شہود بینھم فی تلک الحضرۃ فانہ لا یفارق حضرۃ اللّٰہ تعالیٰ ابدا، فیخاطبونہ بالسلام مشافھۃ.**

ترجمہ:۔ شارع نے نمازی کو تشہد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام عرض کرنے کا اس لیے حکم دیا کہ جو لوگ اللہ عزوجل کے دربار میں غفلت کے ساتھ بیٹھتے ہیں انھیں آگاہ فرمادے کہ اس حاضری میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں اس لیے کہ حضور کبھی اللہ تعالیٰ کے دربار سے جدا نہیں ہوتے، پس بالمشافہۃ حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم پر سلام عرض کریں۔

امام غزالی کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے، اپنے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کی صورت پاک کو حاضر کرو اور سلام کہو، آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، اور اپنی امید سچی رکھ اس بارے میں کہ یہ سلام حضور تک پہنچے گا اور حضور اس کا ایسا جواب دیں گے جو تیرے سلام سے کامل ہوگا۔

دور کیوں جائیے، اپنے گھر کی شہادت لے لیجیے، غیر مقلدوں کے امام نواب صدیق حسن خاں بھوپالی مسک الختام ص ۲۴۴ پر لکھتے ہیں۔

نیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں وقرۃ العین عابداں است در جمیع احوال واوقات خصوصاً در حالت عبادات ونورانیت وانکشاف دریں محل بیشتر وقوی تر است وبعضے از عرفا قدس سرہم گفتہ اند ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذرائر موجودات وافراد ممکنات، پس آنحضرت در ذوات مصلیاں موجود وحاضر ست پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب و اسرار معرفت منور وفائز گردد ارے درراہ عشق مرحلۂ قرب وبعد نیست می بینمت عیان و دعا می فرستمت۔

اس عبارت میں نواب بہادر فرمائشی شرکوں کے انبار لگا گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر عبادت میں مسلمانوں کے پیش نظر ہیں ایک شرک، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نمازی کی ذات بلکہ ہر ذرۂ ممکنات میں موجود وحاضر ہیں، دوسرا شرک، نمازی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ سے ہرگز غافل نہ ہوتا کہ قرب الٰہی پائے یہ تین شرک ہوئے، مگر یہ کہیے کہ اگلی سلطنتوں میں بڑے لوگوں کو تین خون معاف ہوتے تھے، گورنمنٹ وہابیت سے نواب بہادر کو تین شرک معاف ہیں **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

اور یہ لیجیے مولوی اسماعیل کے جد امجد شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ جلد اول

ں رقم طراز ہیں ثم اختار بعده السلام علی النبی صلی الله علیه وسلم
وبها بذکره و اثباتا بالإقرار برسالته واداء بعض حقوقه۔

ترجمہ:۔ پھر اس کے بعد التحیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام اختیار کیا،
ن کا ذکر پاک بلند کرنے کو اور ان کی رسالت کا اقرار ثابت کرے اور ان کے حقوق سے
یک ذرہ ادا کرنے کے لیے۔

حکیم امت حجۃ الاسلام امام غزالی، امام عبدالوہاب شعرانی یہ اسلام کی عظیم ترین
ستیاں ہیں، آپ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں، ان کا کامل الایمان ہونا تو ہر ایک
کے نزدیک مسلم ہے، اسے تسلیم کر لینے کے بعد اسماعیل دہلوی کا عقیدہ کہ نماز میں حضور
ملی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانا شرک ہے، یہ بداہۃً باطل ہوا، اور یہ حکم شرک خود قائل ہی کی
رف لوٹ گیا، اور تصدیق قول کی بنا پر آپ بھی اس سے محروم نہ رہے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ دہلوی اور نواب صدیق حسن بھوپالی کے بارے میں آپ
کا کیا خیال ہے؟ کیا انھیں بھی آپ مرتکب شرک یا اس سے راضی سمجھیں گے، ہاں، اور
نہیں، دونوں صورتیں آپ کے لیے مہلک ہیں، ان باتوں سے اچھی طرح واضح ہوا، کہ
ضلالت و گمراہی آپ ہی کا حصہ ہے، حجت آپ پر قائم ہے، آپ مانیں یا نہ مانیں۔

دیکھیے ! آپ کا امام مولوی اسماعیل دہلوی نے اسی تقویۃ الایمان میں لکھا ہے۔
''ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا، اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے''
(تقویۃ الایمان ص ۱۱)

لفظ ''ہر'' عموم کے لیے ہے، تو اس کا مطلب صاف یہ ہوا کہ ہر انبیا ہوں یا اولیا یا
کوئی بھی مخلوق، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

چمار سے بھی انبیا کو ذلیل کہنا ان کی توہین اور انبیا کی توہین کرنے والا ضرور کافر،
گمراہ، اور منکر قرآن، سورۃ المنافقین میں ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ
(پ۲۸، سورة منافقون: ۸) اور عزت اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے رسول کے

لیے اور مومنین کے لیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيهاً (پ ۲۲، سورۃ الاحزاب: ۶۹) وہ خدا کے حضور عزت والے تھے۔

اور توہین انبیا کرنے والے کے بارے میں قرآن مجید میں ہے۔

لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (پ ۱۰، سورۃ توبۃ: ۶۶) بہانے نہ بناؤ تم ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔

پھر ایک بار اور مولوی اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان اٹھایئے، ص ۳۳ مطبوعہ دیوبند میں لکھتے ہیں۔

''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں''۔

ایک بار پھر پڑھ لیجیے، مضمون پر، پھر انداز بیان پر توجہ کریں ''جس کا نام محمد یا علی ہے'' کس قدر لرزہ خیز انداز ہے اور کتنا کرب انگیز مضمون ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ نبی مصطفیٰ مالک ارض وسما اور علی مرتضیٰ مشکل کشا سے اگر دشمنی ہی سادھنی تھی تو اسلام کا ڈھونگ رچانے کی کیا ضرورت تھی۔

اے اسماعیل دہلوی کے ماننے والے غیر مقلدو!

تم حدیثوں کے عامل بنتے ہو، کیا آمین بالجہر اور رفع یدین کر لینا ہی عمل بالحدیث ہے؟ کیا تم کو وہ حدیثیں نظر نہ آئیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اختیارات کا ذکر ہے جن میں حلال وحرام فرض وواجب ہیں، پیارے مصطفیٰ کے شرعی اختیارات کا ذکر جلی ہے، بخاری سے لے کر ابن ماجہ تک تم کو یہ حدیث نہیں ملی کہ ''لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ ولا خرت العشآء إلی ثلث اللیل'' امت پر اگر گراں نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک فرض کر دیتا اور عشا کا وقت تہائی رات تک ٹال دیتا، یعنی میں چاہتا تو مسواک فرض

کردیتا، میں چاہتا تو نماز عشا کا وقت موخر کردیتا، یہ اختیار نہیں تو کیا ہے؟ اور کیا یہ حدیث انھیں کتابوں میں تم کو نظر نہ آئی کہ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض فرمادیا ہے، تو کسی صحابی نے عرض کی افی کل عام یارسول اللہ کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ ارشاد فرمایا لو قلت نعم لوجبت اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال کا حج فرض ہوجاتا، سرکار مصطفےٰ کے اختیار، ذہن میں اتر رہے ہیں یا نہیں؟ اس مضمون کی حدیثوں کا شمار شروع کروں تو آپ بوجھ برداشت نہ کرسکیں گے اور اب ہم سرکار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اختیارات کا ثبوت فراہم کررہے ہیں جو اللہ رب العالمین نے آپ کو زمین وآسمان کے بارے میں عطا فرمائے تھے، پہلے قرآن حکیم سے دوتین نمونے حاضر ہیں۔

(الف) فرماتا ہے رب العزۃ جل جلالہ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (پ ۱۰، سورہ توبہ: ۷۴) اور انھیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کردیا، لیجیے اللہ نے تو غنی کیا، اس کے بعد یہ کیوں فرمایا کہ رسول نے غنی کیا، کیا اس بات کا کھلا ثبوت نہیں ہے کہ رسول جس کو چاہیں بعطائے الٰہی غنی کرسکتے ہیں۔

(ب) اور فرمایا وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗ (سورہ توبہ: ۵۹) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے، اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول۔

(ج) قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ (پ ۹، سورۃ الاعراف: ۱۸۸) تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔

مگر جو اللہ چاہے کا کیا مطلب ہوا، یہی معنی تو ہوا کہ جو اللہ چاہے اس میں اس کی مشیت سے مختار ہوں، یہ معنی ہم اپنی طرف سے بیان نہیں کرتے ہیں بلکہ تفسیر صاوی میں

اس آیت کی تفسیر الفاظ ذیل میں کی گئی ہے۔

ای ماشاء تملیکہ فانا املکہ یعنی اللہ تعالیٰ جس چیز کا مالک مجھے بنانا چاہتا ہے میں اس کا مالک ہوں۔

قلت وقت کی بنا پر مزید آیات کا ذکر موقوف کرتا ہوں، آپ خود کو اہل حدیث کہتے ہیں، لہذا چند حدیثیں بھی ملاحظہ کیجیے۔

(۱) فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم فبینا أنام اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی (بخاری جلد ۱ ص ۴۱۸) اس دوران جب میں سویا تھا میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں پھر میرے ہاتھ میں رکھی گئیں۔

یادرہے انبیائے کرام کے خواب وحی ربانی ہوتے ہیں اور آپ بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے۔

(۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت مالم یعط من الانبیاء فقلنا یا رسول اللہ ماھو قال نصرت بالرعب واعطیت مفاتیح الارض (مسند امام احمد ص ۱۳۲ حدیث ۶۶۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے وہ چیزیں عطا ہوئیں جو کسی نبی کو نہیں دی گئیں، ہم نے عرض کی، وہ کیا یارسول اللہ! حضور نے فرمایا رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی اور زمین کی کنجیاں مجھے عطا کی گئیں۔

کہیے روئے زمین کے خزانے اور ان کی کنجیاں سرکار کو دی گئیں تو کیا آپ ان کے مالک ومختار نہ ہوئے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو شئت لسارت معی جبال الذھب (مشکوٰۃ ص ۵۲۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلتے۔

یہ کون کہہ سکتا ہے سوائے اس کے جس کو اللہ نے اپنا نائب مطلق بنایا ہو اور جس

کے تصرف میں کائنات عطا کی گئی ہو، پھر پڑھ لیجیے اپنے امام اسماعیل دہلوی کی وہ کرب انگیز عبارت، جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (ص ۴۳ تقویۃ الایمان) رہ گئے حضرت علی مشکل کشا تو اللہ ہر مومن کا ولی ہے اور ہر ولی کو اس نے کچھ نہ کچھ اختیار دیا ہے اور علی تو ولیوں میں برتر ہیں، ان کی مشکل کشائی کا کیا پوچھنا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

عطائے تو بہ لقائے تو

آپ کو دعوی اجتہاد ہے اور زعم حدیث دانی، بنابریں انھیں سے متعلق چند سوالات پیش ہیں، ان کا جواب صحیح صحیح دے دیں، ابھی آپ کے دعوی اجتہاد اور حدیث دانی کا بھرم کھل جائے گا۔

بھرم کھل جائے ظالم تیری قامت کی درازی کا
اگر اس طرۂ پر پیچ وخم کا تیرے خم نکلے

(۱) مجتہد کی کیا تعریف ہے؟
(۲) اجتہاد کے شرائط کیا ہیں؟
(۳) غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے یا نہیں؟
(۴) غیر مجتہد اگر تقلید نہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟
(۵) غیر مجتہد کو تقلید کرنے پر جو لوگ بدعتی وگمراہ کہتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟
(۶) آپ قرآن کو مانتے ہیں یا نہیں، اگر مانتے ہیں تو اپنے کو اہل حدیث کیوں کہتے ہیں؟
(۷) اپنا اہل حدیث ہونا قرآن وحدیث سے ثابت کیجیے؟
(۸) آپ کو دعوی حدیث دانی ہے تو آپ کو کتنی حدیثیں یاد ہیں اور مدارج حدیث کیا کیا ہیں؟

(۹) احادیث معمول بہا کا غیر معمول بہا سے پرکھنے کا کیا معیار ہے؟
(۱۰) طبقات رواۃ حدیث کتنے ہیں، ہر طبقہ کا حکم کیا ہے اور یہ احکام قرآن وحدیث سے ثابت ہیں؟ اگر کوئی ثبوت ہے تو نشاندہی کیجیے اور ثبوت نہیں ہے تو پھر ان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
(۱۱) حدیث من قال لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر عشرا کان عدل اربع رقاب اور حدیث کا راوی کون ہے، یہ حدیث مرفوع ہے یا موقوف، یا مرسل؟
(۱۲) سعید بن ابی عروبہ نے کس کس سے سماع نہ ہونے کے باوجود ان سے روایت کیا ہے؟
(۱۳) کس کے مراسیل اصح مراسیل ہیں، اس کے بارے میں یحییٰ بن معین اور امام شافعی نے کیا فرمایا ہے اور دونوں کے اقوال میں کیا فرق ہے؟
(۱۴) ابراہیم بن اسحٰق حزلی بغدادی کو طفیل بن سنجرہ کے بارے میں کیا وہم ہو گیا تھا؟
(۱۵) بخاری نے عطا نام کے تین رواۃ میں فرق کیا ہے، وہ تین عطا کون ہیں؟
(۱٦) بخاری نے مسلم الخیاط مکی کے بارے میں کیا کہا ہے؟
(۱۷) سعد بن ابی وقاص سے جس سالم مولی شداد کو سماع حاصل ہے اسے اور کس کس نام سے پکارا جاتا ہے؟
(۱۸) محمد بن یحییٰ بن فیاض نے یزید بن زریع کی تاریخ وفات کیا بتائی ہے؟
(۱۹) کل آپ نے ہم لوگوں پر مشرک ہونے کا حکم لگایا ہے تو فرمایئے کہ ہمارے بچوں سے آپ کی لڑکیوں کی شادی جائز ہے یا نہیں؟ اور اولاد صحیح النسب ہوگی یا ولدالحرام؟
(۲۰) فرقۂ اہل حدیث کی جامع ومانع تعریف کیجیے؟

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

آپ نے اپنے خلاف لگائے گئے الزامات کی صفائی دینے کے بجائے اہل سنت وجماعت کے خلاف اپنے دل کا بغض نکالا ہے اور ابواب فقہ سے طہارت، نماز، رجعت وغیرہ کے مسائل ذکر کر کے اپنی طبیعت کے مذاق کا ثبوت دیا ہے، فتاویٰ رضویہ میں وہ مسائل ہیں تو آپ حنفی سے غیر مقلد ہو گئے تو اب بخاری شریف وترمذی شریف سنئے اور جی چاہے تو توبہ کر کے سنی ہو جائیے **عن ام سلمة كانت هي و رسول الله صلى الله عليه وسلم يغسلان من اناء واحد و كان يقبلها وهو صائم** حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا ایک ساتھ ہی نہاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کے عالم میں ان کا بوسہ لیتے۔ (بخاری جلد دوم ص ۲۵۸)

یہاں بھی میاں بیوی کا مسئلہ ہے اور وہاں بھی، یہاں روزہ کی حالت میں اور وہاں نماز کی حالت میں، اب اس کو پڑھ کر مسائل فقہیہ اخذ کرنے کے بجائے کوئی جنس زدہ آپ کی طرح غلط تصور قائم کرے تو وہ کمینہ اور دنی الفطرت ہوگا۔

عن عائشة قالت اذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل فعلته انا و رسول الله صلى الله عليه وسلم (ترمذی) جب حشفہ اندام نہانی کے اندر داخل ہو جائے تو غسل واجب ہوا اس کو میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

یہاں مرد وعورت دونوں کی شرمگاہ کا ذکر ہے، بولو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شرم، شرم کے نعرے لگواؤ گے یا امام ترمذی کے خلاف؟ بات کچھ نہیں ہے، بات صرف یہ ہے کہ ''فکر ہر کس بقدر ہمت اوست'' اور مثل مشہور ہے بلی کو خواب میں بھی چھیچھڑے نظر آتے ہیں، عارف شیرازی نے ٹھیک ہی کہا۔

اگر نعشے دو کس بردوش گیرند لئیم الطبع پندارد کہ خوان است

اگر کوئی نعش کندھے پر لاد کر لے جائے تو کمینہ سمجھے گا کہ دسترخوان لے جا رہے ہیں، آپ نے اپنے ضمیر کی غلاظت ظاہر کی۔

عن عائشة ان رفاعة القرظى تزوج امرأة ثم طلقها فتزوجت آخر

فاتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت انہ لا یاتیھا و انہ لیس معہ الا مثل ھدبۃ فقال لا حتی تذوقی عسیلتہ و یذوق عسیلتک رفاعہ قرظی کی عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی یارسول اللہ! میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی، اب میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے شادی کی اور وہ مجھ سے ہمبستری نہیں کر سکتے، ان کے پاس تو کپڑے کا پھندنا ہے، حضور نے فرمایا نہیں، جب تک تم اس کا مزہ نہ چکھو اور وہ تمہارا مزہ نہ چکھے (بخاری ثانی ص ۸۰۱)

جناب! ہم تو یہ حدیث پڑھ کر حلالہ کے مسائل سمجھتے ہیں اور آپ لوگوں کو شاید یہ حدیث پڑھ کر حرکت پیدا ہوتی ہوگی، جناب! آپ کو اپنے خواجہ تاشوں کا حال معلوم نہیں، آپ کے امام الائمہ نواب صدیق حسن خاں صاحب نے منی کو پاک بتایا اور کتے کی کھال کی طہارت کا حکم دیا، کیا مزہ ہے صبح صبح کتے کی کھال پر نماز پڑھیے اور منی چاٹ کر ناشتہ کیجیے، اور کتے کا جوٹھا پانی پی کر حلق سے اتار لیجیے۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

ہمیں نہایت افسوس ہے کہ آپ بہت جلد اپنی اوقات پر اتر آئے، اب اختتام پر ہم اپنے چند عقائد درج کرتے ہیں۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل اپنی ذات اور صفات میں لاشریک لہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ذات میں نہ صفات میں، وہی اس لائق ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے، اس کے علاوہ کسی نبی، ولی وغیرہ کی عبادت کرنا کفر وشرک ہے، وہ ہر عیب سے پاک ہے، جھوٹ، جہل، ظلم ہر عیب سے پاک ہے، اس پر امکان کذب کا عیب لگانا گمراہی ہے۔

ہم اللہ کے تمام رسولوں اور فرشتوں کو حق جانتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں، تمام انبیا بلکہ سارے جہاں سے افضل ہیں اور خاتم النبیین ہیں، ان کے

بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

انبیا کی شان میں ادنیٰ سی توہین کرنے والا کافر ہے۔

جو یہ کہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے، وہ گمراہ ہے، جو یہ کہے کہ ہر مخلوق خواہ چھوٹی ہو یا بڑی اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے، وہ گمراہ ہے، جو یہ کہے کہ جن کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں، وہ بھی گمراہ ہے، جو یہ کہے کہ تقلید شخصی کرنے والا گمراہ جہنمی ہے، وہ خود جہنمی اور گمراہ ہے، جو یہ کہے کہ نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانا اپنے بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے، وہ بھی گمراہ ہے۔

جس نے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تاریخ ولادت لفظ سگ کہا، وہ خود جہنم کا کتا ہے اور اس کے پیرو بھی۔

جس نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تاریخ ولادت میں یہ کہا بوکم جہاں پاک، وہ جہنم کا کندا ہے، والسلام علی من اتبع الھدی، والحمد للہ رب العالمین۔

ضیاء المصطفیٰ قادری

مناظر اہلسنت وجماعت

۲۳ ؍ ذوقعدہ ۱۳۹۸ھ

فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری عفی عنہ

غیر مقلد مناظر کی تعریفِ شرک پر

حضرت مجاہد ملت کا اعلان عام

ہندو بیرون ہند کے تمام غیر مقلدین آج کل کے بنے ہوئے سلفیوں کو

گیارہ سو گیارہ روپیہ کا انعامی چیلنج

مناظرہ بجرڈیہہ بنارس درمیان اہلسنت وغیر مقلدین منعقدہ میٹونسپل ہال بنارس مورخہ ۲۰/ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ لغایت ۲۳/ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۳/اکتوبر ۱۹۷۸ء لغایت ۲۶/اکتوبر ۱۹۷۸ء کے لیے موضوع کی تعیین کرتے ہوئے غیر مقلدین کے مناظر جناب صفی الرحمٰن صاحب اعظمی نے ۱۵/جولائی ۱۹۷۸ء کو وسیلۂ مروجہ کی درج ذیل تفصیل بتانے کے بعد یہ دعویٰ کیا تھا کہ مذکورہ بالا وسیلہ مجموعی طور پر شرک ہے اور یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ مذکورہ بالا عقیدہ کے تحت اوپر جتنے افعال ذکر کیے گئے ہیں سب شرک ہیں اور انکا مرتکب مشرک ہے، اسی دعویٰ کے پیش نظر بتاریخ ۲۱/ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۴/اکتوبر ۱۹۷۸ء مناظرہ گاہ میں فقیر نے جناب حکیم ابوالحسن عبید اللہ صاحب صدر مجلس مناظرہ من جانب غیر مقلدین کو انعامی چیلنج کی پشت پر مندرج تحریر بھیجی، صدر مجلس مناظرہ منجانب غیر مقلدین موصوف نے اس تحریر کو پڑھنے کے بعد کہا کہ بعد میں ہم دونوں صدر اس کے بارے میں گفتگو کر کے اسے طے کرلیں گے، اس کے بعد فقیر کے کہنے پر شریک مناظرہ مولانا محمد علی جناح صاحب حبیبی مدرس جامعہ حبیبیہ الہ آباد فقیر کی اس تحریر کو مائک پر پڑھ کر سنانے لگے، انھوں نے اسے پڑھنا شروع ہی کیا تھا کہ صدر غیر مقلدین موصوف نے مائک پر چلانا شروع کیا، اور انھیں پڑھنے نہ

دیا، اس طرح عوام پر وہ تحریر پوری ظاہر نہ ہو سکی، لہٰذا اب:

تمام غیر مقلدین کو یہ انعامی چیلنج دیا جاتا ہے کہ جو بھی غیر مقلد ایسی کوئی آیت اور حدیث پڑھیں جس میں بلا اعتقاد معبودیت وسیلۂ مروجہ کے مطلب مذکور کی تفصیل کو مجموعی طور پر شرک بتایا گیا ہو اور ایسی کوئی آیت اور حدیث بھی پڑھیں جس میں وسیلۂ مروجہ کے مطلب کی تفصیل میں جتنے افعال ذکر کیے گئے ہیں، بلا اعتقاد معبودیت ان سب کو شرک اور ان کے مرتکب کو مشرک بتایا گیا ہو اور کسی آیت اور کسی حدیث میں اس کی صراحت دکھا دیں کہ مثلاً اگربتی جلانا شرک ہے، تو انھیں مبلغ گیارہ سو روپیہ کا انعام فقیر پیش کرے گا۔

اس دعویٰ کے لیے ان کی شرک کی پہلی تعریف ذرہ برابر بھی مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لیے ساتھ نہ دے سکی، اس لیے ایک نئی تعریف بدعت سیئہ قبیحہ از خود گڑھی جس کی حقیقت آئندہ انشاء المولیٰ الکریم آشکارا کی جائے گی، فقط زیادہ زیادہ۔

فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری غفرلہ
یکم ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

فہرست روداد مناظرہ

☆☆☆

دائرۃ المعارف الامجدیہ کی عظیم پیش کش

﴿فتاویٰ امجدیہ مکمل﴾

تصنیف: حضور فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی قدس سرہ العزیز۔

فتاویٰ امجدیہ اول..................مجلد قیمت..................۲۰۰ روپے

فتاویٰ امجدیہ دوم..................مجلد قیمت..................۲۰۰ روپے

فتاویٰ امجدیہ سوم..................مجلد قیمت..................۲۰۰ روپے

فتاویٰ امجدیہ چہارم..................مجلد قیمت..................۲۰۰ روپے

کشف الاستار حاشیہ طحاوی شریف جلد اول..................۳۰۰ روپے

کشف الاستار حاشیہ طحاوی شریف جلد دوم..................۴۰۰ روپے

دائرۃ المعارف الامجدیہ کی دیگر مطبوعات

سوانح صدر الشریعہ..................قیمت ۴۰ روپے

تفہیمات (شرح مرقات)..................قیمت ۸۰ روپے

تفہیم الکبریٰ (شرح کبریٰ)..................قیمت ۴۰ روپے

اسلامی اخلاق و آداب..................قیمت ۹۰ روپے

حج و عمرہ..................قیمت ۱۰۰ روپے

خطبات محدث کبیر حصہ اول..................قیمت ۷۰ روپے

خطبات محدث کبیر حصہ دوم..................قیمت ۸۰ روپے

سلائی کٹائی کا آسان طریقہ..................قیمت ۳۰ روپے

﴿مندرجہ ذیل پتہ پر حاصل کیجئے﴾

(مولانا) علاء المصطفیٰ قادری دائرۃ المعارف الامجدیہ

گھوسی ضلع مئو (یوپی) الہند۔ فون: ۲۲۲۰۴۶ ۰۶۰..................کوڈ: ۰۵۴۶۱

DAIRATUL MA'ARIFUL AMJADIA

Ghosi Distt. Mau, U.P.